اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ

کِرن کِرن اُجالا

ملک التحریر

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

81440

نام کتاب	کرن کرن اجالا
مصنف	علامہ عبدالحق ظفر چشتی
سال اشاعت	دسمبر 2006ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 35
قیمت	-/165 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

ذخیرہ

فہرست مضامین

انتساب 5
حرف دعا 7
ایمان کیا ہے؟ 9
اہل ایمان کی ایمانداریاں 15
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے 21
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں 24
بڑے آستانے سے آس 28
خلوص کے آنسو 32
بصیرت و بصارت 36
دل اور اس کی قیمت 40
مان اور بغیر دلیل کے مان 43
دوست اور اس کی دوستی 46
پرانے یار سے کٹی 54
مولا کی دین کے انوکھے انداز 62
انسان اور گدھا 66
زیارت قبور اور اس سے فیوض و برکات کا حصول 71
مال و دولت کی تقسیم 78
گندہ تیل اور دل کی مشین 85
انعام الٰہی اور منعم علیہ 88
غیبت اور مردہ بھائی کا گوشت 93
بندۂ مومن کا مال و جان اور خریدار 96
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ 100
مسجد اور اس کی تعمیر 103
دور حاضر کا فرعون و یزید 111
حی علی خیر العمل 115
حروف زر 117
خاموش درخت کی چھاؤں 120
حضور قلبی 123
حج اور عمرہ کی کثرت 126
قربانی کیوں اور کیسے......؟؟ 133
کالی عینکیں 140
شفا۔ اس کی رحمت کی بہار کا نام 147
ابولہب اور اس کا مقدر 152
سونامیوں اور زلزلوں کی آمد اور ہم 157
انبیاء اور اولیاء سے مدد حاصل کرنا 162
توبہ استغفار اور ہمارا اسلام 172
شہد اور قرآن 182
طالب کو مطلوب سے ملانے والا پل 187
کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ 191
اجالا 194
لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ 196
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا

Marfat.com

بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ 199

کریم کی کرم نوازیاں 204

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ 207

پاکستان ہمارا ہے اور ہم کس کے ہیں؟ 211

غلامی اور آزادی 214

حفاظت قرآن کے انوکھے انداز 217

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں 222

زور حیدر، فقر بوذر اور صدق سلمانی 225

محبت 229

عود و عنبر کی خوشبو سے معطر حروف 233

کسب رزق حلال، سیرت طیبہ کی روشنی میں 237

درس قرآن مجید 241

استقبال رمضان اور ہم 246

عید آزاداں 250

عید الفطر 254

عقل کامل اور سیدھا راستہ 259

اہل عرفان کی باتیں 262

خلیفہ وقت 265

فیصلہ 268

ایک تھا بھنگا 270

اٹھ فرید استیا 271

حرص و آز کا بندہ 275

ماہ، رمضان فیوض و برکات کے آئینے میں 278

یوم آزادی اور 27 رمضان المبارک 288

میں تو پنج تن کا غلام ہوں 292

آثار قیامت کے نمودار ہیں ماہر 296

ذاکر اور مذکور سے نسبت 300

صدقہ فطر کی ادائیگی میں تنوع اور زلزلہ زدگان 305

قوم کی حیات کا راز 309

چاہتوں کی دنیا 313

سورج اور اس کی شعاعوں کا مرکز 317

گاڑی پٹڑی سے اتر گئی 323

غیروں سے یارانہ 326

جنگل کا شیر 330

صراط مستقیم پر چلنے کا طریقہ 335

کٹہرا، عدالت اور انصاف 339

نئے سال کی آمد اور جشن 342

اسلام اور پاکستان 346

قوم کے درد کا مستقل علاج 349

تکبر، عزازیل را خوار کرد 353

ہر دور کے ملا فیضی و غامیوں کا کردار 357

ہم لوگ جواب تک زندہ ہیں 360

Marfat.com

انتساب

ان تمام برگزیدہ ہستیوں کے نام
جن کی

نگاہ کرم، التفات محبت اور نگارشات
سے کرن کرن اٹھائی اور اجالا ہو گیا

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد

محمد عبدالحق ظفر چشتی
مصطفیٰ آباد، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

حرف دعا

اے میرے معبود! تیری شان ہے۔ کہ تو عبد کی سنتا ہے اور نتائج پر قادر ہے۔ اے کریم! اے سورج کے پیدا کرنے والے۔ تو نے سورج کو یہ صلاحیت بخشی ہے۔ کہ پھل، پھول کو رنگ اور لذت بخشتا ہے۔ پہاڑوں اور سمندروں میں سونا، چاندی، قیمتی دھاتیں اور ہیرے جواہرات پیدا کرتا ہے۔ تاریکیاں ختم کرتا ہے۔ نجاستوں کو دھو دیتا ہے۔ ناپاک زمین کو پاکیزگی کا غازہ بخشتا ہے۔ اس کے نکھار لانے میں اس کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اے میرے کریم! میری رات کا سورج بھی طلوع فرما۔ تیرے کرم اور عطا کا سورج اے بہار کو، خوبصورت نام، ذوق، سبز لباس پہنانے کی طاقت بخشنے والے، تو تو حسن خیرات سے مالا مال ہے۔ اپنی تخلیق اول، شاہکار تخلیق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام تر رعنائیوں کے تصدق، اپنی انتہاء درجے کی مہربانیوں سے، ہم انتہا درجے کے سیاہ کاروں کی سیاہ کاریاں دھوڈال۔

ابر باراں نے بھی، برسنا تجھ سے سیکھا ہے۔ اس میں یہ خوبی تو نے ہی بھری ہے۔ کہ وہ دیکھ کر نہیں برستا۔ تیری رحمت کی برکھا۔ ہم بدوں پر بھی برسے اور خوب برسے۔

اے کریم! اور کرم اور کرم اور کرم!

ہمارے ہاں تو ویسے بھی نیکیوں کا قحط ہے۔ اگر کوئی نیکی ہے بھی، تو اس کو بھی دکھاوے۔ مکر، ریا اور بدیوں کے اژدھا نے نگل لیا ہے۔ میری زاری میں سب سے بڑی رکاوٹ میرے گناہ ہی ہیں۔

اے رحیم! ہم پر رحم فرما۔ اے شفیق! ہم پر شفقت فرما۔ اے رؤف! ہم پر رافت فرما۔

پانی کی یہ صفت ہے۔ کہ وہ ہمیشہ نیچے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اے پانی کو نیچوں، نکموں کو نوازنے کی صفت عطا فرمانے والے! تجھ سے زیادہ، ہم نیچوں، نکموں کو نوازنے

Marfat.com

والا کون ہے۔ اور ان تمام نیچوں نکموں میں۔ مجھ سے بڑھ کر۔ تیری رحمت کا مستحق کون ہے۔ مجھے تو تیری سیرابی کی صفت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اے کریم! اور کرم اور کرم اور کرم۔

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گرنمی آ جائے گی
تیرے دریاء کرم میں کیا کمی آ جائے گی

کرم بارگاہ کا طالب
محمد عبدالحق ظفر چشتی
مصطفٰے آباد، لاہور

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایمان کیا ہے؟

ایمان ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو مان لینے کا نام ہے۔ جان پہچان کا نام نہیں ...... بعض لوگ تو ...... آپ کی پہچان اتنی رکھتے تھے۔ کہ خدا گواہ ہے۔

یَعۡرِفُوۡنَهٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ (البقرہ:146)

کہ وہ جیسے اپنی اولاد کو ...... اپنے بچوں کو ...... جانتے تھے۔ لیکن ایمان کے شعبہ میں جان پہچان کام نہیں آتی۔ پھول سے ہر شخص کی جان پہچان ہوتی ہے۔ ہر آدمی ...... ہر ذی شعور جانتا ہے۔ کہ پھول کیا ہوتا ہے، کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مہک، رنگ نزاکت دیکھ کر، جان جاتا ہے۔ یہ کون سا پھول ہے جان پہچان اپنی جگہ۔ اس سے متاثر ہونا۔ اپنی جگہ، ہاں! بلبل نے پھول کو جانا ہی نہیں ...... اس کو مانا بھی ہے۔ اور خوب مانا ہے۔ بلبل کا پھول کو مان لینا ہی اس کا ایمان ہے۔ پھر اس کے خیال میں گم رہنا۔ اسی کی یاد ...... کو سینے سے لگائے رکھنا۔ اسی کے تصور میں کھوئے رہنا۔ اسی کیلئے رونا، اور پیہم رونا، اور رونا بھی، بے سرا نہیں ...... کہ کوئی سنے۔ تو نفرت کرنے لگے۔ بلکہ رونا بھی ایسے درد کے ساتھ، کہ سننے والے، رونے والے کو ...... دیکھنے کیلئے بے چین ہو جائیں۔

شمع ہر گھر میں جلتی ہے اور ہر گھر کی ضرورت ہے۔ اندھیروں کی دشمن ہے۔ بلکہ ساری زندگی اندھی راہوں پہ چلنے والے بھی۔ اس کی ضرورت و اہمیت کے معترف ہیں۔ اس کے باوصف، اس جان پہچان کو، شمع پر ایمان لانے کے مترادف نہیں کہا جا سکتا۔ شمع پر ایمان ...... صرف پروانے کا ہے۔ جیسے اس نے اُسے مانا۔ ماننے کا حق ادا کر دیا۔ آپ لاکھ سمجھائیں۔ کہ بھئی! پروانے! دیوانہ ہو گیا ہے۔ جان ہے تو جہان ہے۔ جان بچانا فرض ہے۔ اس لئے۔ اپنی جان بچانے کا۔ سوچو ...... وہ تو محبت میں بھی دھوکے باز ہے۔ پاس بلاتی ہے اور تمہیں موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ لیکن یہ ساری نصیحتیں ...... یہ ساری باتیں۔ اس کی نظر

Marfat.com

میں۔ بذات خود، ایک دیوانہ پن ہیں وہ کوئی بات سننے کا نہیں شام کو شمع جلی اور یہ پہنچ گیا اور سب سے پہلے اپنی واپسی کی پرواز کے سہارے اپنے پر...... جلا دیئے۔ تاکہ واپسی کی سوچ ہی نہ سکے۔ گیا۔ اور قربان ہو گیا۔ کہ یہی ایمان ہے۔ کہ جس پر ایمان ہو۔ اس پر۔ جان اور مال...... قربان کر دینا۔ اچھا لگے۔

چندا ماموں...... لاکھ دور سہی۔ لیکن ہر گھر میں بستے ہیں۔ اس کا حسن مثالی...... ہر حسین کو...... چاند کہہ کر بلاتے ہیں۔ تو جذبات کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔ لیکن جس انداز سے چکور چاند پر ایمان لائی ہے۔ کوئی اور کیا لائے گا۔ چندا ماموں۔ جس رات، ان کا ساری رات...... راج ہوتا ہے۔ چکور...... کی مستی۔ دیکھنے والی ہوتی ہے۔ دیکھنے والے بھی۔ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ چکوری چکور، تیری محبت، تیری مستی اور تیرے انداز محبت کے کیا کہنے۔

دنیا کی کوئی زندہ چیز...... ایسی نہیں۔ جس کا گہرا تعلق بلکہ اس کی اپنی سانس کی ڈوری کا تعلق پانی سے نہ ہو۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء:30)

ہر زندہ چیز کا ہونا۔ اسی سے۔ پھر زندہ رہنا بھی اسی سے۔ اتنی جان پہچان بھی ایمان نہیں کہلواتی۔ بلکہ اس کی عظمت اور اس کے وجود پر ایمان جو مچھلی کے حصہ میں آیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔

وہی پانی۔ اس کی زندگی...... اس کی رعنائی۔ اس کی تمام چاہتوں کا مرکز۔ اس کا کھیل۔ اس کا سامان عیش و عشرت۔ اس کا دین۔ اس کا ایمان۔ وہی پانی ہے۔ پانی سے جدا ہونا۔ اس کی موت...... اسے خشکی کے ہزار رنگ۔ بالکل پسند نہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے...... کہ وہ پانی ہی کو مان چکی ہے۔ یہی اس کا ایمان ہے۔ پانی کے غیر کی طرف دیکھنا۔ اس کے نزدیک کفر ہے۔ کفر اور ایمان۔ دونوں ایک گاڑی پر سوار نہیں ہو سکتے۔

ایمان: ایک ایسا انمول ہیرا ہے جو ان مول ہے۔ یعنی جس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس ان مول۔ ہیرے کو خریدنے کیلئے۔ ابھی کوئی دولت...... ایجاد نہیں ہوئی۔ اگر کسی احمق نے

Marfat.com

ایمان کا سودا کر ہی لیا۔ خواہ...... اس کی کتنی بھی قیمت وصول کر لی۔ دنیا۔ اور مافیھا۔ سب کچھ لے لیا۔ پھر بھی اس نے گھاٹے کا سودا کیا۔ چہ ارزاں فروختند۔

ایمان دار: اگر جنت کی...... تمنا رکھتا ہے۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ یہ جنت...... اس کے ایمان کی قیمت ہے۔ یا اس کے ایمان کا صلہ ہے بلکہ وہ تو جنت کا اس لئے طالب ہے۔ کہ جس ان دیکھے محبوب پر...... وہ مرمٹا ہے۔ سنا ہے۔ وہاں اس کا دیدار ہو۔ گا اور اگر شہادت کا رتبہ مل جائے۔ تو خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ واصل ہو گیا۔ تو پھر اس دیوانے کی جنت میں بھی طبیعت نہیں لگے گی۔ وہ بار بار کہے گا۔ مجھے پھر وہیں بھیج دو جہاں دیدار یار نے پہلی آنکھ مچولی کھیلی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسی (۸۰...... ساتھیوں کے ساتھ ...... ہرقل بادشاہ کے دربار میں۔ ایک قیدی کی صورت میں پیش کئے گئے مردان عرب میں سے ایک جوان رعنا، خوبصورت، خوبرو، نکھرتا گلاب چہرہ، مضبوط اعضاء، کڑیل جوان، قیدی ہونے پر بھی، پرسکون، مطمئن، خودداری کا پیکر جمیل، بادشاہ...... ہاں ہرقل بادشاہ، جو اس وقت سپر پاور اور ویٹو پاور کا مالک تھا۔ متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکا۔

عورت، مرد کی ہر دور میں...... کمزوری رہی ہے۔ ایک دانا شخص نے شیر کو پنجرے میں بند کرنے کو دانہ پھینکا۔ عبداللہ...... کتنے خوبصورت ہو۔ اس جوانی کو جنگ کی آگ کی بھٹی میں کیوں جھونک دیا ہے۔ تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ چھوڑو۔ ان جھگڑوں کو...... چند دن، داد عیش دے لو۔ لطف اندوز ہو لو...... پھر جو چاہے کرنا۔ مجھے اپنی بیٹی کیلئے ایک خوبصورت اور جوان رعنا شہزادے کی تلاش تھی۔ اور وہ تمام خوبیاں تم میں پائی جاتی ہیں۔ آؤ تمہاری شادی...... اس سے کر دیتا ہوں۔ اور جہیز میں دیگر سامان شاہی کے ساتھ نصف ملک بھی پیش کرتا ہوں۔

عبداللہ خاموش تھے۔ اس کی بات خوب تسلی سے سن رہے تھے۔ بادشاہ سمجھا...... پانی مرتا نظر آ رہا ہے۔ لیکن اس کے خاموش ہونے پر عبداللہ نے...... بڑی شان بے نیازی سے

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

پیرس جئے ہزاروں جے شہر ہوون میں مدینے دی جھوک توں وار دیواں
میرے آقا میں تاج سکندری نوں تیری جتی دی نوک توں وار دیواں

بادشاہ وقت کی۔ حاکم وقت کی...... رعونت سے بھرے فرعون کی...... حکومت کی سپر پاور کی اور ویٹو پاور کی...... پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

کہاں سے آئیں۔ وہ لوگ۔ جو کہا کرتے تھے۔ ہم سوکھی کھجوریں...... کھا کر گزارہ کر لیں گے۔ لیکن وقت کے کسی شہر یار کی منت نہیں کریں گے۔

ایسی غزل کہی نہ کہیں گے تمام عمر
انعام و داد جس پہ ملے شہر یار سے

ہائے رے مجبوریاں، معذوریاں، مقہوریاں، لاچاریاں، بزدلیاں سب کچھ چھین کر لے گئیں۔ شہریاروں کی صرف آشیر باد حاصل کرنے کے لالچ میں...... سب کچھ ہار بیٹھے۔ دل، دماغ، سوچ، فکر، ضمیر، وطن ایمان سب کچھ ہار گئے۔

صبح ہوتے ہی نکل آتے ہیں بازار میں لوگ
گٹھڑیاں سر پہ اٹھائے ہوئے ایمانوں کی

خود دار، فقیر بے نیاز ہوتا ہے اور بکا ہوا۔ بادشاہ بھی نیاز مند ہوتا ہے۔ وہ فقیر! فٹ پاتھ پر بھی بے فکری سے سو جاتا ہے اور بلٹ پروف بادشاہ کو محلوں میں بھی نیند نہیں آتی۔ وہ بصیرت و بصارت سے کام لے کر ہزاروں لاچاروں کا حصار ہوتا ہے۔ اور اس بادشاہ کی رعایا کو حفاظت کرنا پڑتی ہے۔

فیاللعجب! جنگل کے شیر کی حفاظت جنگل کے وحوش وطیور کرنے لگیں یا شیر اپنی رعایا سے جان بچاتا، چھپتا چھپاتا پھرے۔

Marfat.com

ہرقل! غصے میں دھاڑا...... اے مسلے، تیری یہ جرأت۔ ہمارے سامنے دم مارنے کی جسارت۔ خبردار...... حکم ہوا۔ ان کو چھٹی کا دودھ یاد کرادیا جائے۔ ایسی سزائیں دو کہ دن کو بھی تارے نظر آنے لگیں۔

پھر مقدس پیٹھوں پر کوڑے برسائے گئے۔ چٹائیوں میں لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے گئے۔ دہکتے انگاروں پر لٹا کر...... نازک جسم بھون دیئے گئے۔ لیکن زمین گواہ...... آسمان گواہ، فضائیں اور ہوائیں گواہ خود خدا گواہ۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ وہ بال کی نوک کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی جادۂ ایمان سے منحرف نہ ہوئے۔ کہ کسی کو مان جو لیا تھا۔

آگ کے شعلوں پر...... ایک بڑا سا کڑاہا۔ (برابرتن...... تیل سے بھر کر رکھ دیا گیا۔ وہ جہنم کے کسی گہرے پاتال کی طرح تپنے لگا۔ دہکنے لگا، ابلنے لگا، جب اس کا تیل...... دوزخ کی آگ کا سماں باندھ چکا۔ تو حرقل نے...... ایک مسلمان قیدی کو۔ اٹھا کر آگ کی طرح جھلس دینے والے تیل کے کڑاہے میں...... پھینکنے کا حکم دے دیا حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس نوجوان کو آگ میں پھنکوانے کو دیکھ کر۔ نہ جانے، انسانوں، حیوانوں، کے جسموں پر کیسی جھرجھری آئی ہوگی۔

لوگوں کے دیکھتے دیکھتے...... نوجوان کی کھال پگھل گئی۔ گوشت بھننے لگا۔ ہڈیاں گلنے لگیں۔ خوف و دہشت نے زبردست انگڑائی لی اور پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے۔ ایمان کی جان پر...... جان کی نذر پیش کر کے ایسا امر ہوا کہ آج پندرہویں صدی کی اس ابتدائی حصوں میں جلنے والے میرے دل، میری آنکھوں، میرے ذہن و فکر اور میرے قلم کو ایمان کی لذت دے گیا۔

باقی قیدیوں کی طرف دیکھ کر، دہشت کی تصویر بن کر...... حرقل کا دیکھنا بتا رہا تھا کہ اب کس کی باری ہے، غصے میں اندھی ہونے والی آنکھوں نے بھی...... دیکھ لیا۔ کہ یہ لوگ جہنم سے...... اس لئے نہیں ڈرتے۔ کہ وہ جہنم ہے۔ بلکہ اس لئے ڈرتے ہیں۔ کہ وہ جگہ...... ان

Marfat.com

کے مالک کے قہر وغضب کی جگہ ہے اور یہ جنت پر...... اس لئے نہیں مرتے۔ کہ وہاں حور و قصور ہیں۔ بلکہ اس کے...... اس لئے طالب ہیں کہ ان کے مالک کی، رحمتوں کا دھارا ہے۔

کرم تیرے سے ہماری زندگی
ورنہ کیا تھی یہ ہماری زندگی
نام لیوا ہو کے تیرا کیوں ڈروں
لطف تیرے سے گزاری زندگی
ظفر چشتی کے لئے اعزاز ہے
تیرے سائے میں گزاری زندگی

Marfat.com

اہل ایمان کی ایمانداریاں

ایمان۔تصدیق قلبی کا نام ہے۔اقرار باللسان وتصدیق بالقلب یعنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق اس بات کی کہ اللہ ایک ہے۔اس کا رسول سچا ہے۔اس کا ہر فرمان سچا ہے اس نے بتایا اللہ ہے۔ہم نے مانا وہ ہے۔اس نے کہا۔اس کے فرشتے ہیں۔ہاں ہیں۔ اس نے فرمایا: قرآن کی صورت میں اس کی طرف سے نازل شدہ اور کتابیں بھی ہیں۔ہم نے تسلیم کیا۔اسی طرح مرنا، مرنے کے بعد جی اٹھنا۔قبر، حشر، جنت، دوزخ، حساب و کتاب، عتاب و عذاب، نوازشات و اکرامات ہم نے سب کچھ مانا، تسلیم کیا، اسے ایمان کہتے ہیں۔

اہل ایمان میں سب سے اعلیٰ ایمان، صحابہ کرام۔السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ (توبہ:100) کا ہے۔کہ اس دور میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو کہا گیا کہ اگر ایمان لانا ہے۔تو

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (البقرہ:13)

کہ ایمان اس طرح لاؤ۔جس طرح یہ لوگ لائے۔

ان لوگوں کا ایمان کیسا تھا کہ اس دور کے اپنے آپ کو دانشور اور سیانے کہلانے والے۔ان کی جاں نثاری کی کیفیات دیکھ دیکھ کر کہتے یہ تو دیوانے ہیں، پاگل ہیں، بے وقوف ہیں۔

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (البقرہ:13)

کیا ہم اس طرح ایمان لائیں۔جیسے یہ بے وقوف لوگ ایمان لائے۔اور جس طرح وہ ایمان لائے تھے اور جس نے انہیں ایمان لانے والوں کے لئے ایک سمبل کے طور پر پیش کیا تھا۔اس نے جواب دیا۔

Marfat.com

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ﴿۱۳﴾ (البقرہ)

خبردار۔ ان کی باتوں میں نہ آ جانا۔ اہل ایمان کو پاگل و دیوانہ کہنے والے خود پاگل اور دیوانے ہیں۔ لیکن یہ جانتے ہی نہیں۔ کہ فرزانہ کون ہوتا ہے اور دیوانہ کون ہوتا ہے۔ دیوانہ اور فرزانہ میں تمیز نہ کر سکنا کتنی بڑی بدنصیبی ہے۔

جان فانی، مال فانی، گھر فانی، اولاد، شان و شوکت، جاہ و جلال، دوستوں کے جتھے، عقلمندوں کی عقلمندیاں، سازشیوں کی سازشیں، سب فانی، اللہ باقی، اللہ کا ذکر، اللہ کے رسول کا ذکر باقی، ان کی شان، ان کا تذکرہ، ان کے جاں نثار، سب باقی، اب اگر کوئی باقی کو چھوڑ کر فانی سے پیار کرتا ہے اور پھر اپنے آپ کو عقلمند کہتا ہے یہ کہاں کی عقل کی بات ہے۔ جنہوں نے اس فرق کو جان لیا۔ فانی پر تھوک دیا۔ پھر تھوک کر، چاٹا نہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کو چاہا۔ اس کے رسول کو چاہا۔ پھر اس چاہت میں دنیا کی ہر وہ فانی چیز جو حائل ہوتی گئی۔ اس کو ٹھکراتے چلے گئے۔ اس دور کے دانے (سمجھ دار لوگ) ایسوں کو دیوانے کہتے تھے۔ پاگل کہیں گے۔

آ۔ وہ حسین مناظر، اپنے ذہن و فکر کی آنکھ میں محفوظ کر لیں۔ اپنے ایمان کی بھٹی تیز کر لیں۔ نجات کی اور درجات کی بلندی کی۔ یہی ایک سند ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ایک سفر میں سرکار دو جہاں ﷺ کے ہمسفر تھے۔ اس وقت حضرت عبداللہ نے ''کسم'' (ایک قسم کا رنگ)...... کے رنگ میں رنگی ہوئی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ یہ کیا پہن رکھا ہے۔

آپ ﷺ کے پوچھنے کے انداز سے۔ حضرت عبداللہ نے محسوس کیا کہ یہ چادر آپ کو پسند نہیں۔ جب گھر گئے۔ دیکھا تندور جل رہا ہے چادر اسی وقت جلتے تندور کی آگ۔ جھونک دی۔

دوسرے دن جب سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے چادر کا پوچھا! عبداللہ: وہ چادر کیا ہوئی۔ عرض کیا حضور آگ میں جھونک دی، پھونک ڈالی۔ فرمایا: ایسا

Marfat.com

کیوں کیا۔ مستورات میں سے کسی کو دے دیتے۔

کوئی عبداللہ کے دل سے پوچھے۔ اے عقلمندی کے تاجور۔ یہ کیا کیا؟ وہ یہی کہیں گے میرا یہ دیوانہ پن ہی تو میری فرزانگی کی بہار ہے۔ کہ میرا رب بھی کہتا ہے۔ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (البقرہ:13) ''کہ ایمان اس طرح لاؤ۔ جیسے یہ لوگ ایمان لائے۔''

میرے بے عمل دل نے بھیگی پلکوں سے عبداللہ سے کہا: عبداللہ خدا تجھ سے راضی ہو۔ تمہیں یہ دیوانگی مبارک ہو۔ خدا کیلئے اس کی تھوڑی سی بھیک مجھے دے دو۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے وہ ایک بار حاضر ہوئے تو حضور ﷺ فرما رہے تھے۔ ذباب ذباب

وائل یہ سمجھے کہ شاید سرکار مجھے دیکھ کر فرما رہے ہیں۔ اسی وقت حجام کے پاس گئے۔ اپنے خوبصورت بال ایک عرصہ سے بڑے پیار سے پالے ہوئے بال کٹوا دیئے۔

دوسرے دن حاضر ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا: وائل وہ بال کیا ہوئے۔ عرض گزار ہوئے۔ آقا! آپ ذباب ذباب فرما رہے تھے میں نے سمجھا میرے بالوں کی طرف اشارہ ہے۔ میں نے فوراً جا کر کٹوا دیئے۔

فرمایا: وائل! میں نے تجھے تو نہیں کہا تھا لیکن چلو اچھا کیا (ذباب کے معنے منحوس کے ہوتے ہیں......

بعض باتیں کھل کر نہ کہی جاتی ہیں نہ کھل کر لکھی جاسکتی ہیں۔ البتہ بعض حساس لوگ ان باتوں کے پس منظر میں چھپی باتیں۔ بین السطور لکھی ہوئی باتیں بھی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ بڑے ذہین، عقلمند اور ذی شعور ہوتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

ایسے باشعوروں کا ایمان ہی مثالی تھا۔ جن کو بے وقوف لوگ بے وقوف سمجھتے ہیں۔ بد باطن شخص دوسروں کا اعمال نامہ بھی۔ اپنا اعمال نامہ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہی کے بارے میں فرماتا ہے وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (البقرہ:12) ہاں انہیں شعور ہی نہیں۔

صحابہ کرام باشعور، باکمال، لوگوں کا ایمان، جب بھی مثالی تھا۔ آج بھی مثالی ہے۔

Marfat.com

ہمارے لئے بھی غیروں کے لئے بھی، اپنوں اور بیگانوں سب کیلئے۔

حضرت سہیل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ دمشق میں رہتے تھے۔ بڑے خاموش طبع، یکسو اور عبادت گزار بندے تھے۔

جس راستے سے وہ اکثر گزرتے تھے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا گھر بھی وہیں تھا۔ آپ اکثر ان سے درخواست کرتے حضرت جاتے جاتے۔ کوئی خیر کا کلمہ ہمیں بھی سنا جایا کریں۔ ایک روز انہوں نے فرمایا: کہ ایک دن اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے حریم اسدی کے بارے میں ارشاد فرمایا: آدمی تو اچھا ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں۔ ایک تو بال بڑے بڑے رکھتا ہے اور دوسرا چادر ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے۔

جب انہوں نے سنا تو وہ فوراً حجام کے پاس گئے۔ بال چھوٹے کروا دیئے اور چادر بھی ٹخنوں کے نیچے سے کٹوا دی۔ محبت اس کو کہتے ہیں۔ عقیدت اس کو کہتے ہیں۔

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے

دیار دل میں بڑا مقام ہے تیرا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے سے کہا۔ کہ گھر کی عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو کوئی مسئلہ مسائل سن لیا کریں گی۔

انہوں نے کہا: نہیں میں نہیں جانے دوں گا۔ یہ عورتیں اس کو بہانہ بنا کر آزادی اختیار کرلیں گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کا حکم سناتا ہوں اور تم کہتے ہو میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنے بیٹے سے بولنا ہی چھوڑ دیا۔

اچھے ساتھیوں کا ساتھ، مقدر اور بخت کے ستارے چمکا دیتا ہے۔ اچھے ساتھی چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ برے ساتھیوں کا ساتھ خود بخود مل جاتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ

Marfat.com

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۝ (الفاتحہ)

ایسے اہل ایمان کی ایمانداریوں کی جھلک صرف قرون اولیٰ تک محدود نہ تھی۔ ہر دور میں ایسے دیوانے مل جاتے ہیں۔ جن پر سارے جہانوں کی عقلمندیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔

ماہر رضویات، مسعود ملت، پروفیسر محمد مسعود رضوی کی ایک روایت ہے کہ یہ بات ۱۲۳۰ھ۔ ۱۸۴۴ء کی بات ہے۔ ایک ایرانی ادیب، ایک مسلمان ہندی ادیب کی شاعری سے بہت متاثر تھا۔ اور غائبانہ ان پر فدا تھا۔ اسی ذوق زیارت کے لئے ایران سے سفر کرتا ہوا ہندوستان پہنچا۔ قتیل کا گھر تلاش کرتے کرتے۔ اس کے گھر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

جب اس نے قتیل کے دروازے پر دستک دی۔ تو اس وقت قتیل داڑھی مونڈ رہا تھا۔ ایرانی ادیب کو یہ بات، یہ انداز پسند نہ آیا اور حیرت سے پوچھا۔ آغا! ریش می تراشی۔ آقا! کیا داڑھی مونڈ رہے ہو۔

قتیل نے گناہ پر، عذر گناہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

بلے۔ وَلے دَلے کسے رَانمی خراشم، ہاں داڑھی ہی مونڈ رہا ہوں۔ کسی کی دلخراشی تو نہیں کر رہا۔

شاید قتیل کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ کہ عذر گناہ، بدتر از گناہ است کہ گناہ کر کے۔ اس گناہ کے جواز کے لئے بہانے بنانا۔ گناہ کرنے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

ایرانی ادیب نے قتیل کی بات سنی۔ تو ایک دکھ کے ساتھ کہا۔

آرے! دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می خراشی۔ یعنی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلخراشی کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ ضرور دے رہے ہو۔

ایرانی ادیب کے اس جملے سے قتیل واقعی قتیل ہوگئے اور غش کھا کے جا گرے۔

بہت دیر بعد جب ہوش میں آئے تو واقعتہ ہوش میں آچکے تھے۔ اس قتیل کی زبان پر یہ شعر تھا۔ اور اشکوں کی روانی تھی۔

Marfat.com

جزاک اللہ چشم باز کر دی
مرابا جان جاں ہمراز کردی

اے ایرانی ادیب! تیرا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اور مجھے میری جان کی جان جان ایمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمراز کر دیا۔

ہر مسلمان کے ایمان کی چنگاری، غفلت کی راکھ میں دبی ہوئی ہے۔ ہمت کر کے ڈھیر کو ہٹانے کی کوشش کرو۔ چنگاری بیدار ہو گئی۔ تو پھر غافل ہوشیار ہو جائے گا فدا کار و جاں نثار ہو جائے گا۔ مردہ نہیں زندہ ہو جائے گا۔ دیوانہ نہیں۔ فرزانہ ہو جائے گا۔

درد کی دولت دینے والا اک بنجارہ آیا
چوک میں دولت بانٹ رہا ہے شہر کے لوگو آؤ

Marfat.com

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

ایمان: اعتماد کی انتہا کا نام ہے۔ جب کسی ذات کی عظمت اس کے تقدس، اس کی بلندی، اس کے منصب، اس کے اختیارات و کمالات سے دل متاثر نہیں ہوتا۔ اس پر ایمان لانے، اس پر اعتماد کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عام اعلان نبوت کے وقت حضور نبی الرحمت ﷺ عوام الناس سے بھرے مجمعے سے جو سب سے پہلا سوال کیا وہ یہی تھا۔ کہ اے لوگو! یہ بتاؤ میرے متعلق تم اپنے ذہنوں اور فکروں میں کیا تصور رکھتے ہو۔ تو ہر شخص نے بلا ساختہ یہی جواب دیا کہ آپ صادق ہیں۔ آپ امین ہیں۔ سب نے آپ کی صداقت اور امانت کی گواہی دی۔ اگر یہ گواہی اس کے بعد زبان و بیان تک رہی تو منافقت کہلائی اور اگر یہ گواہی دل کی عمیق گہرائیوں میں اتر گئی۔ اگر اس عظمت کا یہ حسن دل میں گھر کر جائے۔ تو یہ ایمان کہلاتا ہے۔

اس دور میں ''ان دیکھے'' خدا کا کوئی تصور نہ تھا۔ محسوسات کی دنیا میں بسنے والے غیر محسوس رب کو کیسے مان لیتے۔ میرا ایمان کہتا ہے کہ حضور نبی رحمت، معلم علم و حکمت، پیکر صداقت و امانت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کے باکمال عروج پر یقین نے۔ آپ کے بتائے ہوئے رب کی ذات ''غیر محسوس رب'' کو ماننے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اس ''ان دیکھے معبود'' کی تعریف و توصیف اس انداز سے بیان فرمائی۔ کہ ہزار مخالفت کے باوجود اس ماحول میں ''غیر محسوس'' معبود ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کی صداقت و امانت پر ایمان، پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان میں مزید پختگی پیدا ہوئی۔ اس پختگی میں خود سپردگی پیدا ہوئی۔ اس خود سپردگی میں وارفتگی پیدا ہوئی۔ تو اس محبت کی انتہا کو ''عشق'' کا نام دیا گیا۔ رب ذوالجلال والاکرام کی صفات۔ اس کی ثناء، اس کے مرتبہ و کمالات کا ایک حسین تخیل ذہنوں میں، فکروں میں،

Marfat.com

دلوں میں گھر کر گیا۔ پھر اسی کے نام پر مخلوق خدا مر مٹنے لگی۔ جانیں نچھاور ہونے لگیں۔ نازک جسموں کے چیتھڑے اڑنے لگے۔ گردنیں کٹنے لگیں دار و رسن کو چوما جانے لگا۔ پاؤں کی بیڑیاں معبود حقیقی کی وارفتگی میں بیڑیاں نہیں۔ پائل کی جھنکار محسوس ہونے لگیں۔

جب بندہ مومن۔ اس ''عشق'' میں ڈوبا ہوا تھا۔ تو خاک کا ڈھیر نہیں تھا۔ لوح و قلم کا مالک تھا۔ تاج دارا و سکندر، اس کی ٹھوکر میں تھے۔ دریا و پہاڑ اس کی ہیبت سے سمٹ کر رائی کا دانہ تھے۔ بحر ظلمات میں گھوڑے انہی کے دوڑتے تھے۔ دریاؤں کی وسعتیں پایاب بن جایا کرتی تھیں۔ پاؤں کی ٹھوکر میں زمانے تھے۔ فضاء بدر و حنین میں ایک انوکھا رنگ تھا۔ بازو کٹتے تھے تو کسی کے لعاب دھن سے جڑ بھی جایا کرتے تھے۔ آنکھ نکل کر باہر بھی اگر آ جاتی تو کوئی تھوک لگا کر پھر اسی آنکھ کے خالی خانے میں رکھ بھی دیتا تھا اور بینائی پہلے سے بھی زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔ ان کی سادگیوں کے حضور، سپر پاوروں کے تاجوں والے سر لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ بھوک افلاس کے عفریت، ان سے گھبرا کر بھاگ جایا کرتے تھے۔ ان کے پیٹ کا جہنم، ہفتوں ہفتوں، فاقوں کا شکار رہ کر بھی بری نیت اور بری نگاہ اٹھانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ اسی عشق کی انتہا نے بندہ مومن کو محبوب الٰہی بنا دیا۔

عاشقان اوز خوباں خوب تر　　　خوش تر و زیبا تر و محبوب تر

یہ بندہ مومن، یہ مرد مسلماں، یہ رشک جبریل و میکائیل، یہ حقیقت کی زندگی کا کوہکن، یہ مثال آفتاب درخشاں، یہ راز دار بزم کن فکاں، من کی دنیا میں سراغ زندگی پانے والے، سوز و مستی اور جذب و شوق میں ڈوب جانے والے جب غیر کے آگے جھکنے کو، اپنے من، تن اور دھن کی دولت کو سرمایہ حیات بنانے لگا۔ جب اپنی نگاہ کا مرکزی نقطہ، اپنے دل کی دھڑکن کا باسی، اللہ و رسول کی بجائے۔ کسی غیر کو بنانے لگا تو وہ اوج ثریا سے نیچے گر کر خاک کا ڈھیر بننے لگا۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

8144

Marfat.com

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ وہ کردار تو گفتار تو ثابت وہ سیارا

اعضاء جسمانی کام کرنے کے لئے ہوتے ہیں بھروسہ کرنے کے لئے نہیں۔ بھروسہ اس ذات پر جس نے یہ صلاحیتیں بخشیں۔ یہی ایمان کی کمزوری ہے۔ جس نے داغ سجود کی چمک دمک کو دھندلا دیا۔ فضاؤں اور خلاؤں پر گرفت کمزور پڑ گئی۔ غیروں کے بچھائے کانٹوں کی چبھن پر تڑپ جانے والا۔ اب اپنی ہی لاش پر رقص کرنے لگا۔ سمندر جس کے حکم کے تابع تھے۔ وہ اپنی کم مائیگی اور بے بسی کی بدرو میں غوطے کھانے لگا۔ نشیمن پر نشیمن آباد کرنے والا۔ اب خود اپنے ہی گھروندے کے چین سے محروم ہو گیا۔ جس کے لئے صلہ شہید تب و تاب جاودانہ تھی وہ اب بلی اور چوہے کے کھیل کو خوفناک جنگ سمجھ کر چھپ جانے والا بن گیا۔

بتاؤ اور خاک کا ڈھیر کیا ہوتا ہے۔ تقریباً پون صدی پیشتر ایک بینا آنکھ رکھنے والے نے۔ آج کی تصویر کھینچ کر ہمارے ہاتھ پکڑا دی۔ کہ یہ انداز مسجود ملائک بننے کے نہیں لوح و قلم پر گرفت مضبوط کرنے کے نہیں، خاک کا ڈھیر ہونے کے ہیں۔

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

وہ ناداں، قفس کو آشیاں سمجھ بیٹھا۔ رنگ و بو کے سراب کو گلستان خیال کرنے لگا۔ نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب افرنگ کے مکروفریب کی چالوں میں ڈوب گیا۔ پھر اس آسماں سے ٹوٹے ہوئے تارے پر اب تو ماتم کرنے والے بھی گم ہو گئے۔ اس کے زخمی دل پر تدبر کا مرہم رکھنے والے، مسیحا روٹھ گئے۔ سطوت رفتار دریا کا عروج دیکھنے والا۔ حباب و رباب کے حسن میں کھو گیا۔ دلیل صبح روشن۔ اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ وہی مسلماں ہے جسے دیکھ کے شرمائیں یہود۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے   مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

Marfat.com

آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

سر کی آنکھ تو صرف ظاہر کے روپ کو ہی دیکھ سکتی ہے۔ اگر کوئی کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر اُگی ہوئی کوئی خوبصورت بوٹی دیکھ کر ہی بے شک دل دے بیٹھے اس کا کیا ہے۔ لیکن عقل بینا رکھنے والا ہی اس کو دیکھ سکتا ہے کہ یہ کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد کے صحن میں ایک اگی ہوئی انتہائی خوبصورت بوٹی دیکھی۔ (یعنی ایک پودا دیکھا...... ظاہر میں آنکھ کو بہت بھائی آپ نے اس سے پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے کہ نام پوچھنے میں تعارف بڑھتا ہے۔ قربت کے مواقع میسر آتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود پوچھا تھا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوْسٰى (طٰہ) اے موسیٰ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس پودے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جواب میں کہا۔ حضور میرا نام سروب ہے اور جہاں پیدا ہوتی ہوں ویرانیاں لاتی ہوں۔

آپ اس کے جواب سے سمجھ گئے کہ ہماری روانگی کا وقت آ گیا ہے۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں تو مسجد ویران نہیں ہو سکتی تھی۔ ظاہر اس کا حسن تھا اور باطن ویرانیاں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سوا کوئی اس سروپ کے روپ سے آشنا نہ ہوا۔ نہ ہو سکا کیونکہ سب ظاہر بین تھے۔ حقیقت بین تو صرف وہی تھے۔

جو پرندہ عقل سے کام نہیں لیتا غور وفکر کی، تدبر و تفکر کی، تجزیہ کی آنکھ سے نہیں دیکھتا وہ صرف دانہ دیکھتا ہے۔ اس کی نظر دانے سے آگے ساتھ ہی بچھے ہوئے جال تک بھی نہیں پہنچ سکتی اور جال میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ پھر صیاد کی مرضی ہے اس کے کباب بنائے، اسے بھون کر کھا لے، قفس میں قید کر دے ظاہر بینی کی سزا کچھ ایسی ہی ہوتی ہے۔

سب سے بڑی نعمت وہ آنکھ ہے جو کسی چیز کو اس کی اصلی حالت میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ صحیح نظر وہ ہے جو اسباب کے پردے اٹھا کر مسبب الاسباب کو دیکھ لے۔

Marfat.com

پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہوتا ہے وہ دو اور دو کے جواب میں چار روٹیاں ہی کہتے ہیں ان کی نظر روٹی سے آگے نہیں جاتی۔ صاحب عقل روٹی کی ماہیت کو بھی جاننے کی کوشش کرتا ہے یہ روٹی کیسی ہے، کہیں اس کے اندر زہر تو نہیں بھرا ہوا حلال ہے یا حرام ہے۔

عوام کی آنکھ جس کو آئینے میں دیکھتی ہے مرد کامل اس کو پتھر کی اینٹ میں بھی دیکھ سکتا ہے۔

ابرہہ کا ہاتھی، اس کا منہ، خانہ کعبہ کی طرف کرتے تو وہ ایک قدم آگے نہ بڑھتا اور اگر اس کا رخ یمن کی طرف کرتے تو دوڑ پڑتا جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا اے کاش! ابرہہ اور اس کے ہاتھی کو آنکنے والا بھی دیکھ لیتا تو تاریخ کا رخ کسی اور سمت مڑ جاتا۔ لیکن جب آنکھوں پر غرور کے جالے، ہوس اقتدار کے پڑوال پڑے ہوں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ نہ عذاب نہ ثواب، ہاتھی، معصوم، بیچارہ کیا جانے، تکبر و نخوت کیا ہوتا ہے اور ہوس اقتدار کیا ہوتی ہے۔ لیکن فطرت کی عتابیاں ضرور دیکھ رہا تھا۔

فرعون کے جادوگروں کی جب آنکھ کھل گئی تو فرعون کی طرف سے ملنے والی سزا کے طور پر ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر بھی وہ رقص کرنے لگے۔ پتا نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے نے ان کی نظروں کے کون کون سے پردے اٹھا دیئے تھے۔ کہ وہ آنا فانا کیا سے کیا ہوگئے۔ سبحان اللہ ہزاروں سلام ہوں ان پر اور ان کے دلوں کی بینائیوں کے جاگنے پر۔

شیطان آدم علیہ السلام کے خاکی کلبود کو ہی دیکھتا رہا۔ کم بخت کہیں کا اور کچھ دیکھ ہی نہ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی آنکھ کا بھینگا پن دور کر دیا اور تخلیق آدم پر اعتراض کرنے والے آدم علیہ السلام کے حضور یک بہ یک سجدے میں گر گئے تو بھی اپنی شیطنیت کی آنکھ سے حقیقت کے چہرے کو زخمی نہ کر۔

کوا۔ مردے کی سب سے پہلے آنکھ ہی نکالتا ہے اور کھاتا ہے۔ نہ جانے یہ اس کی مرغوب غذا کیوں ہے۔ ساری دنیا کے مرداروں کی آنکھیں نکال کر کھا جانے والا پھر بھی دیدہ ور نہ ہو سکا۔ کم بخت جب بھی بیٹھتا ہے۔ گندگی پر بیٹھتا ہے۔ کاش وہ دید کی ہوس میں

Marfat.com

ان ظاہری آنکھوں سے کوئی ایک آنکھ بھی نہ کھاتا اور کسی دیدہ ور سے دید کی بھیک ہی مانگ لیتا اور دیدہ ور ہو جاتا۔ پھر اسے پاکیزگی کی مہک کبھی گندگی کی طرف جانے ہی نہ دیتی۔

جس طرح بچے اپنی مٹی کی ٹھیکریوں کو سونے جتنا قیمتی سمجھتے ہیں انہی سے کھیلتے ہیں انہی پر مرتے ہیں انہی پر لڑتے ہیں اور انہی کو اپنی دولت اور سرمایہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا دار، دنیا کی ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھتا ہے۔ کاش کبھی اس کے ذہن پر کوئی دستک دیتا کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔

عقل فتنہ پرداز۔ جسے دن کی روشن حقیقتوں کا انکار کرتے بھی دیر نہیں لگتی۔ یہاں پہنچ کر اس کا چراغ بھی گل ہو جاتا ہے۔

حسینوں کی اداؤں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے، چہرہ گلگوں، رخسار و ابرو، لب گلاب کی پنکھڑیاں، ذقن صراحی، زلف سیاہ، نازک وہ بھنویں ان کی، گلنار رخسار، نرگسی آنکھیں، مد بھری نظریں، پیکر نزاکت، ہر ادا ایسی، کہ زمانہ مر مٹے جبکہ ہر ادا، زوال در زوال، فنا در فنا، رنگ پیلا زرد، بے نور آنکھیں، جھریوں بھرے چہرے، چاندی بھری زلف دوتا، نہ رنگ نہ ڈھنگ، نہ چال نہ ڈھال، نہ قوت نہ قویٰ ان ہر دو کے درمیاں بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ۝ (الرحمٰن) نظر نہ آنے والا پردہ کون دیکھے سر کی آنکھ؟ تو اس کی کیا مجال اگر اس کی نظر میں اتنی وسعت ہوتی تو چالیس سال زوال پذیری تک پہنچنے کے انتظار میں بے نور نہ ہوتی۔

دو آنکھیں، دو کان، دو بازو، دو ہاتھ، سب ایک جیسے نہ کم نہ بیش، لیکن کون دیکھے ایک کی آنکھ کا پڑوال قریب پڑی چیز بھی نہیں دیکھنے دیتا اور ایک سے ساری خدائی کا خدا بھی نہ چھپا۔ ایک اپنی بات سمجھا نہیں سکتا ایک کی بات سارا زمانہ سمجھ گیا۔ حتیٰ کہ جانور، چرند، پرند، حیوانات، نباتات اور جمادات بھی سمجھ گئے۔ ایک کے عرش الٰہی بھی زیر نگیں۔ ایک کا ایک قدم بھی کہیں رکھنا کسی کو گوارا نہیں۔ ایک پر ساری مخلوق رحمتوں کے نزول کی دعائیں کرنا۔ اپنی سعادت سمجھے اور ایک پر لعنتوں کا طوق ہر آن مسلط۔

ہاں! ہاں! یہ آنکھ کی قوت، بصارت و بصیرت کی بات ہے۔ صرف بصارت سے سب

Marfat.com

کچھ نہیں دیکھا جا سکتا۔بصیرت دل کا کا نور ہے۔وہ پیدا کر۔

ظاہری آنکھ سے ابتداءً تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت بھی نور کو نار سمجھ بیٹھی۔بصارت نے اپنا کام کیا۔لیکن جب بصیرت ملی تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں یہ دھوکا بازی گر کھلا

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (اعراف:79)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے بہت سے جن و انس کو جہنم کے لئے اٹھایا ہے وہ دل تو رکھتے ہیں ان سے سمجھتے نہیں وہ آنکھیں رکھتے ہیں دیکھتے نہیں، وہ کان رکھتے ہیں لیکن سنتے نہیں، وہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر اور یہی لوگ غافل ہیں''۔

دل کا کام ہے حق اور ناحق کے درمیان خط امتیاز کھینچا، اختیار کئے ہوئے راستے کا اطمینان کرنا۔خواہشات نفس کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دینا۔

Marfat.com

بڑے آستانے سے آس

بزرگ بیٹھے ہیں، مسند بچھی ہے اہل محبت ارد گرد چاند کا ہالہ بن کر بیٹھے ہیں ایک بڑھیا، لجاتی ہوئی، جھجکتی ہوئی اور کچھ کرب کی ٹیسوں میں ڈوبی ہوئی، آگے بڑھتی ہے، سلام کرتی ہے اور ایک چھوٹا سا برتن آگے بڑھاتی ہے۔ حضور! میرا ننھا آفتاب بیمار ہے۔ تھوڑا سا شہد دے دیں۔ شہد میں شفاء ہے۔ بیٹے کو دوں گی شاید شفایاب ہو جائے۔

بابا جی نے ایک خادم کو بلایا، اور فرمایا: نور دین صاحب وہ بڑا کنستر جو شہد سے بھرا ہوا ہے وہ اٹھائیں، اور مائی صاحبہ کے گھر چھوڑ آئیں۔

نور دین صاحب نے عرض کیا۔ حضور! وہ تو ایک چھوٹا سا برتن لے کر آئی ہے اور آپ اس کو پورا کنستر دے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: وہ اپنے ظرف کے مطابق مانگ رہی ہے اور ہم اسے اپنے ظرف کے مطابق دے رہے ہیں۔ آخر بڑے آستانے والے ہیں اس کا کچھ تو لحاظ ہونا چاہئے۔

میرے کریم! تیرا آستانہ سب سے بڑا ہے، سارے سخی، سارے داتا، تیرے در کے بھکاری، ہر چڑیا کی چونچ اور ہر بڑے پیٹ والے کی توند، صرف اور صرف تیرے دریا سے بھرتی ہے۔

ایک دریا۔ نہر کے خالی دامن کو لبالب بھرتا ہے۔ تو اس کے خزانے میں کیا کمی آ جاتی ہے۔ اے ساری دنیا کے سخیوں اور حاطموں کو، سخاوت کی فطرت بخشنے والے۔ اپنی سخاوت کی رحمت سے ہماری بے صبری کی نہر کے دامن کو بھی لبالب بھر دے۔

ہم نے دیکھا ہے۔ نہیں۔ بلکہ روز دیکھتے ہیں سورج کا فیض عام ہوتا ہے۔ اگر اس کی دھوپ، گندگی کی ڈھیر پر بھی پڑے۔ تو سورج کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ سورج کی دھوپ سے، نجاست بذات خود کارآمد ہو جاتی ہے۔ وہ گوبر تھی گوبر پہلے آلائش ہی آلائش تھی۔ اب

Marfat.com

سورج کی دھوپ نے اس آلائش کو دھو کر آرائش بنا دیا۔

ڈھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی ڈھل گئی

خاک در نے میری پیشانی کو چمکایا بہت

اب وہ مٹی میں مل کر، پھل، پھول، خوبصورت نباتات، لہلہاتے باغات کو حسن بخشتی ہے۔ جلا بخشتی ہے۔ نئی زندگی عطا کرتی ہے اور زمین کے دامن کو ہیروں اور جواہر سے زیادہ قیمتی دانوں سے بھرنے لگتی ہے۔

اے میرے مالک! جس طرح سورج، نجاست کی مدد کرتا ہے۔ تو ہماری مدد اس سے بھی زیادہ فرما۔ کہ تو سورج کو پیدا فرمانے والا ہے۔

ہم برائیوں کی انتہا پر ہیں اور تو مہربانیوں اور عنائتوں کی انتہا پر ہے۔ ہم جیسے انتہاء درجے کے گناہ گاروں کو تیری انتہا درجے کی مہربانی درکار ہے۔

اے بہاروں کی برکھا برسانے والے ہم کانٹوں کو پھولوں کا حسن عطا فرما۔

اے کریم! ہم نے کئی بار پڑھا ہے۔ تیری شان ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آل عمران)

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے التجا ہے۔ تو خود بھی ہم پر مزید احسان فرما۔

میرے کریم! میرے گناہ، میری زاری میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ تو مجھ پر رحم فرما میرے رؤف رحیم آقا۔ میرے خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ میں گناہوں کی خزاں رت میں، تیرے قرب کی بہار سے دور رہا۔

میں نے جب سے سنا ہے کہ تو۔ توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ جو تیری پر لطف، نظر کرم ہے، کئی بار توبہ پر مائل ہوا، لیکن کیا کروں میری توبہ کو بھی ہر بار شیطان کی بدنظری نے چاٹ لیا۔

ہاں تیری نظر کرم میں یہ تاثیر بھی تو ہے کہ بدنظری کو نیک نظری میں بدل دیتا ہے۔ اس کی بدنظری سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

Marfat.com

اے میرے اچھے مددگار۔ ہماری فریاد سن، تیرا آستانہ بہت بڑا ہے۔ ہزاروں جال اور لاکھوں دانے ہماری راہ میں بچھے ہوئے ہیں اور ہم لالچی اور بھوکے پرندوں کی صورت ہر لمحہ ایک نئے جال میں پھنس جاتے ہیں تو ہماری مدد فرما۔

قیمتی ہیرے، موتی، جواہر، لؤلؤ، ایسی چیزیں ہیں جن کو کوئی عقلمند بھی گندگی اور پاخانہ میں نہیں پھینکتا تو علیم وخبیر ہو کر۔ نیکوں کو کب جہنم میں پھینکے گا۔ اسی لئے ہم تجھ سے اور تیرے بڑے آستانے سے نیکیوں ہی کی توفیق طلب کرتے ہیں۔

اے میرے کریم! تو کتنا سخی ہے۔ آسمانوں پر سجائے ہوئے، چاند سورج اور ستارے ہم سے کروڑوں سالوں کی مسافت پر ہیں۔ وہ ہم سے کتنی دور ہیں اور ہم ان سے کتنی دور ہیں اگر یہ دوری ہی ہمارے درمیان حائل رہتی۔ تو نہ جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔ تو اپنے قانون قدرت اور فطرت کے مطابق جب چاہتا ہے، ان کی روشنی، ان کی ضیاء اور ان کا فیض ہم تک پہنچا کر ہمیں فیض یاب کر دیتا ہے۔ رات کو چاند اور ستارے اور دن کو سورج۔

یہ ہماری بدقسمتی، یہ ہماری کورچشمی، کہ اتنی روشنیوں، ضیا پاشیوں کے باوجود ہمیں تیرا راستہ۔ سیدھا راستہ نہیں ملتا۔

اے بڑی شان والے، تو ہم پر اور کرم فرما: اپنی راہ دکھا دے۔ آگہی کی بھیک، جس سے یہ دوریاں دور ہو جائیں۔ تیرا جتنا بڑا آستانہ ہے۔ ہمیں اتنی بڑی بھیک عطا فرما۔ اگر تو غیر جاندار کو نور عطا فرما سکتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں نہ عطا فرمائے گا۔

میری للچائی ہوئی نظریں۔ جو صرف تیرے ہی در پر پڑی رہ گئی ہیں تو اس کی ایک وجہ ہے کہ جب لالچی پرندہ کو اس کی لالچی نظر اس کو دانے کی طرف کھینچتی ہے تو اسے خبر ہونی چاہئے کہ شکاری اس سے غافل نہیں میری للچائی ہوئی نظر اگرچہ لالچ نے اندھی کر رکھی ہے۔ دیکھ نہیں سکتی پھر بھی یقین کامل ہے۔ کہ تو ہم سے غافل نہیں ہے۔

پیاسا، گھڑے کے پانی کے برتن کا طواف نہیں کرتا۔ وہ پانی کا طواف کرتا ہے۔ اسے پانی کی طلب ہوتی ہے اور حاجی کعبے کا کالے کوٹھے کا، طواف نہیں کرتا اس کا مطلوب اور

Marfat.com

مقصود صرف اس بڑے گھر والا، بڑا ہے جو سب سے بڑا ہے۔

ایک پیاسا، کتنا بھی پیاسا ہو اس کی پیاس کتنی ہو گی تیرے سمندر سے وسیع سمندر سے اس کے لئے ایک قطرہ بھی بہت ہے۔

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گر نمی آ جائے گی
تیرے دریاء کرم میں کیا کمی آ جائے گی

Marfat.com

خلوص کے آنسو

خلوص کے رونے کے اثرات...... محض دنیا کو...... اور دنیا والوں کو ہی متاثر نہیں کرتے بلکہ...... ان کے اثرات...... عرش الٰہی کو بھی ہلا کر رکھ دیتے ہیں......

بناوٹی...... تصنع اور مکر کے آنسوؤں...... پر شیطان بھی مذاق اڑاتا ہے...... اب فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے...... تم اپنی آواز...... عرش تک پہنچانا چاہتے ہو...... اور عرش والے کے دروازۂ رحمت کی کنڈی کھٹکھٹانا چاہتے ہو...... یا جگ ہنسائی کا سامان بننا چاہتے ہو......

جنگل میں ایک شخص تھا...... زار زار...... رو رہا تھا...... اور بلند آواز کے ساتھ بین کر رہا تھا...... کہ اے میری زندگی کے وفادار ساتھی...... میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہ سکوں گا......

ایک شخص وہاں سے گزرا...... وہ اس کے رونے دھونے کو دیکھ کر پوچھنے لگا...... اے شخص کیوں رو رہا ہے......

اس نے کہا...... میرا کتا...... میرا بہت اچھا وفادار ساتھی تھا...... میرے لئے شکار پکڑ کر لاتا...... میرے گھر کی حفاظت کرتا تھا...... لیکن اب اس کے مرنے کا وقت آ گیا ہے......

ہائے! اب میں کیا کروں گا......؟ میں اس کے بغیر کیسے زندہ رہ سکوں گا......؟ ہائے! میرے گھر کی رکھوالی کون کرے گا......؟ میرے لئے شکار کون پکڑ کر لائے گا......؟ ہائے! اب میں کیا کروں گا......؟

اس نے پوچھا...... یہ کیوں مر رہا ہے......؟ اسے کیا تکلیف ہے......؟

اس نے جواب دیا...... یہ بھوک سے مر رہا ہے......

اس نے کہا...... صبر کرو...... صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے...... اللہ تعالیٰ صابروں کو اچھا صلہ عطا فرماتا ہے......

اتنے میں اس کی نظر اس کی کمر پر بندھی گٹھڑی پر پڑی گئی...... اس نے پوچھا...... اس

Marfat.com

میں کیا ہے......؟

کہنے لگا......اس میں کھانا ہے......جو میں نے کل کے لئے بچا کر رکھا ہوا ہے......

اس نے کہا......اس میں سے......اس کتے کو بھی کچھ ڈال دو......جس کے لئے اتنی دیر سے رو رہا ہے......

اس نے کہا......روٹی ختم ہو گئی......تو پیسوں سے ملے گی......جبکہ آنسو تو مفت میں بہا رہا ہوں......

اس نے کہا......اے ہوا سے بھری ہوئی مشک......! تیرے سر پر خاک......کیا روٹی کا ٹکڑا......تیرے نزدیک......آنسوؤں سے زیادہ قیمتی ہے......، آنسو......تو خون ہوتا ہے خون......! جو غم کی وجہ سے پانی بن جاتا ہے......تو اپنے پاپی پیٹ کی خاطر......اپنے آپ کو ذلیل کر رہا ہے......اور وفادار ساتھی بھی ہاتھ سے کھو رہا ہے......اس لئے یہ تیرے آنسو بھی ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے......اے کاش......!!! تیرے آنسوؤں میں خلوص ہوتا تو کتا بھی بچ جاتا......اور شان کریمی بھی انہیں موتی سمجھ کر اٹھا لیتی......

دل......اللہ تعالیٰ کا عرش ہے......اس لئے......دل سے رونے سے......عرش الٰہی متاثر ہوتا ہے......عقل اور دل چونکہ دونوں عرشی ہیں......اس لئے رونے سے عقل بھی متاثر ہوتی ہے......اور دل بھی......

اپنے حسین چہرے کو......احسن تقویم کو......شیطنت کے سجدوں سے زخمی اور مجروح نہ کر......اس کی تراش خراش تیرے چہرے کی پہچان ہی ختم کر دے گی......

اپنے پاک دل......پاک روح......اور پاک چہرے کی سرزمین پر اگنے والے جنتی پھول......مکر و ریا کی باد صرصر سے جلا کر راکھ نہ کر......

خجالت......ندامت......اور شرمندگی......اپنے عیوب پر نگاہ رکھنے کا صلہ ہے......

ایسی کیفیت میں بہنے والے......آنسو......کچھ اور ہی تاثیر رکھتے ہیں......اس لئے......

اپنے عیوب و نقائص پر نظر رکھنی چاہیئے......مور اگر اپنے ''پر'' دیکھ کر خوشی و مسرت سے جھوم

Marfat.com

جھوم جاتا ہے...... رقص کرتا ہے...... تو اسے اپنے بدصورت پاؤں دیکھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں...... تکبر و غرور سے بچ جائے گا......

دنیا کے تمام راستوں میں سے...... بے خطر اور بے خطا راستہ...... صرف نیاز مندی کا ہے...... ناز و ادا تو وبال جان بن جاتا ہے...... سچا طالب......! آخر ایک دن دروازے کی کنڈی کھلوانے میں کامیاب ہو ہی جاتا ہے...... دیدہ دانستہ خطا...... قابل معافی نہیں ہوتی...... لیکن خلوص و عجز...... اس نہ مٹنے والے داغ کو بھی مٹا دیتا ہے......

پر خلوص آنسوؤں کی جو قیمت...... اللہ کے دربار میں لگتی ہے...... وہ کہیں اور نہیں لگتی...... دنیا میں سے...... دو قطروں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو اور کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں...... ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو واقعتہ خوف الٰہی سے ٹپکا ہو...... اور دوسرا وہ قطرہ خون...... جو اس کے راستے میں بہا ہو......

خلوص کا دانہ...... اللہ کی حضوری کی سرزمین میں کاشت کردے...... تاکہ کوئی چورا سے چُرا کر نہ لے جائے...... وہ خود حفاظت کرنا جانتا ہے...... شیطان اگر تیرے دل میں ریا کاری...... تصنع یا بناوٹ کے وسوسے ڈالے...... تو تو اس کو لاحول کی دیمک لگا دے...... یہ دیمک اسے ایسا چاٹے گی...... کہ تجھے مزا آجائے گا......

اچھا تاجر...... مال...... کو پہچان لیتا ہے...... کھوٹا ہے یا کھرا...... پھر اس کی قیمت لگانا جانتا ہے...... شہنشاہ ہر دو عالم سے بڑھ کر کون ہوگا...... جو اس سے زیادہ پہچان رکھتا ہو......

جس طرح پیاسے پیاس سے پانی کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں...... اس طرح رحمت بھی خلوص سے بہنے والے آنسوؤں کی طرف دوڑ کر آتی ہے......

بہت سے مومن ایسے ہوتے ہیں...... جن کی طرف دیکھ کر کافر ایمان کا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں...... اگر ایمان میں خلوص ہوتا...... تو ایسا کیوں ہوتا......

معصوم بچے کے رونے میں مکر نہیں ہوتا...... اس لئے ماں تڑپ جاتی ہے...... اگر تیرے رونے سے مالک آگے بڑھ کر تیری پذیرائی نہیں کرتا...... جو ہزار ماؤں سے بھی

Marfat.com

زیادہ پیار کرنے والا ہے...... تو سمجھ لینا چاہئے کہ خلوص میں کہیں نہ کہیں کوئی کمی رہ گئی ہے۔

میرا شاہ...... اور تیرا شاہ...... ایسا نہیں...... وہ ساری دنیا کا شہنشاہ ہے...... انتہائی قدر دان...... انتہائی مہربان...... جس شاہ کے دربار میں اپنے بیگانے...... اچھے برے...... ظالم و نیک نفس...... مخلص و ریاکار...... میں فرق نہ ہو...... اس شاہ کے سر پر خاک......

اچانک کس طرح ماحول بدلا
ہمیں پھر سانس آنے لگ گئی ہے
بہے ہیں رات بھر آنکھوں سے آنسو
یہ مٹی پھر مہکنے لگ گئی ہے

Marfat.com

بصیرت و بصارت

بصارت: صرف اشیاء کے ظاہری عمل، کیفیت اور حالت کو دیکھتی ہے اور بصیرت اس کے اندر چھپی ہوئی حقیقتوں تک نظر رکھنے کا نام ہے۔ ایک ہی چیز ایک وقت میں حلال بھی ہے حرام بھی بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

دل کی آنکھ اشیاء کے دلوں تک پہنچتی ہے۔ ظاہری آنکھ صرف ظاہر تک ہی رہتی ہے۔ حقیقت و مجاز بصارت و بصیرت کا دوسرا نام ہے۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت، حقائق و معارف کا راستہ نہیں کھولتی۔ محض، دل کی پریشانی، بخار، سردرد، تکلیف و پریشانی اور کسی دکھ کو دور کرنے کے لئے بھی قرآن کی تلاوت اسرار و رموز قرآنی سے آگاہ نہیں ہونے دیتی۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تلاوت قرآنی زیادہ مفید نہیں۔ نیند کی مستی اور شراب کی مستی دونوں دل کے خیالات کو رفع کرتی ہیں۔ لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک سکون و راحت اور چین کی جنت میں لے جاتی ہے اور دوسری مستی جہنم کے گڑھے تک لے جاتی ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حیرت ہوتی تھی۔ کہ یہ منکر لوگ، حضور اکرم ﷺ کے اتنے روشن چہرے کو کیوں نہیں دیکھتے۔ جو مشرق سے طلوع ہونے والے آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔ آپ کے چہرے کا چاند ان سے پوشیدہ کیوں ہے۔ تو جواباً عقدہ یہ کھلا۔ کہ اس چہرے کے حسن و جمال میں کوئی کمی نہیں۔ البتہ اس کی مثال اس چاند کی سی ہے۔ جس پر بدلی کا ٹکڑا چھایا ہوا ہو۔ منکرین کی طرف بدلی کے ٹکڑے کی آڑ ہے۔ جو تمہاری طرف نہیں ہے اور نہ تمہاری طرح انکے چاہنے والوں کی طرف ہے۔ آپ اور آپ

Marfat.com

کے ساتھی اس چاند سے حسین تر چہرے کو دیکھ سکتے ہیں کہ بدلی کی آڑ آپ کی طرف نہیں، اور وہ نہیں دیکھ سکتے۔ کہ بدلی نے چاند کے اس حسین رخ کو ان کی بے ایمان اور ناپاک نظروں سے چھپالیا ہے۔ دراصل یہ بے ایمانی ہی وہ بدلی ہے جو چہرے کی اصل حالت کو دیکھنے نہیں دیتی۔

ایک قبطی آل فرعون میں سے اپنے پڑوسی ایک سبطی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے کے پاس اس کے گھر آیا اور بولا موسیٰ نے جادو کے ذریعے ہمارے لئے دریا نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے۔ اسی دریا سے اس کے چاہنے والے پیٹ بھر کر پانی پیتے ہیں اور ہم پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔ یہ خون ہمارے لئے بدقسمتی ہے یا بقول موسی یہ ہماری بدفطرتی ہے۔ پتہ نہیں کیا ہے۔

تو ایسا کر۔ دریا نیل سے پانی بھر لا۔ میں بھی اس میں سے پی لوں گا۔ تو اپنے لئے بھرے گا تو وہ پاک رہے گا اور خون نہیں بنے گا اور میں بھی تیرا طفیلی بن کر پانی پی سکوں گا۔

سبطی دریا نیل پر گیا اپنے برتن میں پانی بھر لیا۔ کچھ پی لیا کچھ رکھ لیا اپنے بچوں اور گھر والوں کو پلایا اور جب برتن اس کی طرف بڑھایا۔ تو وہ خون ہو گیا۔ قبطی غصے سے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا نہ جانے غصے میں وہ کیا کیا بکتا رہا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے سبطی سے پوچھا کہ یہ بتا کہ یہ گرہ کیسے کھلے گی۔

سبطی نے جواب دیا کہ یہ پانی صرف متقی لوگ پی سکتے ہیں اور ہماری زبان میں متقی اس کو کہتے ہیں جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں داخل ہو جائے۔ تو آپکا امتی بن جا اور پانی پی لے۔ چونکہ تجھے خدا کے بندوں پر غصہ آتا ہے۔ اس لئے تیری آنکھوں پر تاریکی کے پہرے ہیں۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی ایسے ہی رہے گا کیونکہ وہ بھی اس کا بندہ ہے، جس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو لاکھ بھیس بدل کر آ پانی تجھے پہچان لے گا۔ کتنی بدقسمتی ہے۔ کہ تو موسیٰ کو نہیں پہچان سکتا۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعے گھاس کا تنکا بنا دے۔ پھر سبطیوں کے ہاتھ سے جام لے

Marfat.com

لے اور جی بھر کر پانی پی لے۔ تیرا یہ حیلہ کہ میں پانی بھر دوں اور تو پی لے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دے دیا ہے کہ وہ ہر قبطی کے لئے خون ہے وہ خون ہی رہے گا پانی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔

قبطی نے سبطی سے کہا۔ تو میرے لئے ہدایت کی دعا کر۔ کہ میں دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ دعا کرنے والا منہ اپنے پاس نہیں رکھتا ہو سکتا ہے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔ میں مسخ شدہ انسان ہوں تیری دعا سے یہ پتھر سونا بن جائے۔ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ سبطی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ دعا کی توفیق بھی اس کی طرف سے ہے اور قبولیت کا شرف بھی اس کی طرف سے ہے۔ سبطی ابھی دعا میں مصروف تھا کہ قبطی نعرے مارنے لگا۔ اے میرے سبطی بھائی۔ جلدی کر مجھے ایمان پیش کر کہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار توڑ پھینکوں تیری دوستی نے میری دستگیری کی ہے۔ تیری صحبت میرے لئے کیمیا ہے۔ خدا کرے میرے دل کے گھر سے تیرا قدم کبھی باہر نہ نکلے۔ تو جنت کے درخت کی ایک شاخ ہے جسے پکڑ کر بندہ سیدھا جنت میں جا پہنچتا ہے۔

سبطی نے اس کو ایمان پیش کیا وہ ایمان قبول کر کے امت موسوی میں داخل ہوا۔ سبطی نے اس کی خدمت میں پانی پیش کیا اور کہا لے اب پانی پی لے قبطی نے جواب دیا اب اس پانی کی ضرورت نہیں میری پیاس بجھ گئی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ میرا جگر خشک تھا پیاسا تھا جگر کی آگ ٹھنڈی ہو گئی اور پیاس ختم ہو گئی میں یہ سمجھتا تھا کہ ایمان لانے کے بعد میں دریا نیل کا پانی پینے کے قابل ہو جاؤں گا یہ خبر نہ تھی کہ میرے اندر ہی انقلاب آ جائے گا اور خود مجھے ہی دریا نیل بنا دے گا۔ میں اب اپنی نظروں میں خود ایک دریا نیل ہوں جو ساری دنیا کی پیاس بجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ خواہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے والے مجھے ویسا ہی کہیں۔ جیسا وہ پہلے سمجھتے ہیں۔

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ایک ہی چیز کی ایک ہی وقت میں دو حقیقتیں ہونا۔ کوئی تعجب انگیز نہیں کائنات کی اشیاء کو

Marfat.com

ہم خاموش یا سرکش دیکھتے ہیں۔لیکن حضور نبی کریم ﷺ ان کو تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔آپ کی نگاہ دوررس میں۔

ہے ذکر تیرا گلشن گلشن سبحان اللہ سبحان اللہ
مصروف ثنا ہیں سرو سمن سبحان اللہ سبحان اللہ

☆☆☆

غنچوں کی چٹک شبنم کی ضیا پھولوں کی مہک بلبل کی نوا
قائم ہے تجھی سے حسن چمن سبحان اللہ سبحان اللہ

(اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

دل اور اس کی قیمت

سر کی بات نہ کر۔ یہ تو دو ڈنڈے کھانے سے بھی جھک جاتا ہے کھڑکی چھوٹی ہو تو اس میں سے گزرنے کے لئے جھک جاتا ہے۔ اس کے جھکنے میں عقیدت کم، فریب زیادہ ہوتا ہے۔ کہیں مطلب نکالنے کے لئے جھکتا ہے اور کہیں دام میں گرفتار کرنے کے لئے جھکتا ہے اس لئے اس کی بات نہ کر۔ دل کی بات کر۔

دل کا حال، کسی صاحب دل سے پوچھ، وہی اس کی شان و شوکت میں لب کشائی کر سکتا ہے، میں کیا جانوں؟ دراصل عنوان ہی غلط ہو گیا دل بیچے نہیں جاتے، پیش کئے جاتے ہیں، دل خریدے نہیں جاتے، بلکہ دل لوٹے جاتے ہیں۔ خرید و فروخت، دربدر بکنے والی چیزوں کی ہوتی ہے، جبکہ دل کہتا ہے۔

تاجر کی جیب سے مجھے قید صدف بھلی
دَر دَر بکوں یہ بات گوارا نہیں مجھے

میرے لئے تو یہ ایک المیہ ہے کہ میں ایک ایسے دل کا مالک ہوں جس کی قیمت ایک دمڑی بھی نہ پڑے۔ تو دوست کے حضور، ایسا دل پیش نہ کر۔ اس کے دربار میں اس دل کی قدر و منزلت ہے۔ جس کی وسعت نے مجھے اور تجھے صاحب حال بنایا اور صاحب دل بھی، اس ذات نے میرے دل کو اپنے گھر سے زیادہ فضیلت دی ہے میرا سارا وجود اور میرا دل اس کے اسرار و رموز کا، انوار تجلیات کا، فیوض و برکات کا گھر ہے۔ جب سے اس نے میرے دل کو اپنا گھر بنایا ہے وہ اسی میں مقیم ہے جبکہ وہ کعبے میں کبھی گیا ہی نہیں۔

خبردار یہ کبھی نہ سمجھنا۔ کہ وہ مجھ سے جدا ہے۔ اللہ نے کعبے کو صرف ایک بار اپنا گھر کہا ہے اور مجھے ہر روز، ہر دن، ہر رات، ہزار بار کہتا ہے۔ لبیک یا عبدی، لبیک یا عبدی۔ اے میرے بندے میں حاضر ہوں، اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔

Marfat.com

اہل دل کی زیارت گویا اللہ کی زیارت ہے، ایسے دل کی اور دل والوں کی دنیا ازلی دشمن ہے۔ دنیا کے جھانسے میں نہ آنا۔ کوئی دل والا تلاش کر۔ ایسے صاحبان دل، اپنی شان و شوکت کی وجہ سے، عیب دار دل بھی خرید لیتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں دنیا داری کے عشق سے بچا، اس کے عشق میں تو عشق، عاشق اور معشوق تینوں فنا ہو جاتے ہیں۔

شیراں والا گیٹ لاہور کے اندر ایک شخص تھا۔ انتہائی ذلیل و کمینہ، بد اخلاق و بدکردار، دنیا کا ہر عیب اس کے ذہن و فکر اور جسم سے یوں چمٹا ہوا تھا جیسے میرے ساتھ مکاری۔

چوری ڈاکہ زنی، راہزنی، زنا کاری، ہر عیب اس میں موجود تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنی معصوم بیٹی کو بھی معاف نہ کیا۔ محلے میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے اس سے نفرت نہ ہو۔ وہ جدھر سے گزر جاتا۔ نفرتوں کے بھبھوکے دماغوں کو شل کر جاتے۔

دنیا فانی ہے۔ ہر کمال کو زوال ہے۔ ہر عروج کو پستی ہے، ہر مسکرانے والے پھول کو مرجھانا ہے، مرجھانے کا وقت آ گیا۔ زوال و پستی نے اپنے دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں اور مرض موت نے اسے اپنے شکنجے میں لے لیا۔ آخری لمحات کے تشریف لانے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا کہ اس کی شریک حیات نے اس کی بیوی نے اسے تلقین کا ایک انوکھا انداز نکالا۔ اس نے سوچا۔ اگر کلمہ طیبہ کا کہا۔ تو کہیں انکار نہ کر دے اور دنیا سے کفر کی سیاہ چادر اوڑھ کر ہی نہ چلا جائے۔

اس نے تمہید باندھی۔ میرے سر کے تاج! بتا اس ساری کائنات میں، سات آسمانوں اور زمینوں میں سب سے بڑا کون ہے؟ اس کے ذہن میں تھا کہ اس آخری وقت میں اگر صرف اتنا ہی کہہ دے کہ اللہ! تو شاید نجات کی کوئی صورت نکل آئے۔

لیکن اس نے اپنی بیوی کا سوال سنا تو جھنجھلا کر بولا۔ کہ تجھے خبر نہیں۔ اس ساری کائنات میں۔ ان سات آسمانوں اور زمینوں میں سب سے بڑا میرا گناہ ہے۔ یہ کہا اور آخری ہچکی لی اور سب سے بڑے پاپی نے سب سے بڑے سخی کے حضور، دل رکھ دیا، ٹوٹا پھوٹا دل، شکستہ خوردہ دل۔

Marfat.com

بیوی پر رقت طاری ہوگئی۔ یہ رقت اس کے مرنے پر غم واندوہ کی رقت نہ تھی۔ یہ رقت تو فرحت وانبساط کی تھی، خوشی ومسرت کی تھی، وہ جھوم جھوم گئی۔

لوگوں کو خبر ہوئی وہ...... مر گیا ہے۔ ابھی نفرتوں، لعنتوں کے ناپاک جھونکے اپنے اثرات مدہم نہ کر سکے تھے کہ ایک صاحب دل کو مالک نے کہا۔ جاؤ میرے اس بندے کا جنازہ پڑھاؤ۔

وہ گھر سے نکلے لوگوں سے پوچھتے۔ اس نام کا اس محلے میں کون شخص ہے۔ لوگ کہتے۔ بابا جاؤ۔ اس کے غسل کی بات نہ کرو خود جا کر غسل کرو کہ اس کا نام لینے سے بھی لوگوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے کسی کی بات پر کان نہ دھرے اور پوچھتے پوچھتے اس کے گھر پہنچ ہی گئے۔ گھر والوں نے انہیں دیکھا۔ تو بیوی کی رقت چیخوں میں بدل گئی۔ لوگ سمجھے اس بدکردار خاوند کے مرنے پر رو رہی ہے۔ لوگ جھلے کیا جانیں کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔ وہ تو خوشی ومسرت سے پاگل ہو رہی تھی۔ کہ اس کے مالک نے اس کے خالق نے، اس کے خاوند کے غلیظ وگندے دل لیکن ٹوٹے پھوٹے دل کی، شکستہ خوردہ دل کی قیمت کیا لگا دی۔ ایک اللہ والے کو جنازہ پڑھانے بھیج دیا۔

واہ سبحان اللہ اے کریم! اور کرم اور کرم اور کرم

Marfat.com

مان اور بغیر دلیل کے مان

اگر دن کا وجود بھی دلیل کا محتاج ہو جائے تو دنیا کی کوئی چیز بھی قابل یقین نہ رہے۔ اگر تو، چاند نہیں دیکھ سکتا۔ تو اتنا تو مان کہ ایک دنیا اسے دیکھ رہی ہے۔

ایک مشرک بادشاہ کے وزیر نے بنی اسرائیل کو تباہ کرنے کے لئے ایک بت بنایا اور ساتھ ہی آگ کا الاؤ روشن کر دیا وہ لوگوں کو حکم دیتا بت کو سجدہ کرو، ورنہ تمہیں آگ میں پھینک دیا جائیگا۔

ایک مومنہ عورت لائی گئی اس کی گود میں ایک بچہ تھا۔ اس نے اپنے دل سے وحدہ لاشریک کی محبت کو جدا کرنا پسند نہ کیا۔ نتیجۃً عورت کا بچہ اس سے چھین لیا گیا اور بچے کو آگ میں پھینک دیا ماں ڈر گئی کانپ اٹھی۔ خوف کی کپکپی اور ڈگمگاہٹ سے ایمان کی دیوار میں ذرا دراڑ آنے لگی۔ تو بچے نے آگ میں سے چیخ کر پکارا اماں، میں مرا نہیں۔ اندر آجا۔ بظاہر میں آگ میں ہوں۔ لیکن آگ سے باہر والوں سے اچھا ہوں۔ اماں! اندر آجا اور سچائی کی دلیل دیکھ۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے عیش دیکھ۔ اندر آ۔ آگ کی صورت میں پانی کی ٹھنڈک دیکھ۔ اماں اندر آ۔ اور ابراہیم کے رب کے راز کو پا۔ جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول کھلا دیئے ہیں۔

اماں! شاید تجھے یاد ہو۔ تجھ سے پیدا ہوتے ہوئے بھی مجھے موت نظر آرہی تھی۔ لیکن جب باہر نکلا تو مجھے دلیل کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ تیرے رحم کی تنگ کوٹھڑی تو قید خانہ تھی۔ پھر دنیا کے وسیع سمندر میں ڈوب گیا۔ اب دنیا کے رحم کی تنگ کوٹھڑی سے اس دنیا کی جنت میں آکر دیکھا۔ تو نظارہ ہی کچھ اور ہے، بظاہر معدوم ہوں۔ لیکن حقیقت میں موجود ہوں۔

اماں! تو نے دنیا کے اس کتے کی طاقت دیکھ لی اب اندر آجا۔ اور رحیم و کریم، قادر و مالک کی قدرت اور طاقت بھی دیکھ لے۔ ہاں اندر آجا۔ اور دوسروں کو بھی اندر بلا لے۔ وہ

Marfat.com

بھی آگ کے اندر اصل بادشاہ کا بچھا ہوا دستر خوان دیکھ لیں۔

اے لوگو! اندر آجاؤ۔ دین کے میٹھے پانی کے علاوہ باقی سب پانی عذاب ہیں۔ عذاب، اس گہرے پانی کے سمندر میں چھلانگ لگا دو۔ تمہاری روح صاف اور لطیف ہو جائے گی۔

اس بچے کی ماں نے بھی آگ میں چھلانگ لگا دی پھر اس نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا۔

لوگوں نے بھی بچے اور بچے کی ماں کی طرح آگ میں کودنا شروع کر دیا۔ وزیر بہت چیخا اور آگ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے بدمزاج آگ۔ تیرے جلانے کی فطرت کو کیا ہوا۔ تو جلاتی کیوں نہیں۔ تو تو اپنے پوجنے والوں کو بھی معاف نہیں کرتی۔ اب تجھے کیا ہو گیا ہے۔

آگ نے جواب دیا۔ یہ مجھ سے نہ پوچھ۔ یہ اس سے پوچھ جو ہر ترش کو شیریں کرنا جانتا ہے۔ جو ہر زہر کو تریاق کر سکتا ہے۔ جو نار کو نور، غیر کو اپنا، خشک کو تر، شر کو خیر، تلخ کو شیریں، نفرت کو محبت اور یاس کو آس میں تبدیل کرنا جانتا ہے۔ میں اس کے حکم کی پابند ہوں۔ تیری نہیں تو ذرا میرے قریب آ اور میرے اندر جہنم کی آگ کی جلن دیکھ۔ میں اس حکم سے تیرے لئے نار ہی ہوں اور انکے لئے نور و گلاب و نسترن کے پھول۔

ہاں میرے دوست! دلیل، ثبوت اور معجزہ نہ مانگ۔ صدیقیت کی دستار کے سب سے اوپر والے پلو کو چوم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح قربان ہونے کے لئے محبوب کی چوکھٹ پر گردن رکھ دے۔ پھر

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۰۸﴾ (الصفت)

کی بہاریں دیکھ

قرآن کے لفظ لفظ کی سچی دلیل ہیں

میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے خدا کی دلیل ہیں

Marfat.com

تہذیب کوئی کر نہ سکے مسترد جسے
انسان کے عروج کی ایسی دلیل ہیں
نبیوں میں ان کی ذات مظفر ہے آخری
لیکن وجود حق کی وہ پہلی دلیل ہیں

Marfat.com

دوست اور اس کی دوستی

گوشہ نشینی اور علیحدگی، غیروں سے ہوتی ہے۔ اپنوں سے نہیں جو درخت اپنے یار (بہار) کا ساتھی ہو۔ وہ سر سے پاؤں تک سرسبز ہو گیا۔ اس کے برگ و بار پر بہار آ گئی۔ ننھی کونپلوں نے سر نکالا اور زندگی کا حسین چہرہ دیکھا پھر آہستہ آہستہ درخت کے سارے جسم پر سبز جوڑا پہنا دیا گیا۔ پھولوں کے ہنستے چہرے دیکھے۔ پھلوں سے درخت کے جسم میں مٹھاس بھر دی۔

کچھ لوگ غیروں کو، بیگانوں کو، اجنبیوں کو، غیر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر ساتھ نہ دے تو اپنے جسم کا حصہ بھی غیر ہی ہوتا ہے۔ یہ اپنے عظیم بھائی سے اپنائیت میں کمی کی وجہ ہی تھی۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لانے والا بھائی خود بھی اس قمیص کی خوشبو نہ سونگھ سکا اور نہ اپنی بینا آنکھوں کے اندھے پن کو دور کر سکا۔ ورنہ قمیص تو وہی تھی۔ جس کی خوشبو، تعلق والوں نے ہزاروں میل سے سونگھ لی۔ انہوں نے نابینا آنکھوں کی بصارت بھی پائی، چین، قرار، سکون، راحت، آرام پایا۔ بلکہ سب کچھ پایا۔

دوستی، فاصلوں سے کم نہیں ہوتی۔ دوستی میں دوری، دوریاں پیدا نہیں کرتی۔ مزید قریب لاتی ہے۔ رات پڑتے ہی اس کی یاد، دروازہ دل کی کنڈی آ کھڑکاتی ہے اوجسم کے ہر حصہ سے بیگانہ کر دیتی ہے اور خود یگانہ بن جاتی ہے۔

تو بھی یار کا ہمراز بن، قریب ہو جا، اندر داخل ہو جا، ورنہ ساری عمر کنڈی کی طرح دروازے کے باہر ہی لٹکتا رہے گا۔

جب تیری قربت کا گماں ہوتا ہے
فاصلے فاصلے نہیں رہتے

ہاں! یار، ایسا نہ ہو۔ جو منزل تک پہنچتے پہنچتے تیری زندگی کا سارا اثاثہ ہی لوٹ کر لے

Marfat.com

جائے۔شاہی محلات میں رہنے والا اور شاہ کی کلائی پر بیٹھنے والا ،شہباز ،راستہ بھٹکا اور ایک بوڑھی عورت کے گھر پہنچ گیا۔احمق اور نادان بڑھیا نے دیکھا تو ٹھنڈی آہ بھر کر کہنے لگی۔کتنا خوبصورت ہے تو لیکن نہ جانے ساری زندگی کن احمقوں اور نادانوں میں رہا ہے۔انہوں نے نہ تیری تربیت کی نہ رکھوالی۔تیرے ناخن کتنے بڑھے ہوئے ہیں تیری چونچ کتنی اندر کو مڑی ہوئی ہے۔

وہ اندر گئی،اپنے خیال احمقانہ سے اس کی اصلاح کرنے کی نیت سے قینچی نکال لائی۔ اور بڑے پیار سے اس کے ناخن بھی کاٹ ڈالے اور چونچ بھی کاٹ کر رکھ دی۔جن سے وہ شکار کرتا تھا۔جھپٹتا،پلٹتا اور اپنا لہو گرم رکھتا تھا۔

بادشاہ اسے تلاش کرتے کرتے بڑھیا کے گھر تک پہنچ گیا۔باز کی حالت دیکھی تو رونے لگا اور کہنے لگا۔تیرے بھاگنے،تیرے بھٹکنے اور راستہ بھولنے کی یہی سزا تھی۔بھٹکنے والوں،راستہ بھولنے والوں کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔اس بوڑھی کمینی دنیا کی طرف جو جھکا وہ ایسے ہی تیری طرح ذلیل بھی ہوا اور رسوا بھی ہوا۔

ہم راستہ بھول گئے۔بھٹکنا خود آپ اپنی جھولی میں ڈال لیا۔حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہوئے۔اس بوڑھی اور کمینی دنیا کے ہاتھوں ذلیل و رسوا بھی ہوئے۔تو حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۲۸﴾ (توبہ) کی صفات والا شاہ ہمیں تلاش کرتا ہوا۔ ہماری حالت زار دیکھ کر رو دیا۔ساری زندگی۔آنسو بہاتا رہا اور کہتا رہا۔تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔اس بوڑھی کمینی دنیا سے بچو۔آجاؤ۔میری پناہ میں آجاؤ۔

اے شاہ! تیری دولت، تیری رحمت ،سلامت رہے۔تو ہم پر رحم فرما۔ہمیں اپنا بنا لے۔ہمیں اپنے کھونٹے سے ہی باندھ کر رکھ۔ہمیں بھاگنے نہ دے۔ہمیں اپنے ساتھ ساتھ رکھ،کہ

رستے میں ہیں جا بجا ٹھگانے والے

اسی شاہ سے یاری لگا۔پھر اس کے ساتھ رہ،اس کی دہلیز پر روتی ہوئی آنکھ رکھ دے۔

Marfat.com

پھر ہنستا ہوا، زمانے کے سامنے آ۔

اس شاہ سے دوستی۔ سب سے بڑا امتحان بھی ہے۔ لوگ تو محبوب کی گلی کے کتے کو بھی پیار کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو خود محبوب ہی میں عیب تلاش کرنے لگ جائے۔ ہاں سن، عیب تلاش کرنے والے غیب جاننے والے کے ہمراز نہیں بن سکتے اور عیب جو لوگ شاہ کے فیض سے محروم رہتے ہیں۔

محبوباں تے نکتہ چینی جیہڑا کرن توں باز نہیں آوندا
اصل منافق جانی اس نوں اوہ جھوٹا پیار جتاوندا
سانوں دسیا عشق دے مفتی جیہڑا مڑ مڑ ایہہ فرماوندا
اعظم جتھے دل لگ جاوے اوتھے عیب نظر نہیں آوندا

بے وفائی، تو کتے کو بھی پسند نہیں وہ اس کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتا ہے۔ خبردار اس کو اپنے لئے پسند نہ کر بیٹھنا۔ شاہ سے دوستی کا دعویٰ اور کالے شیطان سے محبت کی پینگیں بڑھانا۔ تجھے زیب نہیں دیتا۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

محبوب ساتھ ہو تو وہ جہاں بھی ہو گا وہ جگہ جنت ہی ہو گی۔ وہ کنواں ہو یا عزیز مصر کا قید خانہ اگر وہ ساتھ نہیں۔ تو اس کی جدائی جنت کو بھی جہنم بنا دیتی ہے۔

ناک، دراصل وہی ناک ہے۔ جو یار کے کوچے کی بو سونگھ لے اور پھر یار کے کوچے تک لے چلے اگر دوست کی خوشبو نہیں آتی تو انسان ناک ہوتے ہوئے بھی نک کٹا ہی ہے۔

جس نے اس کی خوشبو سونگھ لی۔ واہ سبحان اللہ اس کے رگ و ریشہ میں اسی کی خوشبو سرایت کر گئی پھر کائنات کا رنگ ہی بدل گیا۔ اس کے قرب کی لذت سے جو نشاط اور مستی حاصل ہوتی ہے۔ اس خوشی سے وہ پاگل ہو گیا اس کی راتیں جاگنے لگیں۔ آنکھوں کی پتلیوں میں کوئی یوں تحریر ہو گیا کہ آنکھیں اس کے سوا اب کسی اور کو تکتی ہی نہیں۔ نقش ہستی کا کوئی

Marfat.com

نقشہ نہ دل میں سماتا ہے۔ نہ آنکھوں کو بھاتا ہے۔ اسی کے بول، ہاں صرف اسی کے بول کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ بلبل کی نوا میں وہی نغمہ سرا نظر آتا ہے۔ کلیوں کی چٹک میں بھی اس کا سنوار ہے۔ چاند کی روپہلی کرنوں کی مٹھاس میں بھی اس کی مٹھاس۔ ستاروں کے جگراتوں میں اسی کا انتظار، دم توڑتی راتوں کے آخری دہانے پر آخری چمکنے والا ستارہ بھی وہی۔ چمن میں اونچی ایڑیوں کے بل کھڑے سرو کی طرح اسی کے لئے چشم براہ، شبنم کی نہاتی کلیوں میں نمی، بھیگی پلکوں پر خوشگوار آنسوؤں کا بوجھ، یہ سب کچھ صرف اسی ایک کے قرب و نشاط کی مستی ہے۔

دوست کے گھر جانے والی سڑک کا راستہ لو، دور کا سہی لیکن طلب میں ذوقِ صداقت کی لذت وہیں سے ملتی ہے۔ چلتے پاؤں کی تھکن ایک دن اتر ہی جاتی ہے۔ زمین کھودنے والے کو ایک دن پانی مل ہی جاتا ہے۔

ٹیڑھے میڑھے راستوں کی تھکن کا ذکر ہی کیا۔ سیدھی راہ پر چلنے والوں سے پوچھ لو۔ اس راہ پر چلنا کتنا دشوار ہے اور کتنا لذت افروز اور کیف آور بھی ہے۔

راہ وفا میں ہر سو کانٹے دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے خوش ہی رہے پچھتائے کم

اس سیدھی راہ کی مشکلات کا اندازہ اس سے لگالو۔ کہ اس راہ پر اس سڑک پر، کوئی کوئی نکلتا ہے۔ زیادہ تر دنیا اس راستہ پر چلتی ہے جو بہت آسان ہو۔ یہ راہ سخت کوشوں کی ہے۔ سہل پسند اس طرف نہ آئیں۔

صرف میٹھی میٹھی باتیں سننے کے عادی لوگ کیا جانیں۔ صبر کے میٹھے پھل کے پکنے تک کیا کیا قیامت بیت جاتی ہے اور کتنی کربلائیں آباد کرنا پڑتی ہیں۔ اس راہ پر چلنے والے، دوست کی راہ کی سختیوں کے نیزے اور بھالے سے زخمی ہو کر روتے ہیں تو اجنبی لوگ اس راہ کے اجنبی اس لذت سے نا آشنا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ درد اور کرب کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ نادان اور جھلے لوگ وہ تو دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں بے درد، درد کی لذت کیا جانیں۔

Marfat.com

جس کو پیاس تڑپاتی ہے۔اس کی نظر مشک یا مٹکے پر نہیں ہوتی۔ پانی پر ہوتی ہے تو بھی صرف دوست پر ہی نظر رکھ۔ پیٹ کے بندوں کا قبلہ دستر خوان ہوتا ہے۔جس کی نظر کوٹھے پر ہوتی ہے۔اس کو کوٹھا ہی ملتا ہے۔اور جس کی نظر کوٹھے والے پر ہوتی ہے۔اس کو کوٹھا اور کوٹھے والا دونوں مل جاتے ہیں۔ ایک شخص نے ایک مکان کے حسن و جمال کی بہت تعریف سنی۔ وہ گھر سے نکلا وہ مکان دیکھنے کے لئے لیکن دور دراز کے سفر کے باوجود چوکیدار اور دربان نے باہر ہی روک لیا۔ بیچارہ گھر بھی نہ دیکھ سکا اور سفر بھی بے کار گیا۔اگر گھر والے سے تعارف ہوتا۔اس کو مبارکباد دینے کے لئے گھر سے نکلتا۔تو گھر والا بھی مل جاتا۔چوکیدار بھی نہ روکتا اور گھر والا سارا گھر بھی خود دکھاتا۔گھر والے سے رابطہ پیدا کر۔

دوست کا قرب حاصل کر لینے والا دوست کے بھرے خزانوں سے واقف ہو جانے والا پھر کسی اور کی طرف دیکھنے کو پسند ہی نہیں کرتا۔سمندر کی تہہ میں چھپے خزانوں سے واقف کبھی چھوٹی ندیوں،نالیوں اور نہروں کو اور ان میں پیدا ہونے والے گھونگھوں کو نہیں دیکھتا۔

ایسی نقش ہوئی دل وچ تیری تصویر

ہن نظراں چہ سوہنا کوئی جچدا ای نہیں

میری غیر سے توبہ لیکن میرے کریم! میری توبہ کو بھی کئی بار دشمن کی نظر لگ گئی۔نظر بد لگانے والا شیطان ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔اس کو دفع کرنے کے لئے اپنے قرب کی حرمل کی دھونی عطا فرما۔تو مالک ہے۔تو قادر ہے۔تو بدنظری کو بھی نیک نظری میں بدل سکتا ہے۔

میرے جرم روز افزوں تیرا کرم روز افزوں

میری لاج رکھنے والے تیری بندہ پروری ہے

☆☆☆☆

صورت یار دی ویہندیاں رہنا

ایہہ سب عملاں دی جان اے

Marfat.com

خشکی پر ہزار رنگ سہی لیکن مچھلی کو نہیں بھاتے۔ اگر کوئی مچھلی سے کہے کہ تو پانی سے ایک دن ٹھہر کر مل لیا کر اور کبھی کبھی خشکی کی حسین وادیوں کی سیر بھی کر لیا کر وہ کہے گی۔ میں تیری طرف سے پھینکی جانے والی ان حسین زنجیروں کو جانتی ہوں میں اپنے محبوب سے جدا نہیں ہو سکتی۔ میرا اس کی رعنائیوں سے ابھی جی نہیں بھرا۔ تو شمع کی طرح۔ دوستی میں بھی مکار لگتا ہے کہ وہ پروانے کو پاس بلاتی ہے۔ اپنے قریب لاتی ہے۔ پھر اسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ تیری دعوت میری موت کا چھری کی تیز دھار کے نیچے آنا ہے۔ چل پیچھے ہٹ یہ جال کسی اور پر پھینک۔ تو مجھے بھون بھان کر اپنے پیٹ کے جہنم کی آگ بنانا چاہتا ہے۔ تیری ساری عمر خشکی پر گزری ہے تو آب حیات کی لذت کیا جانے؟۔

صورت یار دی ویہندیاں رہنا

ایہہ سب عملاں دی جان اے

پانی کو دیکھ کر میری وہی حالت ہو جاتی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہوئی تھی۔ سکون مل گیا رات کی نیند، دن کا چین اور آنکھوں کا نور اور بصارت بھی مل گئی۔

بادام کے چھلکے جلنے لگے تو کہنے لگے۔ بھائی! اتنے مہنگے داموں خرید کر بھی ہمیں جلا رہے ہو۔ میں نے کہا۔ تمہاری ساری قیمت، تمہاری اصل ''مغز'' کیساتھ وابستگی کی وجہ سے تھی۔ اور تمہاری ساری ذلت اس سے دوری کی وجہ سے ہے۔ محبوب سے جدا ہونے کی سزا جلنا ہی ہوتی ہے۔

سن! سورج جو ساری دنیا کو چمکا رہا ہے۔ اگر اپنے ''مرکز'' سے ذرا سا بھی ہٹ جائے۔ تو ساری دنیا کو جلا کر رکھ دے۔ مرکز سے دوری اسے اتنا جلا کر راکھ کر دے گی کہ اس جلن سے ساری کائنات ہی جل کر خاک سیاہ ہو جائے۔

نقش اپنے نقاش سے جدا نہیں ہو سکتا۔ نقش کا ایک ایک خدوخال اور اس کا ایک ایک خط، نقاش کے برش کے ایک ایک بال کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ یہی

Marfat.com

وجہ ہے کہ دیکھنے والا۔ نقش کو جس انداز سے بھی دیکھے گا وہ نقاش ہی کی تعریف کرے گا اور بے ساختہ پکار اٹھے گا۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ (آل عمران)

کہ اے تمام نقوش میں رنگ بھرنے والے! تیرے قربان جائیں تیری تخلیق میں سے تو کوئی شے بھی بیکار نہیں ہے تو پاک ہے ہمیں (اپنی دوری کے) عذاب سے بچا۔

اگر نقش اپنی صورت، خود آپ ہی بگاڑ لے۔ تو نہ جانے کتنے عذاب آندھیوں کے بگولوں کی صورت اسے اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

ا۔ لوگوں کی عدم توجہ ۲۔ تنہائی ۳۔ بے کسی ۴۔ ردی کی ٹوکری ۵۔ کباڑ خانہ ۶۔ پھر چولہے کا ایندھن ۷۔ دیا سلائی کی چبھن ۸۔ راکھ کا ڈھیر ۹۔ یہ سارے عذاب صرف محبوب سے تعلق کمزور ہونے اور منقطع ہونے کی سزائیں ہیں۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اپنے آپ کو محبوب کی جدائی کے زکام سے بچا۔ جو اغیار سے خلط ملط ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ محبوب کی بو سونگھ اور غیروں کی طرف اٹھنے والی پلوشن سے بچ۔

ریڈیو اسٹیشن تو سینکڑوں ہیں۔ لیکن اپنا ریڈیو تو وہی آواز پکڑتا ہے جس کی ہمیں خواہش ہے اور جس سے ہمارے دل کو وابستگی حاصل ہے۔

صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔ تو ابھی اپنے گھر واپس آجا۔ زندگی کی شام سے پہلے پہلے۔ تجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ وہ اربوں، کھربوں ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے۔ اور یہ راز سب کو بتا دو۔

ایک قافلہ، ایک سرائے میں آکر ٹھہرا۔ قافلہ والوں نے چاہا رات یہیں گزار لیتے ہیں اندر سے آواز آئی۔ سامان باہر رکھ دو اور خود اندر آجاؤ کہ یہاں اس مال اور سامان کی جگہ نہیں صاف ظاہر ہے جس کو سامان پیارا تھا وہ اندر نہ آسکا۔ اسے باہر ہی سردی میں رات گزارنا پڑی۔

Marfat.com

گھر لوٹ کے آنے والے اغیار سے لوٹا ہوا مال گھر سے باہر ہی رکھ دے۔ کہ اس گھر میں، تیرے اپنے گھر میں، تیرے مالک کے گھر میں، سامان کی کوئی کمی نہیں، وہ ساری کائنات کا بادشاہ ہے۔

یہی وجہ ہے تیرے آخری سفر کے لباس (کفن) میں کوئی جیب نہیں رکھی جاتی۔

صورت یار دی ویہندیاں رہنا
ایہہ سب عملاں دی جان اے

Marfat.com

پرانے یار سے کٹی

حرم کعبہ شریف میں بعد از نماز عصر 6 ذی الحج کو مفتی محمد رحیم سکندری اور دیگر ارباب محبت نے بتایا کہ پرسوں علی الصبح آپ نے منیٰ جانا ہے۔ 8 ذی الحج کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں گے اور 9 ذی الحج کو فجر کی نماز ادا کر کے عرفات جائیں گے اور بعد از زوال مسجد نمرہ میں خطبہ سنیں گے اور ظہر کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز قبل از وقت قصر کر کے پڑھیں گے۔ مغرب کی نماز بروقت ادا نہیں کریں گے۔ بلکہ سورج کے غروب کے بعد وہاں سے مزدلفہ روانہ ہوں گے۔ وہاں جا کر مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں ملا کر ادا کریں گے۔ وہیں سے پتھر چنیں گے اور صبح 10 ذی الحج کو پھر منیٰ میں جا کر بڑے شیطان کو پتھر ماریں گے۔

یہ سارا پروگرام حسب ترتیب چلتا رہتا اور اگر اس میں دو چار عبادتیں اور بھی شامل کر لی جائیں۔ تو کیا فرق پڑ جاتا شیطان اور اس کو پتھر مارنے سے میں سوچ میں پڑ گیا۔ ہیں؟ یہ کیا میں نے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک دوست سے پوچھا۔ تو نے پہلے بھی کبھی شیطان کو پتھر مارے ہیں۔ کہنے لگا ہاں۔ میں نے پوچھا اس نے پھر آپ کو کچھ نہیں کہا وہ سوچ میں پڑ گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن میں تو اس تصور سے ہی کانپ اٹھا۔ میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی میرے ماتھے پر تریلیاں آ گئیں۔ میرا اتنا بڑا دشمن کہ جس کی دشمنی کا آغاز میرے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام اور امی جان حضرت حوا علیہا السلام سے ہی ہو گیا تھا۔

شیطان کو پتھر مارنے سے ٹھٹھکا اگرچہ میں نے اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (یوسف) بڑی سر کے ساتھ ہزار بار پڑھا، سنا اور سنایا لیکن میں نے اس کو اتنا بڑا دشمن سمجھا ہی نہیں تھا۔ شاید اس لئے کہ یا تو میں نے اپنے آپ کو انسان ہی نہ سمجھا تھا۔ کہ اس کو اپنا اتنا بڑا دشمن سمجھتا۔ اپنے جدی پشتی دشمن کو بھی دشمن نہ سمجھنا کوئی انسانیت تو نہیں۔ یا پھر یہ سمجھتا تھا

Marfat.com

کہ اللہ میاں بڑے مہربان ہیں۔ معاف کر دیں گے۔ جبکہ اس خبیث نے نہ تو کبھی کسی کو معاف کیا ہے نہ اس سے معاف کرنے کی توقع ہے۔ آخر اس دنیا میں رہنا ہے، خوامخواہ کسی سے دشمنی مول لینے کی کیا ضرورت ہے تھوڑا بہت تعلق سب سے رہنا چاہئے۔ با مسلمان اللہ اللہ۔ با برہمن رام رام۔ تاکہ شاطر دشمن کوئی چال نہ چل جائے۔

ہمارے محلے میں ایک مائی صاحبہ رہتی تھیں۔ ان دنوں بے نظیر اور نواز شریف کے درمیان خوب ٹھنی ہوئی تھی۔ الیکشن ہوئے مائی صاحبہ ووٹ ڈال کے آئیں۔ تو محلے کی لڑکیوں نے پوچھا: اماں جی ووٹ کس کو ڈالا ہے۔ مائی صاحبہ نے جواب دیا۔ کڑیو کی دساں میرا خاوند نواز شریف کے ساتھ ہے اور بیٹا اوترا نکھترا بے نظیر کے ساتھ ہے۔ میں نے سوچا۔ نہ خاوند ناراض ہو اور نہ بیٹا۔ میں نے پرچی کے دو ٹوٹے کئے ہیں۔ ایک نواز شریف کی صندوقڑی میں اور دوسرا ٹوٹا بے نظیر کی ٹوکری میں ڈال آئی ہوں۔ تاکہ دونوں ہی خوش رہیں۔

جس طرح اس سادگی کی ماری بوڑھی عورت نے ووٹ کا بیڑا غرق کیا۔ میں نے بھی اپنی ساری زندگی کے ووٹ کا یہی حشر کیا۔ شیطانی سوچ ذہن پر ہمیشہ مسلط رہی کہ رحمان بھی ناراض نہ ہو۔ شیطان سے بھی تعلق قائم رہے۔ منہ میں رام رام، بغل میں چھری۔

کوشش کی ہے کہ نماز بھی پڑھ لی جائے کہ لوگ کیا کہیں گے مولوی ہو کر نماز نہیں پڑھتا۔ روزے بھی رکھ لئے جائیں کہ جمعے بھی چمکانے ہیں اور عید بھی بٹورنی ہے اور اپنے آپ کو شیخ، علامہ، مفتی، قاضی اور حضرت صاحب بھی کہلوانا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی خوش رہے اور خوش رہے شیطان بھی۔

بس اسی سوچ اور فکر کے ساتھ ساری زندگی، دوستانہ ماحول میں یا منافقت کے ماحول میں۔ ہر دو طاقتوں سے تعلقات استوار رکھے ہیں۔ اور اپنا کام چلتا رہا۔ اب جب اسے پتھر مارنے کی بات آئی۔ تو احساس پیدا ہوا کہ مکار اور شاطر و چالاک دشمن سے اچانک بگاڑ پیدا کرنے کا آغاز ہو جائے گا۔ اتنے بڑے دشمن کو اچانک پتھر مارنا۔ پھر ایک دو نہیں پورے

Marfat.com

سات پتھر اور مسلسل تین چار دن مارنا۔ اس کو کھلی دشمنی کی دعوت ہے۔ یا اللہ خیر اتنے بڑے دشمن سے ویر مول لے لینا۔ کوئی نیک شگون نہیں لگتا۔ وہ تو میری دکان اور دکان داری سب تباہ کر دے گا۔ میری نیکی و پارسائی کی قلعی کھول کر رکھ دے گا۔ میرے ماتھے کے محراب کی سیاہی کی کالک میرے سارے منہ پر مل دے گا۔ میرا جبہ و دستار تار تار کر دے گا۔ یا اللہ خیر

ادھر اللہ میاں کے گھر بھی آیا ہوا ہوں۔ غلطیوں کی، کوتاہیوں کی معافی مانگ رہا ہوں، عیبوں پر پردہ پوشی کی درخواست کر رہا ہوں۔ نہ جانے کیا کیا مانگ رہا ہوں۔ میرا یہ کام بھی کر دے۔ میرا وہ کام بھی کر دے۔ کیا خبر تھی دو ٹوک فیصلے کا وقت آ گیا ہے۔ یا ادھر ہو جاؤ یا ادھر ہو جاؤ۔ حج بہت مشکل گھاٹی ہے۔ لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔

جب انسان خود بخود یہ فیصلہ کر لے۔ کہ میں اتنی دیر کے لئے اپنے رب کے لئے ہوں۔ یعنی دن میں آدھ آدھ گھنٹہ چار پانچ مرتبہ اس مالک کے لئے ہوں۔ صبح ہی صبح، دوپہر، عصر، مغرب، عشاء باقی سارا وقت اپنے لئے بیوی بچوں کے لئے، خویش و اقرباء کے لئے ہوں۔ خواہشات نفسانی، لہو و لعب کھیل کود، سونے جاگنے، جینے اور مرنے کے لئے ہوں۔ اسی کا نام تو شرک ہے اور اگر اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴿۱۶۲﴾ (انعام) میری نماز، میری قربانی، میری زندگی میری موت، سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ تو اس کا نام توحید ہے۔ ہتھ وی یار دے، دل وی یار دے، اسی کو توحید کہتے ہیں۔

جس شخص کی زبان پر ساری زندگی، اللہ اللہ رہا ہو۔ اور پوری زندگی میں کوئی کام خواہشات نفسانی کے بغیر نہ کیا ہو۔ اس اب اس شخص کے لئے یہ دو ٹوک فیصلے کا دن ہے۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ﴿۵۹﴾ (یاسین)

مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔ آج ہمیں پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ کہ تم میں کون ہمارا ہے اور کون کسی کا بن کر رہا ہے۔

Marfat.com

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ (الرحمٰن)

آج کسی انسان اور جن سے اس کے گناہوں کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا دل خود فیصلہ کر لے کہ وہ واقعی موحد ہے یا غیر کا منہ دیکھتے ہوئے بھی موحد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے دس ذوالحج کے قیامت کے دن میں اور یوم آخرت کے قیامت کے دن میں فرق یہ ہے کہ دس ذوالحج کو واپس لوٹ آنے کا وقت مل سکتا ہے لیکن اس روز واپسی کے سارے راستے بند کر دیئے جائیں گے۔

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ (البقرہ)

میرے لئے یہ قیامت کی گھڑی اس لئے بھی بہت بڑی گھڑی تھی کہ اس فیصلہ پر ایک طرف تو یہ اعلان ہے کہ

ان الحج يغسل الذنوب كما يغسل ما الانس

کہ حج گناہوں کو یوں دھوڈالتا ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔ آج اس طرح ہو جاؤں گا جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہوں۔ اور میری تختی اعمال پر گناہوں کا ایک دھبہ بھی نہیں رہے گا۔ میری فرد عمل پر کوئی ایسی شے نہیں لکھی گئی جو ندامت کا سبب ہو اور دوسری طرف، ساری زندگی پڑی ہے، گزارنے کی، کیسے گزرے گی جہاں قدم قدم پر شیطانیت کی حکومت ہو، وہ کیسے گزرے گی۔

یہ فیصلے کا دن ہے کانپ رہا تھا، لرز رہا تھا، ڈر رہا تھا، اٹھا اور اٹھ کر سیدھا کعبے کے سامنے جا کر کھڑا ہوا۔ کئی پر ندامت تھی۔ آئندہ کی زندگی کا خوف تھا۔ شیطان، دشمن مبین سے مستقل ٹھنی رہنے کا ڈر تھا، اپنی کمزوری اور مغلوبیت کا احساس تھا۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ مجھے اپنی سابقہ زندگی کا ایک ایک گناہ تصویر بن کر نظر آ رہا تھا۔ میں کیا کرتا رہا ہوں۔ اس لئے نہ سر اٹھتا تھا اور نہ آنکھیں، اچانک جیسے کسی نے میرا سر اٹھایا اور اوپر کر دیا۔ آنکھیں کھلیں تو کالے کوٹھے والا میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

غافر الذنب اور قابل التوب مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا تو کب سے لبیک لبیک کہہ کر اپنی

Marfat.com

حاضری کا سارے زمانے کو گواہ بنا رہا ہے۔ جھلے تجھے یاد نہیں جو میری پناہ میں آ گیا۔ وہ بڑی پناہ میں آ گیا۔

پھر تشکر کے آنسو ٹپک پڑے۔ واہ مولا۔ تو واقعی بہت بڑا ہے۔ ہر اذان کے وقت، نماز کے وقت، یا وقت بے وقت، جو اللہ اکبر کہتا تھا تو وہ تو میں بس ایسے ہی کہتا تھا۔ مجھے تیرے اتنے بڑے ہونے کا احساس نہ تھا۔ کہ تو واقعی اتنا بڑا ہے۔

آواز آئی فکر نہ کر اِنِّیْ مَعَکُمْ یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں، ساتھ ہی ساتھ رہوں گا۔ ہمت کر اس رحمت کی پھوار نے مجھے بھگو کر رکھ دیا۔

خوشی خوشی احباب میں آ کر بیٹھ گیا اور بتایا کہ اس نے کہا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا آج عام معافی کا اعلان ہو گیا۔

8 ذوالحج کو دنیا منیٰ میں پہنچنے لگی۔ پانچوں نمازوں میں مقیم ہوتے ہوئے بھی مسافر تصور (Concider) کر لئے گئے۔ نماز قصر پڑھنے کا حکم ہوا۔ مسافروں کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ تم مسافر ہو۔ مانگ لو جو مانگنا ہے۔ 9 ذوالحج کو فجر کی نماز پڑھ کر عرفات کو روانگی کا انتہائی خوبصورت نظارہ تھا۔ قافلہ در قافلہ دنیا روانہ ہو گئی۔ اب تمام راستے، تمام گلیاں، تمام بسیں، کاریں، ٹرالے، تمام مرد، عورتیں، نیک و بد، پارسا و متقی، بدکار و پاپی صوفی و ملا، چھوٹے اور بڑے، مولوی، مفتی، قاضی سب عرفات جا رہے ہیں۔ وسیع و عریض میدان میں ایک لباس ایک زبان، ایک آواز، سب کا رخ، ایک ہی طرف، لبیک اللھم لبیک کی گونج ہے، یوں لگ رہا ہے جیسے

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ (غافر)

"یعنی تمام عرشی مخلوق اور عرش کے قرب و جوار میں رہنے والی مخلوق سب کے

Marfat.com

سب اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہوئے اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعائیں کرر ہے ہیں۔اور کہہ رہے ہیں کہ تیری رحمت ہر شے پر وسیع ہے اور تجھ سے کچھ چھپا ہوا بھی نہیں تو ان سب توبہ کرنے والوں اور اپنے راستے پر چلنے والوں کی بخشش فرما اور عذاب جحیم سے بچا''۔

رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۸ (غافر)

''اے ہمارے رب تو ان کو جنت عدن میں داخل فرما۔جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے اور ان کے آباؤ اجداد بیوی بچے جنہوں نے بھی نیک اعمال کئے ہیں ان سب کو بھی جنت میں داخل فرما بے شک تو عزیز وحکیم ہے''۔

وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۹ (غافر)

''اور ان کو برائیوں سے بچالے اور جس جس کو تو نے برائیوں سے بچا لیا۔ واقعۃً تو نے اس پر رحمت نازل فرمائی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے''۔

نماز ظہر وعصر قصری ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ادا کی گئیں ایک بزرگ نابینا نے مسجد نمرہ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔لوگ حیرت سے کہتے تھے۔دیکھو یہ بزرگ اندھے ہیں۔ جو سالہا سال سے عرفات میں خطبہ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا اس کو اندھا کہتے ہو۔جو ساری دنیا کو راستہ دکھاتا ہے۔بیلیو اندھا تو وہ ہوتا ہے جو اپنا راستہ دیکھنے کے لئے بھی اندھی لاٹھی کا سہارا لیتا ہے۔ وہ بھی اندھا اس کی رہبر ورہنما لاٹھی بھی اندھی اور جو دنیا بھر کے شہنشاہوں، دانشوروں، عالموں، فاضلوں کو بھی راستہ دکھا رہا ہے تم اسے اندھا کہنا چاہتے ہو۔تو کہہ لو میں تو نہیں کہتا میں تو اندھا اس کو کہوں گا جو آنکھیں بھی رکھتا ہو اور سیدھا راستہ بھی نہ دیکھ سکے۔اس اندھے کے متعلق مستقل گواہی ہے۔

وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى (اسراء:72)

Marfat.com

"جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا"۔

جبل رحمت سے رحمت کی پھوار پھوٹی۔ فرشتوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ شکر و سپاس کے نغمے گونجے، لنگر تقسیم ہوئے، دعوت عام ہوئی، شام ہوتے ہی روانگی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ اور رات کو مزدلفہ پہنچ گئے۔ اب تمام قافلوں کا رخ مزدلفہ کی طرف ہو گیا۔ ہزار رنگ کا اختلاف ہو۔ زبان کا اختلاف ہو، مزاجوں، مذہبوں اور فرقوں کا اختلاف ہو، اس کے باوجود اس طرف رخ کرنے میں کوئی اختلاف پر آمادہ نہ ہوا۔ مزدلفہ پہنچے مغرب و عشاء پڑھی، پتھر چن لئے گئے، دوسری صبح جلد از جلد منیٰ کو روانہ ہو گئے۔

فطری تقاضا ہے مجھ پر شیطان کا خوف پھر طاری ہو گیا۔ سب سے بڑا ویری دشمن۔ وہ مجھے اپنے وسوسوں اور خباثتوں سے ڈرا رہا تھا۔ میں دیکھوں گا۔ تم کیسے رسم و رواج سے آزاد ہو سکتے ہو۔ میں تجھے دیکھ لوں گا۔ تو کیسے جھوٹ نہیں بولے گا۔ بچو! ذرا چل سہی پاکستان۔ دیکھنا تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔ تیری حاجی نمازی کی ٹوپی ہوتے ہوئے بھی تجھے پاک وصاف رہنے دیا تو مجھے شیطان نہ کہنا۔ میں تیری نماز میں بھی گھس آؤں گا۔ تیرے خیالات منتشر کر کے نماز میں ہوتے ہوئے رونے کا پول کھول دوں گا۔ تجھے تیرے بیٹوں، بیٹیوں، دوستوں رشتے داروں، محلے داروں سے ہار پہنوا کر بھی حاجی نمازی رہنے دیا۔ تو میرا نام ابلیس نہیں۔ میری ہزار چالیں ہیں۔ تیرے جسم میں تیرے خون کی طرح دوڑوں گا۔ تیرے رزق حلال کو حلال رہنے دوں گا تو مجھے پکڑ لینا۔ تیری اس پاکیزگی کی دستار کے نیچے اپنی وارثت تکبر و غرور کی سڑاند نہ بھر دی۔ تو کہنا میں شیطان ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔

دوسری طرف حاکم تھا۔ حکم احکم الحاکمین تھا۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ (الفلق) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾
(الناس) فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ (النحل)

میں نے اپنا رخ سیدھا اس کی طرف کیا۔ میں کمزور انتہائی کمزور شخص دو طاقتوں کے درمیان پسا جا رہا تھا۔ کہتے ہیں جو دو دھڑوں میں سب سے کمزور ترین دھڑا ہو۔ اس کا کوئی

Marfat.com

اور ہو نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ضرور ہوتا ہے۔ اس کمزور ترین دھڑے نے اس کی پناہ مانگ لی۔
جو ہر بے کس کا کس ہے۔ جو ہر بے بس کا بس ہے۔

پھر اس نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا اور میں نے بھر پوری طاقت کے ساتھ ٹھوک ٹھوک کر نشانے پر پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ تیری ایسی کی تیسی۔ ایک دو، تین، بس چل سو چل پورے سات پتھر مار دیئے۔

مجھے ٹھنڈ پڑ گئی، سکون مل گیا، انتظامیہ کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر سے مختلف زبانوں میں اعلان ہو رہا ہے۔ حضرات جمرات کو، شیطانوں کو، ان پتھروں کے سوا کوئی اور چیز نہ ماریں۔ ورنہ بیچارے مر جائیں گے۔ آخر اس نے بھی زندہ رہنا ہے۔ تصویر کائنات میں رنگ بھی اسی سے ہے۔

Marfat.com

مولا کی دین کے انوکھے انداز

ماں کی چھاتی کا دودھ۔ پینے والے بچے کے بغیر بیکار ہے۔ بچہ نہ ہو تو اس کی چھاتی سے بہنے والے رحمت کے دھارے خشک ہو جائیں۔ بچے کو دیکھتے ہی رحمت خود بخود جوش میں آ جاتی ہے۔ مجبور و بے کس، بے دست و پا کو جلدی سے اٹھاتی ہے اور سینے سے چمٹا لیتی ہے۔ یہی اس کی دین ہے، عطاء ہے، کرم ہے، فضل ہے۔

ٹونٹی میں پانی کہاں سے آتا ہے یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔ جس پر بورڈ بٹھایا جائے صاف ظاہر ہے ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ جس ٹینکی سے جس نل سے وہ وابستہ ہے وہیں سے آتا ہے۔ ماں کی مقدس چھاتی سے ابلتے چشموں کا تعلق بھی۔ اسی ٹینکی سے ہے۔ جس کی عطاء اور دین بہانہ اور قیمت نہیں مانگتی، بہانہ مانگتی ہے، لیکن کبھی کبھی بہانہ بھی نہیں مانگتی۔ کہ روئے تو دوں۔ چیخے چلائے تو عطا کروں، بلکہ سمندر کی لہریں جب بھی جوش میں آ جائیں بے طلب، بن مانگے بھی عطا سے جھولی بھر جاتی ہیں اور آج ہمارا یہی موضوع ہے۔

ایک بدوی، ایک مسافر، تھکا ماندہ، پیاس بجھانے کے لئے کنویں پہ جاتا ہے۔ تو اسے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا عظیم الشان تحفہ مل جاتا ہے۔ وہ اتنا حسین و جمیل، اتنی مقدس پیشانی، کہ دامن نچوڑ دیں۔ تو فرشتے وضو کریں، مل گیا تو خوشی پر ضبط نہ کر سکا۔ بے ساختہ پکار اٹھا یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ قافلے والو، مبارک ہو، دیکھو دیکھو یہ کتنا خوبصورت بچہ ہاتھ آ گیا۔ چونکہ صرف بصارت رکھتے تھے اور بصیرت سے محروم تھے۔ اس لئے پہچان نہ سکے۔ کہ یہ لڑکا کون ہے۔ پھر انہوں نے بھی اس کی قیمت چند کھوٹے سکے لگا دی۔ واہ مولا، تیری دین کے صدقے جائیے دینے پر آئے تو ایسوں کو بھی عطا کر دے جن کو اس عطا کی قدر و منزلت کا احساس ہی نہ ہو۔

باز تو دانے کو پکڑنے اور دانے کو شکار کے لئے جھپٹا تھا۔ دانے کے آس پاس کوئی شاہ کا

Marfat.com

بندہ جال لگا کر بیٹھا تھا۔ اس نے نیچے آنے والے کو اٹھایا اور شاہ کی کلائی پر جا بٹھایا۔ اب وہ دانے کی تلاش کے عذاب سے بچ گیا اور ہر نعمت اس کے آگے ڈھیر ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ جب کی بات ہے جب وہ ابھی "رضی اللہ عنہ" کے اعزاز کے حامل نہ ہوئے تھے۔ شہنشاہ خوبان ارض و سما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے گھر سے نکلے تھے۔ غصے سے ذہن کی بھٹی ابل رہی تھی۔ آگ تھی ایک آگ، جو انہیں جلائے جا رہی تھی۔ دشمن کو بھسم کر دو۔ ختم کر دو، ان کے کانوں میں اپنے ہی دماغ۔ سے حکم جاری ہوتے۔ سنائی دے رہا تھا وہ اتنی جلدی میں تھے کہ انہیں ہوش ہی نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ ہاں وہ سیدھے رحمت کی آغوش میں اچانک جا پہنچے۔ یہ عمل اتنی سرعت میں ہوا۔ اتنی جلدی ہوا کہ شاید انہیں بھی خبر نہ ہو یہ اچانک کیسے ہوا۔ آگ کے ابلتے لاوے سے اچانک رحمت کے فوارے کہاں سے پھوٹنے لگے۔ سبحان اللہ

حضرت آدم علیہ السلام میرے ماں باپ میری ساری اولاد، میری ساری عزتیں، اور میری ساری شانیں آپ پر میرے ابا جان پر، لاکھوں اور کروڑوں بار نثار ہوں۔ آپ گندم کے دانے کی طرف لپکے اور انسانوں، ہاں بے حد و حساب انسانوں کا ایک گچھا ہاتھ آ گیا اور اس گچھے میں گندا مال بھی تھا۔ لیکن جو کھرا مال تھا وہ اتنا کھرا تھا کہ فرشتوں کی سرداریوں کا تاج پہننے والا بھی۔ ساری زندگی ان کی نوکریاں کرتا رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کی تاریکی میں ٹھٹھرتی سردی میں، سنسناتی ٹھنڈی ہوا سے بچنے کے لئے اپنے گھر والوں کو بچانے کے لئے آگ لینے گئے۔ کہتے ہیں، آگ لینے آئی، گھر والی بن بیٹھی، آگ لینے گئے تھے کہ آگ والا آگے بڑھا، استقبال کیا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہنے لگا۔ اَنَا رَبُّكَ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ (طٰہٰ) اپنے جوتے اتارو، اب تم ایک انتہائی مقدس اور پاک وادی میں داخل ہو چکے ہو۔ اب تم ہماری رحمت، ہماری دین، ہماری عطاء کے پورے حصار میں ہو۔ اور ہمارے گھر کا یہ اصول ہے۔

Marfat.com

قدغن ہے کہ اس کوچے میں کوئی آنے نہ پائے
آ جائے اگر کوئی، تو پھر جانے نہ پائے

لو اب آگ ہی نہیں، آگ والا بھی تیرا ہے۔ تیرے ساتھ ہے، سرداریوں کا تاج، کلیمی کا سہرا، زور و طاقت کا ڈنڈا، روشنی پھیلانے والے ہاتھ۔ مطلوب کے حصول کی لذت میں خلوص کی انتہا ہو۔ تو کبھی کبھی اس کی دین اور انتہا کی کھڑکی کھل جاتی ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح اس لگن میں، وہ پتھر مارے جا رہا تھا کہ چشت اہل بہشت کے ایک سردار حضرت شمس العارفین وہاں سے گزر رہے تھے۔ ایک پتھر انہیں جا لگا۔ آپ نے دیکھا یہ پتھر ایک بچے کی طرف سے آیا ہے۔ آپ نے اسے بلایا۔ وہ ڈرتا ہوا سہما ہوا قریب آیا اور معذرت کرنے لگا۔ حضور! میں نے آپ کو پتھر نہیں مارا۔ میں تو بیری کے درخت کو مار رہا تھا حضور میں بے قصور ہوں۔

آپ نے پوچھا بیری کو کیوں مار رہے تھے کہنے لگا سرکار بیر کھانے کے لئے، آپ نے فرمایا: اچھا تو بیری کو پتھر مارے تو وہ تجھے کھانے کو میٹھے میٹھے بیر عطا کرے اور اگر شمس العارفین کو مارے تو شمس العارفین تجھے کچھ نہ دے۔ سینے سے لگایا تو سینے کے سمندر سے چند ہیرے، چند موتی، چند لولوٴ، چند مرجان، اس کے خالی سینے کے سمندر میں ڈال دیئے۔ کہ چل کیا یاد کرے گا، دریا اگر نہروں کے خالی دامن بھر دیتا ہے۔ تو اس کے خزانوں میں کیا کمی آ جاتی ہے۔ سخی کو سائلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ سخاوت، بھکاریوں کی محتاج ہوتی ہے۔ بھکاری نہ ہوں۔ تو وہ سخی کیسے کہلائے اس لئے سخی اگر کسی وقت سوالی نہ ہو۔ تو خود سوالی پیدا کر لیتے ہیں۔ یہی ان کی دین اور عطا کا ایک انوکھا انداز ہے۔

سید محمود شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کروڑ پکا میں کروڑوں کو نواز رہے ہیں۔ اے میرے مالک! ان کے مزار کو انوار تجلیات سے لبالب بھر دے، راقم سے کہنے لگے۔ جاؤ، حضرت شیخ القرآن مولانا علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی سے دورۂ قرآن ہی پڑھ لو۔ عرض کی

Marfat.com

حضور وہ ٹھیک آدمی نہیں ہیں۔ میں انہیں پسند نہیں کرتا۔ فرمانے لگے چلو۔ آدمی ٹھیک نہ سہی۔ علم وعرفان کی دنیا کا بادشاہ تو مانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں فرمانے لگے جاؤ۔ یوں سمجھ لینا۔ کہ علم کا موتی ہے۔ جو ہزاروی کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پڑا ہے۔ اٹھانے جا رہا ہوں۔ اس بات نے دل پھیر دیا۔ کہ ہیں؟ اللہ والے عجز وانکساری میں اس حد تک اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں۔ گلیوں کے روڑے کوڑے سے وہ محل پر کس طرح چڑھ جاتے ہیں۔ یہ عقدہ اسی دن حل ہو گیا تھا۔

عبدالحق ظفر نے اجازت طلب کی۔ جو مل گئی بستر باندھا۔ وزیر آباد پہنچا۔ سبحان اللہ۔ وہاں تو گلزار کھلے ہوئے تھے۔ موتیا، چنبیلی، نرگس، گلاب، نسترن ، مجھے تو نام بھی نہیں آتے کیسے کیسے علم وفضل کے۔ حقائق ومعارف کے اسرار ورموز کے گلزار کھلے ہوئے تھے۔ کیا لینے گیا تھا کیا مل گیا۔ آنکھوں کے خشک کٹورے بھیگنے لگے۔ بھیگتے بھیگتے بھرنے لگے۔ اور آج تک بھرے ہوئے ہیں۔ زمانے کی تلخیوں کی کڑواہٹ انگ انگ میں بھری ہوئی تھی۔ نظر کرم کے شیرے بھری توجہ نے ایسی مٹھاس بھر دی۔ کہ سبحان اللہ۔ دامن دل۔ علم کی عین سے بھی خالی تھا اور ہے۔ پھر بھی علماء کی نظر میں محبتوں اور نوازشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ جو آج تک لگے ہوئے ہیں۔ قدم اٹھتے ہیں دنیا راستہ دیتی ہے۔ پہلے صرف عبدالحق ظفر تھا اب چشت اہل بہشت میں شامل ہو کر عبدالحق ظفر چشتی بن گیا۔

ان کی عظمتوں کو سلام ان کی تربت کو سلام

اے نوازنے والے، کمتروں، حقیروں اور پر تقصیروں کو نوازنے والے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

Marfat.com

انسان اور گدھا

ایک شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے۔ ایک آدمی ڈر کر بھاگا اور کسی گھر میں گھس گیا۔ صاحب خانہ نے صورت حال سے واقف ہو کر کہا۔ تم گدھے تو نہیں۔ تم تو انسان ہو تم کیوں ڈرتے ہو۔ اس نے جواب دیا بادشاہ ظالم ہے اور پکڑ دھکڑ کرنے والے بھی۔ اس کے ظلم کی پٹی اپنی آنکھوں پہ باندھے گدھوں کو پکڑ رہے ہیں اور وہ اس کام میں اس قدر سرگرم ہیں کہ سوچتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی گدھا سمجھ کر پکڑ کر لے جائیں۔ جب سردار اور بادشاہ لوگ بے تمیز اور بے شعور ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گدھے کے ساتھ گدھے والے کو بھی گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

صاحب خانہ نے کہا۔ تو عیسیٰ صفات انسان بن، خرِ عیسیٰ نہ بن تیرا مقام بھی چوتھا آسمان ہو سکتا ہے۔

دنیا میں انسان دو طرح کے ہیں۔ ہدایت دینے والے ہدایت پانے والے۔ ہدایت دینے والے ھادی و راہبر حضرات کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ عظمت کا مینار ہیں اور ہدایت پانے والے بھی ان سے ہدایت پا کر اور ہدایت یافتہ ہو کر هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ کی سند حاصل کر لیتے ہیں اور جو انسان ان ہر دو قسم کے انسانوں سے الگ ہو کر زندگی گزارتے ہیں وہ انسان نہیں گدھے ہیں۔ بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ ان سے بھی بدتر۔

یہ ضروری تو نہیں کہ جو بھی اصطبل میں داخل ہو وہ گدھا ہو۔ وہ داروغہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ داروغہ اصطبل میں تو ہے۔ لیکن گدھا نہیں۔ اللہ والے دنیا میں تو رہتے ہیں لیکن دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا دار نہیں ہوتے۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے تصدق میں آپ کی امت میں ظاہری مسخ نہیں ہوتا۔ البتہ باطنی مسخ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی انسان کی ظاہری شکل، سور، بندر، گدھا، نہیں بنتی

Marfat.com

البتہ دل، سور، بندر اور گدھے ۔۔ تے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے دلوں والے اپنے دلوں جیسی شکلیں اختیار کر لیں گے۔ الامان والحفیظ

یہودیوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہیں کریں گے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عہد شکنی کے اس بدترین فعل کی سزا میں انہیں فرمایا:

كُونُوا قِرَدَةً خٰسِئِينَ ﴿۶۵﴾ (البقرہ)

تو پھر ایسا ہی ہوا۔ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں اور ان کے چہروں کی ساخت بندروں جیسی، ذلیل بندروں جیسی ہو گئی۔ الامان والحفیظ

جب انسان کا دل، گدھا یا بندر بن جائے۔ یا کوئی درندہ صفتی اور کوئی حیوانی صفت اختیار کر لے تو وہ حقیقی بندر سے بدتر بندر، حقیقی سور سے بدتر سور اور حقیقی گدھے سے بدتر گدھا بن جاتا ہے۔ چہرے کے حسن اور خوبصورتی سے دل کی اہمیت زیادہ ہے۔ اصحاب کہف کے کتے کا دل بھلا تھا۔ اس کے بھلے دل ہی کی وجہ سے آج تک کسی نے بھی۔ اس کی صورت کتے جیسی ہونے کی وجہ سے کوئی عیب نہیں لگایا اور نہ اسے آج تک کسی نے کتا سمجھ کر دھتکارا ہے۔

جسمانی مسخ کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہوتی تھی کہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں اور ایسی حرکتیں کرنے سے باز آ جائیں۔ کہ جس سے چہرے کو مسخ کرنے اور شکل بگاڑ کر رکھ دینے تک نوبت جا پہنچے۔ ویسے باطنی طور پر مسخ شدہ لاکھوں ہزاروں لوگ ہمارے اردگرد ہمہ وقت پھرتے رہتے ہیں۔ جو عہد شکنی کی وجہ سے بندر، سور یا گدھے بنے پھرتے ہیں۔

انسان درحقیقت وہی انسان ہے۔ جو کل کی فکر کرے دور اندیشی یہی ہوتی ہے۔ کہ اپنی نظر اور فکر اور سوچ قریب تک ہی محدود نہ رکھے۔ بلکہ آنیوالی ہر منزل کو پاؤں کی ٹھوکر سے راستے سے ہٹائے اور اس سے اور آگے کی منزل کی جستجو کرے۔ اپنے کیئے پر احتساب کرتا رہے۔ اگر انسان ہر روز اپنے احتساب کا سلسلہ جاری رکھے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ روز کا

Marfat.com

حساب مکمل کر لینے کی وجہ سے کل کے احتساب۔ یعنی محشر کے حساب کی فکر سے آزاد ہو گیا۔ یہی دور اندیشی ہے۔ یہی پیش بندی ہے اور یہی انسانیت ہے۔

ایک خچر نے ایک اونٹ سے کہا۔ میں اکثر سفر میں اونچے نیچے راستوں میں منہ کے بل گر پڑتا ہوں اور تم ہر قسم کے نشیب و فراز سے آسانی کے ساتھ گزر جاتے ہو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور گردن ابھار کر دور تک دیکھ لیتا ہوں۔ تیری نظر بالکل تھوڑے فاصلے پر رہتی ہے۔ تیری یہی کوتاہ نظری ہی تیری ٹھوکروں کا سبب ہے۔

انسان میں اگر دور اندیشی، پیش بینی اور مستقبل کی فکر، روز محشر کا خوف، اپنے کئے کا حساب کتاب دینے کی فکر نہ ہو۔ بلکہ آج ہی کی فکر کرے۔ نفع و نقصان کے ترازو کا پلڑا صرف اپنی ذات کی طرف جھکا کر رکھے تو بتاؤ۔ انسان میں اور گدھے میں کیا فرق رہ جائے گا۔ قرآنی فیصلہ یہ ہے کہ

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (اعراف:179)

''کہ وہ حیوانوں کی طرح ہیں۔ بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر، پھر قدم قدم ٹھوکریں''۔

گدھے کی سوچ صرف اپنی ذات تک محدود ہے۔ پیٹ، پیٹ، پیٹ حتیٰ کہ اسے نہ گھر کی فکر ہے۔ نہ چھت کی، کہ اس کی سوچ ہی اتنی محدود ہے۔ اگر وسیع النظر انسان، ساری کائنات، آسمانوں کی رفعتوں، زمین کی پستیوں، سمندر کی گہرائیوں، پہاڑوں کی بلندیوں تک نظر پہنچانے کی بجائے۔ پیٹ، پیٹ، پیٹ، پیٹ کرتا پھرے۔ تو بتاؤ کیا واقعۃ قرآنی فیصلہ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (اعراف:179) کے زمرے میں نہ آئے گا۔

گدھا اپنے مالک کو پہچانے نہ پہچانے۔ اس کا حکم ضرور مانتا ہے۔ اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم رکھ دیتا ہے۔ انسان۔ تیری انسانیت یہ ہے کہ تو اپنے مالک کو پہچان بھی اور اس کے حضور سر کو بھی جھکا دے۔

Marfat.com

جیسے قربانی کے جانور پر تکبیر پڑھ کر چھری پھیر دی جاتی ہے۔ تو بھی تکبیر تحریمہ پڑھتے ہوئے۔ اپنے نفس امارہ پر چھری پھیر دے۔ اپنے آپ کو انسانیت کی معراج، حضرت ابراہیم خلیل اللہ سمجھ اور نفس کو اسماعیل پھر چھری پھیر دے۔ تیری یہ کیفیت، تیری یہ حالت، تیرا مالک دیکھ کر فوراً پکار اٹھے گا۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ (الصافات)

جب تو اس کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ سارا دن ادھر ادھر منہ مارتا پھرتا ہے۔ جب مالک کے حضور، حالت قیام میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تو سورہ فاتحہ کی صورت میں مالک کی عظمت کا اعتراف کر لیا۔ اپنی بے بسی و بے کسی بھی دکھا دی۔ راہ کا طالب بھی ہوا۔ اچھوں اور بروں کی تمیز کا اظہار بھی کر دیا۔ تو وہ پوچھتا ہے کہ سب کچھ جانتے پہچانتے ہوئے بھی فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (الانعام) کہاں بھٹکتے پھرے ہو۔ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (التکویر) کہاں گئے ہوئے تھے۔ تو ندامت سے رکوع میں جھک جاتا ہے۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔ کوئی عذر پیش نہیں کرتا۔ بس اپنے مالک کی عظمت کے اعتراف کے سوا کوئی حرف زبان پر نہیں لاتا۔

وہ کہتا ہے۔ رکوع سے اٹھ، اٹھ جاتا ہے اور کھڑا ہوتا ہی شرم وندامت کے ساتھ مزید جھک جاتا ہے۔ بلکہ زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور سر سجدے میں رکھ دیتا ہے، پھر وہی بات، مالک کی عظمت، کبریائی، بڑائی اور پاکیزگی کا اعتراف، عذر بھی کرے تو کیا کرے۔ بہانہ کرے تو کیا کرے وہ سب جانتا ہے۔

وہ پھر کہتا ہے، اٹھ، اٹھ جاتا ہے۔ لیکن شرم وندامت اور خفت اسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ پھر سر زمین پر رکھ دیتا ہے۔ پھر وہی بات، بار بار وہی بات کہتا ہے۔ مخاطب نہیں ہوتا کہ جرات تخاطب ہی نہیں۔ بس یہ کہتا ہے۔ میرا پالنے والا، ایسا ہے میرا پالنے والا ایسا ہے، پاک ہے اور ایسا پاک کہ جاری پانی بھی کیا ہو۔ ہزار گندگی اس میں پھینک دی جائے وہ پھر بھی پاک، وہ پالنے والا اور ایسا پالنے والا کہ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود:6)

"کہ کوئی دنیا میں ایسا نہیں۔ جس کا رزق اس کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ وہ اعلیٰ ہے اور ایسا اعلیٰ کہ ساری بلندیاں اور رفعتیں اس کی مرہون منت"۔

وہ پھر کہتا ہے، اٹھ، اٹھ جاتا ہے اور قعدہ میں یہ راستہ بتانے والے کے حضور، سلام عرض کرتا ہے۔ اے میرے قریب ترین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سب کی خبریں رکھنے والے۔ بھاگا ہوا غلام، سلام عرض کرتا ہے تجھ پر سلام ہو، تجھ پر درود ہو۔ تیری آل اولاد کی خیر ہو۔ تیرے آباؤ اجداد، تیرے ابراہیم، تیرے ابراہیم کے گھر والے۔ اس کے ماننے والے اس راہ پر چلنے والے۔ سب پر سلام ہو، صلاۃ ہو برکتیں ہوں۔

وہ فرماتے ہیں اب مانگ، کیا مانگتا ہے۔ پھر حوصلہ پا کر دست طلب دراز کرتا ہے۔ ہاتھ اٹھانے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ سر جھکا ہوا ہے۔ نظر سینے میں بسنے والوں پر ہی جمی ہوئی ہے۔ کہ ان سے تعلق نہ ٹوٹے۔ بڑی سرکار میں درخواست بھی ہو جائے۔ بخشش مانگی، اپنی، اپنی اولاد کی ماں باپ کی۔ سارے دینی بھائیوں کی، قیامت تک کے لئے مانگ لی۔ یوم یقوم الحساب تک مانگ لی، سکون ہوا، چین ہوا، ان کیفیتوں سے باہر نکلا۔ دائیں بائیں طرف کراما کاتبین لکھنے والے، بزرگان دین، اسلاف و اخلاف، جو اس پر ایسی حالت میں پڑنے پر رشک سے نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ پھر ہاتھ اٹھا دیئے، پھر مانگا، حسب خواہش، حسب طلب اور حسب ظرف مانگا اور انسانیت کی معراج عظمت پر فائز ہوا۔

اللھم اجعلنا منھم

Marfat.com

زیارت قبور

اوران سے فیوض وبرکات کاحصول

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ جنت کے باغوں میں جانے، ان کی سیر کرنے، ان کی زیارت کرنے، ان سے لطف اندوز ہونے، مشام جان ایمان کو مشکبو کرنے کو کس کا جی نہیں چاہتا۔ پھل پھول کی چاہت، زندگی اور تازگی کی علامت ہے۔ ہر زندہ شخص، زندہ دماغ اور زندہ سوچ وفکر رکھنے والا پھلوں اور پھولوں کے باغات کی طرف کھنچتا ہی رہتا ہے اور یہی اس کی زندگی کی علامت ہے۔

گنہگار سے گنہگار بھی جہنم سے ڈرتا ہے، بھاگتا ہے، کانپتا ہے، جس کو احساس ہے کہ میں نے پوری زندگی، گناہوں کی دلدل میں گزاری ہے۔ وہ بھی اس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے دے تو سب سے پہلے جہنم اور جہنم کے گڑھے میں گرنے سے بچنے کی دعا کرتا ہے۔

جنت اور جہنم عالم برزخ اور روز حشر کے حساب وکتاب سے فراغت کے بعد جزاء وسزا کے طور پر ملنے والے اجر کا نام ہے۔ وہ خوش نصیب! جن سے خالق کائنات، قادر مطلق، رحیم وکریم، ستار وغفار راضی ہوا۔ ان کو انعامات واکرامات کے طور پر جنت اور جنت کے اعلیٰ مقامات حسب مراتب عطا فرمائے گا اور جو بدنصیب اس کی رضاء وعطاء کے زمرے میں آنے سے محروم ہوئے۔ ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھلنے کے لئے جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ (الامان والحفیظ)

کس قدر خوش بختی یا بدبختی کی بات ہے کہ عالم برزخ کا عرصہ جو نہ جانے کتنی صدیوں یا قرنوں یا نوری سالوں تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ عرصہ کسی کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے اور کسی کے لئے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جائے۔ حشر

Marfat.com

کے بعد تو جو ہونا تھا۔ ہو جاتا، کم از کم یہ عرصہ کچھ ایسے ہی گزر جاتا۔ جس میں جنت و جہنم کا ذکر نہ ہوتا لیکن وہ ذات باری تعالیٰ جس کی حکمتیں انسانوں کی ساری دانائیوں پر حاوی ہیں وہ ہی بہتر سمجھتا ہے۔ اس لئے اس نے یہ عرصہ بھی کار محض نہ جانے دیا۔ بلکہ اپنے چاہنے والوں کو ان کی برزخی زندگی میں ہی نعمتوں سے نوازنا مناسب سمجھا اور منکروں کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کی قبروں کو جہنم کا گڑھا بنا دیا۔

میں پورے یقین کامل کے ساتھ چشم تصور سے دیکھتے ہوئے اس وقت کوہ احد کے دامن میں پہنچ گیا ہوں۔ ہاں! یہ وہی احد ہے۔ جو میرے کریم آقا، تیرے آقا، ساری کائنات کے آقا، اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پیار کرتا ہے اور اس کی محبت یک طرفہ نہیں۔ بلکہ اس کا محبوب ﷺ اس کی محبت کی قدر کرتے ہوئے اس سے بھی پیار کرتا ہے۔ اس پہاڑ کے ایک دامن میں کچھ عظیم شخصیتیں آرام فرما ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وہ ایک یا دو نہیں۔ تقریباً ستر کے قریب ہیں۔ ان میں ان تمام کے سردار بلکہ تا قیام قیامت اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہونے والے سبھوں کے سردار۔ یعنی سید الشہدا شہیدوں کے سردار حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرام فرما ہیں۔ کوہ احد کے محبوب اور میرے تیرے محبوب، محبوب رب کائنات ﷺ ان عظیم شخصیتوں کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ جن کی قبریں، جنت کے باغوں میں سے ہیں۔ ان کے بلندیٔ درجات کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

ان کی قبروں پر جا کر دست دعا پھیلانے والا وہ ہے۔ جس کے قدموں کو چومنے والے ذرے بھی جنت کے باغوں میں باغ کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب وہ خود چل کر ان جاں نثاروں کی جان نثاری کی قدر کرنے ان کی وفاؤں کا صلہ دینے گیا ہوگا تو احد فرط جذبات سے مچل نہ گیا ہوگا۔ اس پر یقیناً وجد طاری ہو گیا ہوگا۔ ہاں ہاں۔ وہ جھوم جھوم اٹھا تھا۔ زہے نصیب! احد! تیری قسمت پر ساری کائنات کی خوش نصیبیاں نچھاور کر دوں۔

اے میرے آقا کے جاں نثارو! اے جنت کے باغوں کی شان والی قبروں میں لیٹنے

Marfat.com

والو! تم کو سلام! اے ان ستر جاں نثاروں کے سردار۔ میرے کریم آقا کے عم محترم! میں نے سنا ہے۔ آپ کی بڑی شان ہے جو دنیا کے تمام آستانوں کا ٹھکرایا ہوا، درکارا ہوا، اور نکالا ہوا ہے۔ جس کی کوئی جائے پناہ نہ ہو۔ وہ اگر آپ کی قبر انور پر آئے سلام نیاز و محبت پیش کرے اور آپ کرم فرمائیں اور آپ کی وساطت سے آپ کے پیارے بھتیجے۔ نہیں نہیں، بلکہ جن کو آپ نے اپنا رسول مانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائے تو وہ اس کو کبھی مایوس نہیں کرتے۔ صدیاں بیت گئی ہیں۔ اے میرے آقا کے عم محترم! نہ تیری شان میں فرق آیا نہ تیری سخاوت و دین میں فرق آیا۔ تو آج بھی اپنے بچوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی سفارشیں فرما رہا ہے۔ دنیا آج بھی تیری قبر، تیرے جنت کے باغوں کے ایک باغ سے پھل کھا رہی ہے۔ جنت کے باغ بھی کبھی مرجھائے ہیں؟ ان پر بھی کبھی خزاں آئی ہے؟ اگر جنت میں رہنے والے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہیں تو یقیناً وہ باغ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تر و تازہ ہیں۔

اگر آپ کا باغ خشک ہو گیا ہوتا۔ اس پر خزاں آ گئی ہوتی تو جنت کے نوجوانوں کے سرداروں کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی آپ کے پاس نہ آتے۔ بلکہ وہ آتے ہی اس لئے تھے۔ کہ تیری قبر کو اور تیرے ساتھیوں کی قبروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کے باغوں میں سے باغات بنا دیں۔ لازوال باغات!

سورۂ توبہ کی آیت مبارک نمبر 84 پیش نظر ہے حکم خداوندی ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

یعنی اے وہ ذات! جس کے آنے سے بہاروں پر بہاریں آ جائیں۔ اور جس کے چلے جانے سے نہ جانے بہاروں کو کیا ہو جاتا ہے آپ ان کی قبروں پر جو جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں جائیں گے۔ یہ منافقین کی قبریں ہیں۔ تیرا جانا معمولی بات نہیں۔ ہم آپ کو روک رہے ہیں۔ کہیں تیری ٹھوکر نہ لگ جائے کوئی زندہ نہ ہو جائے۔ میرے منکر نہ جانے کتنے ہیں۔ ان کی تعداد بے حد و عد ہے۔ ان کو چھوڑ دو وہ تو نسیاً منسیاً ہو

Marfat.com

ہی گئے ہیں۔ لیکن تیرے دشمن! تیرے جیسے کے ساتھ منافقت اختیار کرنے والے! کبھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے۔ ان کی قبریں قابل نفرت بنادی جائینگی۔ عبرت کا نشان!

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ان میں سے جو مر جائے۔ ان کے لئے کبھی بھی دعا نہیں فرمائیں گے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اور نہ کبھی ان کی قبروں پر کھڑے ہوں گے۔ آپ صرف ان کیلئے دعائیں مانگیں جن کے لئے اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (توبہ:103) تیری دعا جن کو سکون و راحت بخشتی ہے۔ جن کے ہاں جانے، دعائیں مانگنے اور قدم رنجہ فرمانے سے احد جیسے پہاڑوں کو بھی وجد آجائے۔ رقص کرنے لگے۔ جھوم جھوم جائے۔ جہاں تیرے جانے سے پتھر زندہ ہو کر حرکت کرنے لگیں۔ ان کے پاس کیا جانا۔ جو زندگی کے پاس آ کر بھی زندگی نہ پاسکے۔ زندگی بھر منافقت اور کفر کی دلدل میں گرے رہنے والے۔ ان کی ظاہری زندگی میں غزوہ تبوک کے بعد ہم نے آپ کو انہیں جہاد میں اجازت دینے سے منع فرمایا تھا۔ وہ بدنصیبی ان کی ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اور بڑھ گئی۔ ان کی لاشوں پر نماز بھی نہ پڑھیں۔ انہیں مرنے کے بعد اپنی دعاؤں سے دور رکھیں۔ کیونکہ تیرا قرب زندگی ہے۔ اور تیرا بعد موت ہے۔

ان کے در پر موت آجائے تو جی جائیں حسن\
ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

قبر جنت کے باغوں میں باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا۔ تیری قربت اور دوری سے بنتا ہے۔ تیری قربت بہر انداز فائدہ مند۔ فیوض و برکات کا منبع اور تجھ سے دوری، محرومیاں ہی محرومیاں۔

جنت المعلیٰ اور وہاں کی حاضری

مکہ معظمہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زرخرید زمین مرنے والوں کے لئے مخصوص کردی گئی حضور رحمت عالم ﷺ نے اس قبرستان کو جنت المعلیٰ قرار دیا۔ کیونکہ اس میں بے شمار جنتی لوگ آرام فرما ہیں۔ خود حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ

Marfat.com

حضرت سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق، حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما ہیں۔ حضور نبی رحمت ﷺ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضور والا شان ﷺ کے صاحبزادگان، حضرت قاسم و ابراہیم، طیب و طاہر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ ہیں۔ بے شمار تابعین تبع تابعین اور اولیاء کرام مدفون ہیں رضی اللہ عنہم ان کے ہاں آپ کا جانا، صحابہ کرام کا جانا، ان کے لئے دعا مغفرت فرمانا احادیث مقدسہ سے ثابت ہے۔

رب الارباب ذات، جو ساری کائنات کی پالنے والی ذات ہے اس نے بچوں کو پالنے والے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے ان کے ساتھ احسان کرنے اور بھلائی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور یہ سلسلہ حسن سلوک و احسان ظاہری زندگی تک محدود نہیں رکھا گیا ہے۔ ہمارے آقاء نعمت ﷺ نے والدین کے وصال کے بعد حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ ایصال ثواب، دعاء مغفرت وغیرہ کے علاوہ والدین کریمین کی قبور پر حاضری اور ان کی قبروں کی زیارت بھی شامل ہے یہ وہ امور ہیں۔ جن سے والدین کو انس و محبت ملتی ہے اور خود اولاد کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں رحمت کائنات ﷺ کا فرمان موجود ہے

من زار قبر ابویه او احدهما کل یوم الجمعة غفر له و کتب بارا

یعنی جس نے ماں باپ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اس کی بخشش کردی جائے گی اور نیکی کرنے والوں میں اس کا نام لکھا جائے گا۔

میرے کریم! کیا شانِ عطاء ہے تیری! ماں باپ کی قبور کی زیارت اور صرف زیارت ہی بخشش کا سامان بن جائے۔ سبحان اللہ! اور بدبختوں، بدنصیبوں، گنہگاروں، بدکاروں، سیاہ کاروں کے رجسٹر سے نام خارج کر کے فرمانبرداروں، نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے رجسٹر میں نام داخل کر دیا جائے۔ سبحان اللہ!

Marfat.com

اتنی عظیم عطائیں۔ماں باپ کی قبور کی زیارت پر ہیں جن کی نیکی و پارسائی کا کوئی ذکر نہیں۔جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا کہیں تذکرہ نہیں۔اور اگر رب الارباب کے خصوصی بندے خاصان خدائے ذوالکرم والاحسان کے مزاروں پر، جو جنت کے باغوں میں سے باغ ہیں۔حاضری نصیب ہو جائے۔تو کیا کم فیوض و برکات کی عنایات ہوں گی؟۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر۔کیا دیکھے،ایک سورج کے بے نور ہونے سے ساری دنیا کے چمگادڑوں کا اندھا ہو جانا زیادہ بہتر ہے۔اللہ کرے ان کے روشنی کے میناروں،ان منبع ہائے فیوض و برکات مزاروں کو اللہ تعالیٰ آباد رکھے اور جوان جنت کے باغوں میں جاکر چرنے،کھانے پینے،پھل پھول حاصل کرنے،نیکوں کے رجسٹروں میں نام لکھوانے کو پسند نہیں کرتے نہ کریں کور بخت،کور بختی کے گڑھے میں مخلوق خدا کو تو نہ گھسیٹیں۔

وہ عظیم ذات جس کا بجایا ہوا توحید کا ڈنکا۔ساری کائنات کے کونے کونے میں بج رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نیک بخت قبر میں داخل ہوتا ہے۔تو جنتی فرشتے اسے فرماتے ہیں۔نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْس بس اس طرح سو جا جس طرح دلہن سوتی ہے۔

دلہن نئے گھر میں،سجے سجائے گھر میں فخر و انبساط کے ساتھ استقبال کرنے والوں کے گھر میں،شان وشوکت کے ساتھ مچلتے جذبات کے ساتھ،اپنے محبوب سے ملاقات کرتے ہوئے۔ٹھنڈی میٹھی اور مستقبل کے حسین خوابوں میں ڈوب کر سونے والی دلہن کو اگر واقعی وہ گھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی بنا دیا جائے۔جیسا ہر دلہن کے لئے پہلا دن ہوتا ہے۔تو اسے اور کیا چاہئے۔ہاں! اللہ کے نیک بندوں کے لئے قبروں میں اسی سج دھج کے ساتھ استقبال ہوتا ہے۔گھر کو سجایا جاتا ہے۔ماحول کو بقعۂ نور بنایا جاتا ہے۔اور پھر کہا جاتا ہے۔
نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْس

نیکوکار میتیں قبروں میں ایسی ہوتی ہیں جیسے دلہن سسرال میں۔ہزار نعمتوں،نوازشوں اور چونچلوں کے ساتھ نازنخروں کو اٹھانے والوں کی موجودگی میں بھی۔اس کا دل میکے میں ہی لگا رہتا ہے۔میکے سے کوئی آجائے۔اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔اپنی نیک

Marfat.com

میتوں کی قبروں پر جایا کرو۔ کہ ان دلہنوں کو تمہارے آنے سے سکون ملتا ہے اور اگر میکے والوں کو احساس ہو جائے۔ کہ ان کی بیٹی۔ اپنی نئے گھر میں پرسکون ہے۔ نیا گھر اس کے لئے جنت ہے۔ تو میکے والوں کی خوشیوں کا بھی کیا ٹھکانہ جندھی دھی سکھی۔ اوہدی جد سکھی۔

معاصر امام بخاری حضرت امام حکیم ترمذی محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں روایت بیان کی ہے۔ کہ خود حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینے پر کفن کے نیچے رکھ دے۔ اسے نہ عذاب قبر ہوگا اور نہ اس کے پاس منکر نکیر آئیں گے۔ وہ یہ دعا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

جب میت قبر میں دفن کی جاتی ہے تو سب سے پہلے جو بات اس کو پیش کی جاتی ہے وہ قبر کا دبانا ہے۔ قبر کے دبانے سے نہ مومن بچتا ہے نہ کافر نہ نیک اور نہ بد، نہ بچہ نہ جوان نہ بوڑھا، فرق صرف یہ ہے کہ کافر سخت دباؤ میں پکڑا جاتا اور گرفتار ہو جاتا ہے اور مومن کے لئے وہ دباؤ ایسا ہوتا ہے۔ جس طرح ماں اپنے بچے کو سینے سے لگا کر پیار سے دباتی ہے۔

جس قبر میں نہ سوال ہو نہ جواب۔ اس مشکل گھڑی میں جس کی مفت میں نجات ہوگئی جس کی قبر میت کو یوں اپنے سینے سے چمٹا لیتی ہے۔ جیسے ماں اپنے بچے کو، ایسوں کی قبر پر جا کر سکون ملتا ہے، راحت ملتی ہے، قرار ملتا ہے۔ ہم تو تمہیں ان کی قبروں پر جانے کو بھی کہتے ہیں۔ جو جہنم کے گڑھوں میں گڑھے ہیں۔ اگر تیری آنکھ بینا ہو۔ تو ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کر سکے۔ شائد عبرت ہی تیری تقدیر بدل دے۔ بد بخت کی قبر سے عبرت کا حصول بھی کم فیضان نہیں ہے۔ دنیا بھی سنورے۔ آخرت بھی آباد ہو۔

Marfat.com

مال و دولت کی تقسیم

زکوٰۃ کی حد بھی مقرر ہے اور اس کے مصارف بھی مقرر ہیں۔ ان مصارف سے باہر خرچ کرنا منع ہے۔ حدود اللہ سے باہر نکلنا منع ہے۔ کم کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ زکوٰۃ کی مقدار کو کبھی کوئی مفتی اڑھائی فیصد سے بڑھا کر پونے تین فیصد بھی نہیں کرسکتا اور نہ سوا دو فیصد کرسکتا ہے کمی و بیشی دونوں جرم ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ (نفلی صدقات) کی کوئی حد مقرر نہیں اس کا دائرہ وسیع ہے اس کے مصارف بھی وسیع ہیں۔ انفاق بھی وسیع ہے۔ کوئی حد مقرر نہیں، کم دے یا زیادہ۔ سب کچھ دیدے یا کچھ نہ دے۔

مال کی حرص میں ڈوبا ہوا شخص، نہ خود کسی کو کچھ دینے پر آمادہ ہوتا ہے اور نہ کسی کے کہنے پر دینے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ کچھ دینے کے لئے کہا جائے تو کہتا ہے مانگنا قابل نفرت فعل ہے۔ مانگنا نہیں چاہئے۔ انسان کو محنت کرنی چاہئے اگر کوئی دلیل دے کر آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں اسی لئے فرمایا:

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ (توبہ:35)

یعنی ایسے ماتھے کو ایسی پیشانی کو جہنم کی آگ سے ایسا داغا جائے گا کہ دیکھنے والے کو نفرت آنے لگے۔

مال جمع کرنے والے کو اگر ایسی جگہ خرچ کرنے کو کہا جائے۔ جس پر وہ اعتراض نہ کر سکے۔ تو پہلو بچا کر نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے پہلو کو بھی داغا جائے گا۔ اسی آیۃ مبارکہ میں ہے۔ وَجُنُوْبُهُمْ یعنی ان کے پہلوؤں کو بھی داغ دیا جائے گا۔

بخیل اور کنجوس کو اگر یقین ہو جائے۔ کہ وعدہ کر کے مکر جانے سے مال بچ جاتا ہے اور اکٹھا ہوتا رہتا ہے تو وہ وعدہ کر کے پیٹھ پھیر کر نکل جائے گا ایسی پیٹھ کو بھی داغا جائے گا۔ اس

Marfat.com

لئے وَ ظُهُوۡرُهُمۡ کہا گیا ہے۔

مال ناجائز کو جوڑ کر رکھنے کا مزا، ابتداء میں کچھ اور ہوتا ہے۔ اس کی انتہا میں مزا کچھ اور ہوتا ہے۔ اس کی کڑواہٹ صرف منہ میں نہیں۔ پورے جسم میں بھر جاتی ہے۔

مومن، کافر اور منافق میں فرق واضح ہونا چاہئے۔

1- مومن وہ ہوتا ہے۔ جو مالک کی راہ میں خرچ کرنا پسند کرتا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ سب کچھ دے دے۔ بلکہ اس کو سب کچھ نثار کر دینا ہی اچھا لگتا ہے۔

2- کافر اس کی راہ میں خرچ ہی نہیں کرتا۔ وہ مانتا ہی نہیں۔ اس لئے اس کا دل خرچ کرنے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔

3- منافق، اول تو دیتا ہی نہیں۔ دیتا ہے تو ٹوٹے ہوئے دل سے، یا دیتا ہے تو غیر کو شامل کر کے دیتا ہے اور داد طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں۔ ملاوٹ پسند نہیں کی جاتی۔ غیر کی ملاوٹ، اپنوں میں سے بھی کوئی پسند نہیں کرتا، مالک کیسے کرتا ہوگا۔

مومن جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ دوسرے بھائیوں کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے۔

وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ (توبہ: 71)

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔

يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ (توبہ: 71)

وہ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔

وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ (توبہ: 71)

اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ یقیناً رحم فرمائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ۝ (توبہ) یقیناً اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

جب کہ کافر اور منافق برائی کا حکم دے گا۔ برائی کے راستے ہموار کرے گا۔ دوسروں کو

Marfat.com

دینے کی ترغیب دینے سے منع کرتا ہے۔ نہ کسی کو کھانے کو دیتا ہے اور نہ دینے دیتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ (الماعون)

وہ یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

اگر کسی کو کچھ دیتا بھی ہے تو وہ چیز کہ اگر اس کو کوئی دینا چاہے۔ تو نفرت سے منہ پھیر لے۔ گندی اور ناکارہ چیز تو فقیر قبول نہیں کرتا اور تو کہتا ہے کہ رب قبول کرے گا۔ تیری مت ہی نرالی ہے۔ کپڑے پاک اور صاف ستھرے اچھے لگتے ہیں۔ گھر پاک اور صاف ستھرا اچھا لگتا ہے اور صاف ستھرا ماحول دنیا پسند کرتی ہے۔ تو اپنا مال صاف ستھرا اور پاک کیوں نہیں رکھتا۔

مال پاک نہ ہو تو وہ اس کی راہ میں خرچ کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ مومن جانتا ہے کہ مال کو پاک کرنے والی زکوٰۃ ہے پہلے زکوٰۃ دے کر مال کو پاک کر۔ پھر اس میں پسندیدہ چیز اس کے پسندیدہ لوگوں میں خرچ کرو۔ اس کے پسندیدہ مقامات پر خرچ کر۔ ورنہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:92)

تمہارا خرچ کیا ہوا۔ خرچ تو ہو جائے گا۔ لیکن وہ ثمرات پیدا نہیں کرے گا۔ جو پاک اور پسندیدہ چیز خرچ کرنے سے ہوتے ہیں۔

دوستانہ ماحول میں بھی اگر کوئی شخص اپنی پسندیدہ چیز دوستوں سے چھپا کر اپنی ذات کے لئے پسند کر لے۔ تو ساتھیوں میں کدورت پیدا ہونے لگتی ہے۔ جماعت کمزور ہونے لگتی ہے۔ ایثار کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔

بڑے بڑے اور اچھے لوگوں نے ہمیشہ یہی راہ اختیار کی ہے۔ کہ اپنی پسندیدہ چیز ہی خرچ کی ہے۔ اگر صداقتوں کا تاج پہننے والوں کے شہنشاہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا ﷺ کے حضور اپنی پسندیدہ چیز اور پسندیدہ خصلت کا اظہار کیا ہے۔ تو یہ ان کی شان تھی نہ کہتے تو تعجب ہوتا۔ کہ انفاق مالی علی رسول اللہ کہ میرا مال ہو اور اللہ کے رسول پر خرچ ہوتا رہے۔

Marfat.com

صداقتوں کے امین نے جو کہا وہ کر دکھایا۔ کہ یہی ایمان کا تقاضا تھا۔ مومن دوغلا نہیں ہوتا۔ وہ بلال کی سسکیاں نہ دیکھ سکے۔ سینے پر رکھے پتھر اور نیچے دہکتے انگارے نہ دیکھ سکے۔ وہ بلال کے گلے کی رسی نہ دیکھ سکے۔ گلیوں میں بچوں کا ان کو گھسیٹنے کا کھیل دیکھ کر اپنے لبوں پر مسکراہٹ نہ لا سکے۔ بلکہ دکھ اور کرب سے ان کے لبوں پر پپڑی جم گئی ہو گی۔

کالے کلوٹے، موٹے ہونٹوں والے بھینچی آنکھوں والے۔ بلال کی قیمت ہی کیا ہو گی۔ لیکن وہ گھر سے سیر بھر سونا اٹھا لائے۔ امیہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ منہ مانگی قیمت اس کے منہ پر دے ماری۔ یہ لے اور میں بلال کا دکھ نہیں دیکھ سکتا۔

نہ جانے کتنے غلام، خریدے اور آزاد کیئے۔ کہ نام عتیق پڑ گیا غلام آزاد کرنے والا، سبحان اللہ۔

جس موڑ پر مال و دولت خرچ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ خرچ کرنے والوں کی فہرست میں سب سے آگے نکل کر کھڑے نظر آتے ہیں۔

سخی کے یار۔ کنجوس اور بخیل نہیں ہو سکتے۔ اُن کا ہر یار ایسا تھا۔ جیسا ہونا چاہیئے۔ مہاجر ہوں یا انصار، انہیں اپنے آقا کی بتائی ہوئی ساری باتیں ازبر یاد تھیں۔ ایک فاحشہ کی کہانی وہ کیسے بھول سکتے تھے۔ جس نے ایک پیاسے کتے کو۔ ہاں نجس، حرام جانور، کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا تھا۔ اسکی فحاشی کی زندگی کی ساری گندگی، کتے کو پلائے جانے والے پانی کے ایک چلو نے دھو ڈالی تھی۔

العطش العطش، پیاس پیاس، پانی پانی پکارنے والے جاں بلب زخمی کو پانی پلانے والا بھاگ کر آگے بڑھتا ہے۔ پانی کی چھاگل کا منہ انڈیلنے کو تھا۔ کہ ایک اور زخموں سے نڈھال جاں بلب زخمی کی آواز آتی ہے۔ پانی پانی، پہلا زخمی پانی نہ پی سکا۔ اسے یقین تھا۔ اگر اس پیاسے سے پہلے میں نے پانی پی لیا تو یہ پانی کا ایک گھونٹ۔ شائد حوض کوثر کے جام در جام سے محروم کر دے گا۔ اس نے کہا یہ پانی مجھ سے دور ہٹا دو۔ اور اُس زخمی کو پلا دو۔

وہ بھاگا بھاگا، اس کے پاس پہنچا۔ پانی چلو میں بھرا، منہ کے قریب پانی یعنی اس کی

Marfat.com

زندگی۔اس کے منہ کے قریب کیا تو تیسرے پیاسے نے آواز دیدی۔ یہ پانی اس کے حلق سے بھی نہ اتر سکا۔تیسرے پیاسے تک پہنچتے پہنچتے وہ دم توڑ چکا۔ دوسرا بھی پانی پینے سے پہلے واصل باللہ ہوگیا اور پہلا بھی۔

میلے کچیلے اور پھٹے کپڑوں میں ملبوس بچے۔غلیظ جملوں سے دل مسوس کر رہ جانے والے ننھے معصوم بچے۔نفرتوں کے شکار بچے۔مزدوری سے ننھی سی کمر دوہری کر لینے والے مجبور ومقہور بچے،بوڑھے ماں باپ کی دواؤں کے لئے کچھ نہ کر سکنے والی سسکتی آنسو بہانے والی بچیاں،کبھی آپ کی نظروں سے گزری ہیں؟۔

آیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی زندہ تڑپتی لاش کو دیکھ کر تیرے دل کی دھڑکن تیز ہوئی ہو۔ تیرا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہو۔اپنے ہاتھوں کی میل چند لمحوں کی مہمان دولت،تن کا سایہ، آتا ہے دھن،جاتا ہے دھن،ابھی میرے ہاتھ،ابھی تیرے ہاتھ میں،اسے جیب سے نکال کر اسے دینے کو جی چاہا ہو۔تیری پلکیں کبھی کسی سوالی کے سوال پر بھیگی ہوں۔اگر نہیں تو دیکھ یہ دکھ،یہ کرب،یہ تکلیف تیری گلی کا رخ نہ کر لے۔اس کا راستہ روکنے کا سارا سامان تیرے پاس موجود ہے۔

کیا کبھی کسی میل سے بھرے بستر پر پڑے بیمار،ٹمٹماتے دیئے کی روشنی میں،سانس کی ڈوری کو سنبھالے ہوئے۔ایک ننھے مزدور بیٹے کی راہ تکتی اداس اور تھکی ماندی ماں کی نظروں کو دیکھنے کا موقع میسر آیا؟ نہیں۔تو آ!ایک دن۔کسی کٹیا میں چلتے ہیں۔کسی جھونپڑی میں چلتے ہیں۔اس تاریک کوٹھڑی میں تیرے لئے روشنی کا سامان موجود ہے۔وہیں بجھے ہوئے دل کے ایک جھروکے میں تیری قبر کی اندھی دیواریں روشن کرنے والا ایک بہت بڑا قمقمہ موجود ہے۔تو وہ قمقمہ چھین نہیں سکتا کچھ دو اور کچھ لو کی بنیاد پر عمل کر اور وہ قمقمہ خرید لے۔یہ تیرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔

آ میرے ساتھ آ۔میں تمہیں ایک گاڑیوں کی ورکشاپ میں لیے چلتا ہوں۔وہاں چند ننھے منے معصوم بجھے ہوئے چہرے دکھاتا ہوں۔استاد کی کرخت آواز کے خوف نے۔جن

Marfat.com

کی رگوں میں دوڑنے والا خون کشید کر لیا ہے۔ غلیظ جملوں اور اندھی گالیوں، تھپڑوں، گھونسوں اور جان نکال لینے والی نظروں نے جس کے ننھے سے دل کی دھڑکنیں خاموش کر دی ہوئی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم ہاتھ، بالکل نازک ہاتھ، جو ابھی کھیل کی لذت سے آشنا نہیں ہوئے تھے۔ وہ ہاتھ رینچ چابیوں، پلاسوں اور چھینیوں کی وجہ سے ایک بے رحم دل انسان کے دل سے زیادہ سخت ہو چکے ہیں۔ اس سختی کے باوجود وہ ابھی معصوم ہیں۔ اگر تو ان کے چہروں پہ ایک معصوم اور ہلکی سے مسکراہٹ بکھیر دے۔ تو کیا مدینے کا والی، دکھیوں کا دکھ بانٹنے والا، بے چاروں کا چارہ، بے سہاروں کا سہارا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے اپنی آغوش رحمت میں نہ لے لے گا۔ اس آغوش کی پناہ سے بڑی کوئی پناہ نہیں۔

تیری گلی میں، تیری بستی میں، تیرے خاندان میں، کوئی ایسا بچہ نہیں، جو پدری شفقت سے محروم ہو گیا ہو۔ اگر ہے تو پھر تجھے اپنے دل کے عارضے کا دکھ کیوں ہے۔ تجھے کسی کارڈیالوجسٹ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے دل کے ایک وال کھلوانے کے لئے لاکھوں روپوں کی تھیلیاں اٹھائے ہسپتالوں کے چکر کیوں لگاتا پھرتا ہے۔

تجھے خبر نہیں۔ کہ معلم علم وحکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر سارا دل پتھر بھی ہو جائے تو اس کا علاج بھی بغیر آپریشن کے بتایا ہوا ہے۔ **امسح راس الیتیم واطعم المسکین** کہ کسی یتیم کی سرپرستی کر اور کسی مسکین کو کھانا کھلا اگر تیرے دل کے وال نہ کھل جائیں۔ تو مدینے کے والی تیرے سر پر کھڑے ہیں۔ ان سے شکوہ کر، نہیں تجھے شکوے کی حاجت نہیں ہوگی۔ بس یقین کی مضبوط ڈوری ہاتھ میں لے۔ دونوں نسخے استعمال کر۔ سکون کے دھارے تیرے ساحل پہ خود آ کر دستک نہ دیں تو فقیر کا گریبان حاضر ہے۔

بس سٹاپوں پر، بتی والے چوکوں پر اخبار بیچنے والے، رومال بیچنے والے، ٹھٹھرتی سردی میں ننگ دھڑنگ بچے دیکھنے والی عینک کیا تیرے پاس نہیں ہے۔ تیرے دبیز سویٹروں کوٹوں، جیکٹوں میں چھپے جسم میں بھی جب سنسناتی ہوئی ٹھنڈی ہوا۔ چھید کرتی ہوئی گزر جاتی ہے۔ تجھے پھر بھی ہوش نہیں آتا۔ تو اپنے گھر جا کر اپنی گاڑی کے ڈسٹ بورڈ میں لگی ہوئی

Marfat.com

ٹیپ ریکارڈر پر کسی محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ''میں تیرے قربان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' والی کیسٹ یا نعت سن سن کر لاکھ بار سر کو دھن، دھمالیں ڈال۔ نوٹ نچھاور کر۔ چمکتے سکوں کی برسات کر۔ آٹھ آٹھ رنگ کے کارڈ اور اشتہار چھاپ، سب کچھ کر، شائد تجھے اتنا سکون کبھی نہ ملے۔ جتنا کسی میلے کچیلے، ننگ دھڑنگ بچے کے سر پر دست شفقت رکھنے سے مل جائے۔

میرے دامن میں ایک لمبی فہرست ہے۔ سسکیوں کی، آہوں کی، چیخوں کی، تڑپتی زندہ لاشوں کی، بلکتے بچوں کی، اندر ہی اندر گھٹتی مرتی بیٹیوں کی، تڑپتے بیماروں کی، بیوہ عورتوں کی یتیمی کے تھپیڑوں کے مارے ہوئے بچوں کی، ہاں ایک لمبی فہرست ہے۔ تجھے اتنی دور میرے پاس آ کر دیکھنے کی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے گریبان کے کمپیوٹر کا بٹن آن کر۔ سب کچھ تیرے سامنے آ جائے گا۔ کوئی ویب سائٹ کھول لے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ بٹن رات کی تاریکی میں، تنہائی میں، خلوت میں، بھیگی پلکوں کے چراغوں کی روشنی ہی میں کھلتا ہے۔ یہ سارا سامان فراہم کر، ساری فہرست تیرے میز پر ہوگی۔

Marfat.com

گندہ تیل اور دل کی مشین

جس طرح گندہ تیل، مشین کی نالیوں کو خراب کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح رزق حرام بھی دل کی نالیوں کو خراب کر دیتا ہے۔تو اپنی گاڑی کے بارے میں مستری اور استاد کی بات مانتا ہے۔اپنے جسم کے بارے میں حکیم اور ڈاکٹر کی بات مانتا ہے اور اس کو ترجیح دیتا ہے۔ کہ فلاں چیز کھانے سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اور فلاں چیز صحت کے لئے مضر ہے اور فلاں مفید ہے۔فلاں چیز کھاؤ اور فلاں نہ کھاؤ۔لیکن بیمار دل کی مشینری کے لئے اپنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات نہیں مانتا۔ کہ فلاں چیز سے دل بیدار ہوتا ہے اور فلاں سے غافل۔فلاں بات سے دل پتھر ہو جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر اور فلاں چیز سے دل رونے والا ،درد والا ،اور گریاں و بریاں رہنے والا ہو جاتا ہے۔

اندھا دیکھ نہیں سکتا۔اس کے باوجود بعض باتوں میں اسے عین الیقین بلکہ حق الیقین جیسا یقین ہوتا ہے اور تو آنکھیں رکھتے ہوئے بھی کئی باتوں میں عین الیقین کی نعمت سے محروم ہے۔

آدمی صرف بینائی اور بصیرت کا نام ہے۔ باقی سب کھال ہے۔ دید بھی اگر صرف محبوب کی دید ہو تو عید ہو جاتی ہے دوست کا دیدار نہ ہو تو اس سے اندھا ہونا زیادہ بہتر ہے۔ جلوہ، تو شاہ بھی دیکھتا ہے۔ غلام بھی ، اپنا بھی ، بیگانہ بھی ، نیک بھی اور بد بھی۔لیکن خلوت میں شاہ کے سوا کوئی نہیں جا سکتا۔

اندھا نہ بن، وہ بینا شخص ،جس کی روشنی چمک رہی ہو۔ وہ لاٹھی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

سن! دنیا کی بیداری، نیند سے بھی بدتر ہے۔سویا ہوا انسان ، بے ضرر ہوتا ہے۔اسے دوسرے سے دکھ اور تکلیف پہنچنے کا احساس نہیں ہوتا اور دوسرے بھی اس سوئے ہوئے

Marfat.com

انسان کے شر سے، خباثت سے، ریشہ دوانیوں سے، فتنہ انگیزیوں سے، اس وقت تک محفوظ رہتے ہیں۔ جب تک وہ سویا رہتا ہے۔ اور اگر تیرا دل بیدار نہیں تو تیرے جاگنے کا ہر لمحہ دوسروں کے لئے خطرے کا نشان ہے۔ اور اہل دل بغیر سوئے ہوئے بھی بے ضرر ہوتے ہیں۔ ان سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ اور انہیں تو ویسے ہی کوئی خوف اور حزن اور ملال نہیں ہوتا۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۶۲﴾ (البقرہ)

اگر تیرے دل کی ساری نالیاں، داغ داغ ہو چکی ہوں تو بتا تیری دنیا کی بیداری کس کام کی۔ اگر تو اپنے آپ کو ہاتھی سمجھتا ہے تو غرور نہ کر۔ طَيْرًا اَبَابِيْلَ کی سزا بھی تیرے ہی لئے ہے۔ نمرود نہ بن۔ سامنے تیری اپنی ہی سلگھائی ہوئی آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ابراہیم بن، یہ آگ تیرے لئے بھی گلزار بن جائے گی جو لوگ زندگی میں قیمتی لباس پہنتے ہیں۔ موت کے بعد وہ بھی کفن ہی پہنتے ہیں۔

دنیا کے لئے بیدار نہ ہو۔ محبوب کے لئے آنکھیں کھول، دنیا مردار ہے۔ اس کو صرف کتوں کے لئے ہی چھوڑ دے۔ جب تو دیکھے۔ کہ تیرے لقمہ سے حسد، مکر، بغض، عداوت، غفلت، کینہ اور جہل پیدا ہو رہا ہے تو سمجھ لے۔ یہ لقمہ حرام ہے۔ اس لقمے سے اشتہاء اور بھوک اور بڑھتی ہے۔ پیٹ بھر بھی جائے۔ تو نہیں بھرتا۔ دل کی مشین کا خراب ہونا۔ اس کو کہتے ہیں۔

اس لقمے سے انسان فرعون بنتا ہے۔ ہم نے کبھی کوئی بھوکا اور بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا۔ غفلت کی انگلی، اپنی آنکھ سے اٹھا لے۔ پھر جو چاہے دیکھ لے۔

نفس کا دوزخ، دریاؤں سے نہیں بجھتا، سات سمندر پی کر بھی اس کی سوزش نہیں جاتی۔ اس کا ایندھن، سنگدل انسان اور پتھر ہیں۔ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (البقرہ:24) اس دوزخ سے جب بھی پوچھے گا هَلِ امْتَلَأْتِ کیا تیرا پیٹ بھر گیا ہے وہ کہے گا۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ (ق) کچھ اور بھی ہے تو لے آؤ۔

Marfat.com

وہ دیکھ! باب دعا۔ کھلا ہوا ہے اور تاثیر کا دفتر بھی کھلا ہوا ہے۔ اس کے حضور آنسوؤں کا تلاطم اور کچھ اپنی آستینوں کی تری لے کر آ۔ وہ نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر کے اپنے دوستوں کو بچا لیتا ہے۔ اپنے دل کی نالیوں کو صاف کر۔ دنیا کی بیداری کی نسبت دل بیدار پیدا کر۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

☆☆☆

پھر! پھر تیرا اس طرح سے حساب ہو
تیرے لب پہ نعت جناب ہو

Marfat.com

انعام الٰہی اور منعم علیہ

یہ بھی انعام کی بہت بڑی صورت ہے کہ ایک بستی پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑا ہے۔ تباہی و بربادی کے دہانے کھل گئے پتھر برس رہے ہیں۔ چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ طوفان باد و باراں سے پہاڑ اکھڑ رہے ہیں۔ پتھر ہوا میں اڑ اڑ کر انسانوں پر برس رہے۔ چہرے، ہاتھ، پاؤں، ٹانگیں ٹوٹ رہے ہیں۔ تن تن زخمی ہو رہا ہے۔ عذاب کی تاب نہ لا کر انسان پتنگوں کی طرح تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں۔ لاشوں کے ڈھیر ہیں۔ عبرت کا سامان ہے اور دوسری طرف اسی بستی کے لوگ، انہی گلیوں بازاروں میں رہنے والے لوگ بڑے پرسکون ماحول میں پھر رہے ہیں۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ نہ ان پر پتھر برس رہے ہیں۔ نہ ہواؤں کے تھپیڑے اٹھا اٹھا کر انہیں ادھر ادھر پھینک رہے ہیں۔ نہ جانے پتھروں کو کون سمجھا گیا۔ انہیں اپنے و بیگانے میں تمیز کرنا کون سکھا گیا۔ طوفان باد و باراں کے اندھے جھکڑوں کو کون دیدہ بصیرت دے گیا۔ کس نے اہل ایمان اور بے ایمان کے درمیان فرق کو اتنا واضح کر دیا۔ کہ بے جان اشیاء بھی تمیز کرنے لگیں۔ امتیازی سلوک کرنے لگیں۔

وہ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ہے۔ جب وہ انتقام لینے پر آتا ہے۔ تو بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کی طرف سے دی گئی مہلت سے پورا پورا فائدہ اٹھا۔ اس کی دی ہوئی مہلت میں اتنی دور نہ نکل جا۔ جس سے آگے نکل جانے کی اجازت نہیں ہوتی اور واپسی کے راستے بھی بند ہو جاتے ہیں۔ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔

انسان تو در کنار، پتھر بھی انعام یافتگان کی صحبت میں آ جائے۔ تو بابرکت ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے شعائر میں شمار ہونے لگتا ہے۔ میں نے کئی بار صفا اور مروہ سے پوچھا ہے۔ اے روکھی سوکھی پہاڑیو! اے وادی غیر ذی زرع کی پڑوسنو! تم نے کیا کام کیا ہے۔ کہ شعائر اللہ بن گئی ہو۔ تو شدت جذبات سے ان کی آنکھوں سے ٹپکتے آنسو میں نے دیکھے ہیں ان

Marfat.com

کے آنسو بتاتے ہیں۔ہم میں کیا ہے نہ کوئی کمال، نہ خوبی، جامد اور ساکت، ہماری قسمت جاگی، ایک انعام یافتہ عورت اتفاقاً ادھر آ نکلی تھی۔

ہمیں یہ خبر بھی نہ تھی کہ یہ خوش بخت کون ہے وہ اپنی بے چینی اور بے قراری میں یہاں سے وہاں، وہاں سے یہاں دوڑتی رہی۔

وہ جو انعام فرمانے والا ہے۔اس نے اشارہ کرکے بتادیا کہ یہ کون ہے اور کیا تلاش کر رہی ہے۔ہم نے بڑھ کر اس کے قدم لئے۔ چومے، چاٹے، تمہیں ہمارے ہاں آنے جانے میں جو لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اسی لذت کی مٹھاس کا کچھ حصہ ہے۔ جو ہزاروں سال پہلے ہم نے ایک انعام یافتہ عورت ہاجرہ کے قدم چوم کر حاصل کی تھی۔آج اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو، کپڑوں اور جسم پر لگالو۔دو چار روز تک دم توڑ جاتی ہے۔نہ جانے اس کے قدموں کی خوشبو میں کیا تاثیر تھی۔آج تک اسی لذت کی سرشاری نے مجھے مست کر رکھا ہے۔

خوشبو ہے کہ اب تک نہیں جاتی میرے گھر سے
اک شب کوئی مہمان میرے گھر میں رہا تھا

انعام کرنے والا جانے، اُس نے انعام کے لئے اُس کا کیوں انتخاب کیا۔البتہ جب اس نے ہمیں بتایا کہ یہ کیا تلاش کر رہی ہے۔اگرچہ ہم تو صدیوں سے خود اس پانی سے محروم تھیں۔اس کی طلب و چاہت میں اپنا سینہ چاک کردیا۔اسکے بچے کے قدموں کے بوسے لئے۔نہ جانے، پانی نے کہاں سے یہ بات سن لی۔جس کا منہ ہزاروں سال سے ہم نے بھی کبھی نہ دیکھا تھا۔وہ ایک انعام یافتہ کی پیاس بجھانے کے لئے اچھل پڑا۔اس نے بھی بڑھ کر ماں اور بیٹے کے قدم لئے۔پھر اس فداکاری پر انہوں نے بھی اس کو امر کردیا۔وہ اگر زم زم کہہ کر اسے ٹھہرنے پر مجبور نہ کرتی تو اس کے بیٹے کے قدموں کا صدقہ سارے کرہ ارض پر پھیل جاتا۔

مکے کی زمین کا چپہ چپہ، کعبے کی دیواریں، حجر اسود کی سیاہی، مقام ابراہیم کا لقب پانے والا پتھر اور ہم کالی کلوٹی سیاہ اور سوکھی پہاڑیاں، ہم سب کی عزتیں دیکھ، شانیں دیکھ،

Marfat.com

ہمارے مقام دیکھ، یہ سب کچھ انہیں انعام یافتگان کے قدموں کا صدقہ ہے۔

تیرے قدموں پہ سر کو قربان کر کے
تیرے سر سے صدقے اتارا کروں میں
میرا دین و ایمان کوئی جو پوچھے
تمہاری ہی جانب اشارہ کروں میں

راقم الحروف کی آنکھوں میں ابھی تک اس ڈنڈے، سوٹے اور عصا کی تصویر گھوم رہی ہے۔ جو ایک منعم علیہ، انعام یافتہ شخصیت کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ میں ایک دن اپنی خلوت میں ڈوب کر صدیوں پرانی ایک کہانی کے ورق الٹ رہا تھا۔ میرے ذہن کے کمپیوٹر کی سکرین پر ساری کہانیاں، سارے قصے، سارے واقعات ایک ایک کر کے میری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ کہ وہ سوٹا بھی میرے سامنے آ گیا۔ میں نے دیکھا دنیا کی تمام سوٹیوں، عصاؤں اور ڈنڈوں سے اس کا سر بہت بلند ہے۔ بلکہ بہت ہی بلند ہے۔ میں اس کی طرف اس کی چوٹی کی طرف، دیکھنے کے لئے سر اٹھا رہا تھا۔ معاً میرے سر کی ٹوپی۔ ہاں! اشرف المخلوقات انسان کے سر کی ٹوپی نیچے آ گری۔ میں اپنی ٹوپی اٹھانے ہی والا تھا کہ اس نے خود نیچے ہو کر اٹھائی۔ اور میرے سر پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میری اپنی تو کوئی حیثیت اور مرتبہ نہیں۔ یہ جتنی میری شان بلند، تو نے دیکھی ہے۔ یہ اشرف المخلوقات میں سے ایک ہی عظیم المرتبت ہاتھوں کے لمس کا صدقہ ہے۔ جس کو شاہ نے اپنے کام کے لئے چن لیا تھا۔ ان کو موسیٰ کہتے ہیں۔ علیہ السلام۔

اس وقت بھی دنیا انسانوں سے بھری ہوئی تھی۔ لیکن وہ صرف ایک ہی انسان تھا۔ جسے اللہ رب العزت نے۔ بڑے شہنشاہ نے اپنے کام کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اور اتفاق دیکھئے۔ جب انہیں باقاعدہ تنہائی اور خلوت میں بلا کر اس راز سے پردہ کشائی کی گئی ہے۔ کہ آپ وہ اشرف المخلوقات ہیں۔ جن کے سر پر نبوت کا تاج سجایا جا رہا ہے۔ تو میری قسمت دیکھئے۔ میں اس وقت بھی ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس وقت مخلوقات خدا میں یا میں تھا

Marfat.com

یادہ تھے۔ بلکہ وہی تھے۔ میرا ہونا تو کسی کام کا نہ تھا۔ بس ان کے ساتھ ہونے سے ہی میرا ہونا بھی ہو گیا۔

سوٹا کہنے لگا۔ میں کئی بار سوچتا ہوں۔ لوگ سانپ کو مارنے کے لئے سوٹا استعمال کرتے ہیں۔ میں کیسا سوٹا تھا۔ کہ سانپ بھی تھا اور سوٹا بھی تھا۔ یہ بس انعام یافتہ کے ہاتھ کا کمال تھا۔ پتہ ہے؟ اس کی ضرب کیسی تھی۔ وہ پتھر پر مجھے مارتا تو پتھر میری مار نہیں سہہ سکتا تھا۔ اتنے آنسو بہاتا۔ کہ ستر لاکھ سبطی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے۔ بنی اسرائیل پانی سے سیراب ہو جاتے۔ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے۔ جب اس نے مجھے بہتے دریا میں مارا تو وہ چلنا ہی بھول گیا۔

ہاں! اُس کی رحمت، اُس کا فضل اُس کا کرم اور اُس کے انعام کی چاہت ہو۔ تو تو بھی ان بندوں کی صفات اختیار، جو اہل فضل ہیں۔ اہل کرم ہیں، تجھ پر اتنا فضل نہ سہی۔ جو ان پر تھا۔ کم از کم اتنا تو ہو گا۔ ان کی نسبت چھتری بن کر تیرے عیب تو ڈھک لے گی۔

موسیٰ وفرعون، ابراہیم ونمرود، حسین ویزید، تیرے وجود کے اندر موجود ہیں۔ ان دو متحارب ومتقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کر۔ یہ قصے قیامت تک کے لئے موجود رہیں گے۔ اشخاص بدلتے رہتے ہیں۔ نور موسوی کا نور منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور غلاظت فرعونی کی بدبودار ہمک نسل درنسل جاری رہے گی ان دونوں طاقتوں میں ایک کا، انعام یافتگان کا، جلدی سے انتخاب کر لے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ تیری آنکھ اس وقت کھلے جب۔ بند ہونے کا وقت آ جائے۔

پتھر کی سل پر تیز کی ہوئی چھری کی کاٹ دیکھنی ہو۔ تو ہاتھ آگے کر، خون کے فوارے، بہتے دیکھ کر تیری تو جان ہی نکل جائے گی اور اگر یہی تیز کی ہوئی چھری۔ کسی انعام یافتہ کے ہاتھ آ جائے۔ تو اپنی ناکامی پر۔ خود ہی کٹ مرے۔

ہم نے تو رخساروں کے گلناروں کی آگ میں جلنے والے بھی ہزاروں دیکھے ہیں۔ وصال کے پانی کا چھینٹا نہیں۔ مشکیں بھر بھر پلائی جائیں۔ تو یہ آگ نہیں بجھتی۔ لکڑیوں کی

Marfat.com

آگ، پتھروں کے کوئلوں کی آگ، غصے کی آگ، انتقام کی آگ، اپنے جوبن پر ہو۔ اس کی پھنکار سے میلوں بلکہ اپنے انگاروں کو گلاب ونسترن کے پھول بنا کر قدموں پر نثار نثار جائے۔ تو بتا! تجھے کون سا ساتھ اچھا لگے گا۔

اس معاملہ میں جبر نہیں۔ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ سیدھا اور ٹیڑھا راستہ۔ دونوں تیرے سامنے ہیں۔ اگر بات سمجھ آ جائے تو پھر جلدی کر، دیر نہ کر، میرے ساتھ شامل ہو اور انعام عطا کرنے والے کے حضور، ہاتھ باندھ کر، کھڑے ہو جائیں۔ اور اس کی ہی سکھائی ہوئی دعا مانگیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ)

جن لوگوں پہ ہے انعام تیرا
ان لوگوں میں لکھ دے نام میرا

سخی۔ مالک! اپنے در سے سوالیوں کو واپس نہیں کیا کرتے۔ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اس کا اپنا ارشاد ہے جھولی پھیلا۔ پھر مالک کی دین کے انداز دیکھ۔

راستہ نظر نہ آئے تو انکار نہ کر کسی سے پوچھ لے۔ لیکن نہ جانے کون کوئی کونسا راستہ بتا دے۔ بہتر ہے راستہ بتانے والے سے ہی عرض کیا جائے۔ اے میرے رب!

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ)

Marfat.com

غیبت اور مردہ بھائی کا گوشت

راہ ہدایت کی راہیں، کھولنے والا تمام راستوں کے نشیب وفراز پیدا کرنے والا۔ ان کے راستوں کے فوائد و نقائص سے آگاہ کرنے والا اونچ نیچ کی تمام پوشیدہ کہانیوں کا خالق۔ آگاہی کا دروازہ کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الحجرات)

تم میں کوئی، کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ حالانکہ یہ بات تمہیں بہت کراہت دیتی ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ بے شک وہ بار بار توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ مہربان ہے۔

مضامین ہدایت ہر ایک کے حلقوم سے نیچے نہیں اترتے۔ اس کا کرم ہو۔ تو کوہ طور کے دل میں اتر جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ پتھر ہے بالکل پتھر۔ اس نے زمین کو سمجھایا تو وہ سمجھ گئی۔ پانی پیتی ہے اور ہزاروں قسم کی سبزیاں، غلے، کھیتیاں، باغات اور پھل پھول پیدا کرتی چلی جاتی ہے۔ اس کی لازوال کتاب کے ایک ورق پر یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ (النحل)

"تیرے رب نے شہد کی مکھی کو یہ بات سمجھا دی کہ پہاڑوں، درختوں اور مصنوعی چھتوں میں اپنے گھر بناؤ۔ پھر ہر قسم کے پھلوں کو کھاؤ اور اپنے رب

Marfat.com

کے بتائے راستوں پر چلتی چلی جاؤ۔ اس میں مختلف رنگ کا مشروب نکلے گا۔
جس میں دنیا کے تمام انسانوں کے لئے شفاء ہے۔ غور وفکر کرنے والے لوگوں
کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں"۔

جب سے شہد کی مکھی کو یہ بات اس کے رب نے بتادی ہے۔ اپنے رستے پر چلنا سکھ دیا ہے اور انہی راستوں پر چلتے رہنے کا حکم دے دیا ہے وہ آج تک اسی بات پر عمل کرتی ہوئی چل رہی ہے۔ اس کی تسلیم کی خو نے اس کے مشروب میں آج تک کوئی خرابی پیدا نہیں ہونے دی۔

کاش یہ بات، انسان بھی سمجھ جاتا۔ اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا رہتا۔ تو یہ بھی آج کے اس دور میں بھی اس طرح قابل عزت وتکریم ہوتا۔

موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی، کی وحی کا کہیں تذکرہ تو نہیں۔ البتہ دنیا جانتی ہے کہ اسے خبر تھی۔ کہ اب مجھے کیا کرنا ہے اور کبھی وہ پتھر پر پڑتی۔ تو پانی کے سوتے جگادیتی اور کبھی پانی پر ماری جاتی تو پانی کو پتھر بنا دیتی۔ کبھی میدان میں پھینکی جاتی تو ساری جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں کھا جاتی۔

وہ سارے جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں تو کھا گئی۔ لیکن اس کا پیٹ موٹا نہیں ہوا۔ کہ اس کا کھانا حکم الٰہی کے عین مطابق تھا اور اس کی خوراک حیوانی نہیں تھی۔ میری تیری خوراک حیوانی ہے۔ اس لئے پیٹ بڑھ جاتے ہیں۔ جوں جوں پیٹ بڑھتا جائے گا۔ بھوک بڑھتی جائے گی۔ جتنی مرضی بھوک بڑھا لے۔ بڑھ جائے گی۔ جتنا مرضی پیٹ بڑ کرنا ہے کر لے ہو جائے گا۔

چند مسافر سفر میں تھے۔ وہ ایک جنگل سے گزرے۔ ہاتھی کا ایک بچہ ان کے ہاتھ آ گیا۔ اسے ذبح کر کے کھانے لگے۔ تو منع کرنے والوں نے منع کیا۔ لیکن جب پیٹ کی بھوک اور ہوس جادو بن کر۔ سر پر سوار ہو تو کون سنتا ہے انہوں نے اس کے گوشت کے کباب بنائے اور مزے لے لے کر کھائے۔

Marfat.com

سفر کی تھکاوٹ، کبابوں کا نشہ، اپنے جوبن پر ہوا۔ تو بدبختی کی نیند نے ان کو اپنی گرفت کی آغوش میں لے لیا۔ اتنے میں ہاتھی بچے کا باپ، ہاتھی ادھر آنکلا۔ اس نے اپنے بچے کو تلاش کیا۔ نہ ملا۔ جا بجا خون بکھرا پایا۔ ایک جگہ اس کی سونڈ پڑی پائی۔ کہیں سے اس کے کان بھی اسے مل گئے وہ سمجھ گیا ان سوئے ہوئے اور کھوئے ہوئے لوگوں نے ہی میرے بچے کا خون کیا ہے۔

وہ ایک ایک کے پاس جاتا۔ اس کے منہ کے ساتھ منہ لگا کر اپنے بچے کے گوشت کے کباب کی خوشبو پاتا اور اسے پکڑتا اور چیر کر رکھ دیتا۔ یہی حال اس نے تمام مسافروں کا کیا۔ جس جس نے بھی اس کے بچے کا گوشت کھایا تھا اور اس کی خوشبو محسوس ہوتی تھی۔

تو بھی غیبت کر کے اللہ کے بندوں کا گوشت کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کی بو سونگھ لے گا۔ قبر کے منکر نکیر بھی اس بو کو پہچانتے ہیں، تو ان سے یہ بو چھپا نہیں سکے گا اور نہ ہی تیرا کوئی بہانہ چل سکے گا اے غیبتیں کر کر کے۔ اپنے مردہ بھائیوں کا گوشت کھانے والے۔ اے غریبوں، مسکینوں، یتیموں کا خون چوسنے والے، توبہ کر اللہ سے معافی مانگ، گوشت واپس کر۔ خون اگل دے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈر، بے شک وہ بڑا مہربان اور رحمت والا ہے۔

اگر تیرے میرے گناہوں کی بدبو کو۔ وہ دنیا میں چھپا کر نہ رکھتا تو شائد ہم میں سے کوئی بھی کسی کے قریب نہ جاتا۔ حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے گناہوں میں بدبو ہوتی تو شائد کوئی شخص میرے قریب تک نہ آتا۔ اگر دنیائے تقویٰ کی ایک عظیم شخصیت تابعی کے دل کی یہ کیفیت ہے تو ہم کس شمار میں ہیں۔

Marfat.com

بندہ مومن کا مال جانا اور خریدار

بی بی نے بازار سے چنے خریدے اور لا کر کڑاہی میں ڈال دیئے۔ نیچے آگ جلا دی۔ چنا فریاد کرنے لگا۔ بی بی مجھے خود خرید کر لائی تھی اب مجھے خود ہی دکھ دے کر ذلیل کر رہی ہو۔ بی بی نے کہا۔ میں تو یہ سب کچھ تیرے لئے ہی کر رہی ہوں۔ اس میں تیرا بھلا ہے تو کچا تھا اور کچے پر تو کوئی اعتبار ہی نہیں کرتا تجھے پکانا چاہتی ہوں تاکہ تو بااعتبار ہو جائے۔ اور تیری قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہو۔

کچے چنے گھوڑے اور گدھے کی خوراک ہوتے ہیں۔ میں تیری شان بڑھا کر تیری قدر و منزلت میں اضافہ چاہتی ہوں۔ جب تو پک جائے گا۔ تو اشرف المخلوقات انسان کی خوارک بنے گا اس پکاوٹ کے بعد جب تو اس کے دانتوں کے بیلنے میں آ جائے گا اور پس کر رہ جائے گا اور اس کے لعاب دہن میں گھل مل جائے گا تو پھر اس کے جسم کا حصہ بن جائے گا۔ پھر تجھے اس سے کوئی جدا نہ کر سکے گا۔

تو من شدی من تو شدم من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یعنی میں تو ہوا، تو میں ہو گیا۔ میں جسم بن گیا تو میری جان بن گیا، تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے۔ میں اور ہوں اور تو اور ہے۔

بی بی نے چنے سے کہا۔ میں تم سے یہ تلخ باتیں اس لئے کر رہی ہوں۔ کہ تیری اپنی ذات کی تلخی اور قساوت قلبی دور ہو جائے۔ اے چنے اگر تو میرا ہے۔ تو میری شکر گزاری کر کہ میں تجھے فنا کر رہی ہوں۔ کہ اسی فنا میں تیری بقا ہے۔ چنے نے بھٹی میں جاتے ہی بڑا شور مچایا آوازیں نکالیں۔ چیخا، تڑپا، جب کھال اتر گئی یا اس کی کھال اتارنا آسان ہو گیا۔ تو باکمال ہو گیا۔ کہنے لگا بی بی! تیرا شکریہ!

Marfat.com

جب تک بکا نہ تھا کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

☆☆☆☆☆

تیرے در پہ سر کو قربان کرکے
تیرے سر سے صدقے اتارا کروں میں
میرا دین اور ایمان کوئی جو پوچھے
تمہاری ہی جانب اشارہ کروں میں

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کے جان و مال خرید لئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

''یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیا ہے اور اس کے بدلے ان کو جنت دے دی ہے''۔(التوبہ:111)

ایک روپیہ کے بدلے، سو روپیہ ملنے کا یقین ہو جائے۔ تو ایک روپیہ کون سنبھال کر رکھتا ہے۔ اگر ایک جان دے کر سو جان مل جانے کا یقین کامل ہو جائے۔ تو ایک جان سنبھال کر رکھنا کون پسند کرے گا۔

زر، مال، زمینی دے کے
اک جان کمینی دے کے
چم قدم، شیرینی دے کے
اساں جان، جہان توں پایا

تو بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اس کی چوکھٹ پر گردن رکھ دے۔ پھر وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (الصافات) کی بہاریں دیکھ۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنا سر سونے کے طشت میں ایسے ہی تھوڑا رکھ دیا تھا۔ نمرود کی آگ میں ابراہیم علیہ السلام کا کود پڑنا۔ اسی نور ایمان کی معراج تھی۔ کہ نار بھی نور بن گئی۔

Marfat.com

بظاہر ماں بچے کو کوسنے دے رہی ہوتی ہے۔ اللہ کرے تو مر جائے۔ لیکن حقیقت میں وہ اس کے مرنے کی نہیں جینے کی دعا دے رہی ہوتی ہے۔ یعنی تیری حرکتیں، بری عادتیں تجھ سے چھوٹ جائیں اور تو ایسا ہی ہو جائے کہ تجھے ہر وقت دل میں بسائے رکھوں۔ آنکھوں میں بٹھائے رکھوں۔

ایمان ہی انسان کی ہر بری حرکت انسان سے دور کرتا ہے۔ مالک کی پہچان نہ ہونا۔ محسن کی قدر نہ کرنا۔ اس کے حضور سلامی دینے کے لئے حاضر نہ ہونا۔ حکم کی تعمیل میں کوتاہی برتنا ایسی حرکتیں ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے جینا بھی کیا جینا۔ ایسے میں تو کوئی مرنے ہی کی دعا دے گا۔ اللہ کرے تو مر جائے۔ اے زمین کے بوجھ۔ تیری کیا ضرورت۔

انسان میں اگر یہ بات پیدا ہو جائے کہ وہ تلخ بات پر، تلخی میں نہ آئے۔ تو وہ شہد سے بھی میٹھا ہو جائے۔

گندے کمبل کو سوٹیاں مار مار کر صاف کیا جا رہا ہوتا ہے۔ "وہ مار" کمبل کو نہیں پڑ رہی ہوتی۔ وہ تو کمبل میں آ کر بیٹھ جانے والے گرد و غبار کو پڑ رہی ہوتی ہے۔ کہ تو باہر نکل تیرا یہاں کیا کام۔

تو شیطان کو کوسنے دے رہا ہے وہ باہر تو نہیں۔ وہ کمبل کے غبار کی طرح تیرے اندر چھپا ہوا ہے۔ اس کو سوٹیاں مار۔ اس کو باہر نکال۔ تیرا من اپنا پرانی پاپی ہے۔ اس میں ایمان کی شمع جلا۔ پھر اس کو قابل فروخت بنا۔ خریدنے والا ہمہ وقت موجود ہے۔

مومن، چنے کی طرح پختہ ہوا۔ پک گیا، پھر بک گیا، تو اب اس کے ذمہ جس کا ہے "کچا مومن" (منافق) مسجد بھی بنائے۔ تو مسجد ضرار کہلاتی ہے۔ پکا مومن جنگ بھی کرے۔ تو "جہاد" کہلاتا ہے۔

"کچا مومن" بھی قیمتی شے تھا۔ چنے کی طرح، بدنصیب نے اپنی قدر نہ کی۔ خریدنے والا آیا۔ تو دوسری طرف دیکھنے لگ گیا۔ کسی اور دھیان میں کھو گیا۔ خوش نصیبی دروازے پر بار بار دستک نہیں دیتی۔ ریشم تھا وہ ریشم گدڑی میں سل گیا۔ بدنصیب کہیں کا۔

Marfat.com

بِاَنَّ لَهُمُ کا حصر کہنے لگا۔ کہ جنت صرف اور صرف انہی کی ہے۔ جن کے مال و جان خرید کر آزمائش کی بھٹی میں ڈال کر ان کو پختہ کر لیا ہے۔ پکا لیا ہے۔

مال خریدنے والا۔ خود اپنا سودا سنبھال کر رکھتا ہے۔ ہر قسم کے نقصان کا ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے۔ مال اگرچہ بیچنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لیکن جس دکان سے بادشاہ مال خریدے اس دکان کی شان بھی بڑھ جاتی ہے اور اس مال کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اے بادشاہ! تیری شان کریمی پر قربان کہ تو نے خریدنے کے لئے ہماری دکان کا انتخاب فرمایا اور ہمارے مال و دولت کی شان بڑھا دی۔

یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا ادھر ہے اے ازلی و ابدی کریم! تو نے ہم عیب داروں سے پر عیب اور نقص بھرا مال خرید کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔

تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

مومن کی جان اور اس کا مال، اس کے ایمان کی وجہ سے قیمتی ہو گیا۔ اور ایمان سے محروم، کافر کی جان، اور اس کا مال، مٹی کا ڈھیر۔

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ کہ اے اللہ تعالیٰ یہ جن ایمان داروں سے آپ نے سودا کیا ہے۔ یہ بیع فاسد ہے، یہ مال کھرا نہیں۔ یہ مجھے دے دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بیع وہاں فاسد ہوتی ہے۔ جہاں خریدار مال کے نقص اور عیب سے بے خبر ہو۔ میں تو سب کچھ جانتا ہوں لہٰذا یہ بیع اب فسخ نہ ہو گی۔

اے کریم! اور کرم۔ اور کرم۔ اور کرم!

Marfat.com

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

سنا ہے شاہجہاں رحمۃ اللہ علیہ کیلئے جب تخت طاؤس تیار ہو گیا اور اس کی افتتاحی تقریب کا دن آیا تو برصغیر کے تمام اعیان مملکت، روساء و امراء عسکری و دیگر عہدہ داران کو دعوتیں دی گئیں۔ ایک جشن کا سماں بندھ گیا۔ شہنشاہ ہند کی آمد سے پہلے ہر قسم کی تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ غرباء و فقراء میں خیرات بانٹی گئی امراء و وزراء کیلئے خلعات فاخرہ کا اہتمام کیا گیا اور جب شہنشاہ شاہ جہاں کی آمد کا بگل بجا۔ تمام دستے چوکس ہو گئے مدعوین قطار اندر قطار استقبال کیلئے کھڑے ہو گئے۔ مغلیہ شاہی کروفر اپنے جوبن پر تھا۔ ایسا سجا سجایا حسین منظر کب کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور شہنشاہ ہند شاہ جہاں تشریف لائے تخت طاؤس پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو دنیا نے ایک انوکھا رنگ دیکھا۔ شہنشاہ وقت پورے ہندوستان کا بادشاہ شاہ جہاں اپنے شاہی لباس، اپنے شاہی تاج اور شان و شوکت کے ساتھ تخت پر آئے ہی دو رکعت نفل کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ کئی لوگوں کی تو یہ کیفیت دیکھ کر آنکھیں بھیگ گئیں کہ بے شک نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا اور نہ کسی اور نماز کا۔ لیکن اس کے باوجود اصل نماز کا وقت یہی ہے کہ پورے ہندوستان کا بادشاہ، بلاشرکت غیرے ہر سیاہ و سفید کا مالک اپنی شاہانہ شان و شوکت کے نشے میں مغرور نہیں ہوا بلکہ ساری دنیا کے وحدہ لاشریک مالک کے حضور سر زمین پر رکھ دیا، کہ مالک! اصل مالک تو تو ہی ہے تیری عطا سے میں اس وقت ایک براعظم کا بادشاہ بن گیا ہوں۔

درحقیقت مالک ہر شے خداست
ایں امانت چند روزہ نزد ماست

اس سے صدیوں پہلے ایک بادشاہ جس کی مملکت کا سارا حدود اربعہ ہندوستان کے ایک صوبے کے برابر بھی نہیں تھا۔ رعمیسس سوم، اپنے دیوالیہ پن کی وجہ سے اپنے گاؤں

Marfat.com

سے بھاگا ہوا، حسن اتفاق سے مصر کے تخت پر جا بیٹھا۔ تو فرعون بنتے ہی فرعونیت کی اصطلاح کا موجد ہوا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (النازعات) کا نعرہ بلند کیا لوگوں کو سجدہ پر مجبور کیا، لوگوں کے سر جھک گئے اور وہ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ کی سب سے پہلی مسند بچھانے والے شیطان کے ٹولے حزب الشیطان کی صف میں شامل ہو گیا۔

جب انسان حزب اللہ اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کے بلند مرتبے سے گر کر حزب الشیطٰن کی صف میں آ کر کھڑا ہوتا ہے تو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ کی ناکامیوں اور نامرادیوں کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ رسی ڈھیلی ہوتی جاتی ہے اور اسے اتنا بھی شعور نہیں رہتا کہ حزب الشیطٰن کے ٹولے کی طرف سے ملنے والے انعامات و اعزازات اور دکھائے جانے والے سبز باغات آئی ایم ایف کے قرضوں سے بھی کتنے بدتر ہیں۔ اسے غیرت و حمیت اور بزدلی میں امتیاز کرنا بھول جاتا ہے شیطانی سمندری تیندوے کے جال میں پھنستا پھنستا اور پھنس جاتا ہے کہ اسے ہوش ہی نہیں رہتا جن فاقہ مستوں کو جبین ہائے غیرت ماب کو اپنے حضور سجدوں پر مجبور کر رہا ہوں ان جبینوں سے ذرا نیچے بہنے والے دو بے آواز چشمے اگر بہہ نکلے؟ اصل سودا دیکھیں چند سکوں کی جھنکار اور لکڑی ولوہے کی کرسی کی ٹانگوں کو نہ ٹوٹنے والی سمجھ کر حرص و آز کے نشے میں ڈوبا فرعونیت سے اکڑ جاتا ہے تو وہ کرسی کی ٹانگیں کسی بے وفا اور بے قدرے کی یاری کی طرح اچانک ٹوٹ کر اس کی ذات کے پرخچے بھی اڑا دیتی ہیں اور کوئی سہارا دینے والا بھی نہیں ملتا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ مشرق سے ابھرنے والا سورج ہر دیکھنے والے کو اپنے کل کی شام کی حالت، بے کسی، بے بسی اور بے رنگی میں ڈوب جانے والی کیفیت یاد دلاتا ہے۔

حسن والے! حسن کا انجام دیکھ
ڈوبتے سورج کو وقت شام دیکھ

دین کی لو کو تیل فراہم کرنے والے بے ضرر لوگ اپنی رگوں میں بہنے والے خون سے بھیک مانگ کر اسی خون کو تیل بنا کر دیئے جلاتے ہیں اور صدیوں سے جلاتے آ رہے ہیں

Marfat.com

جن کی حکومتوں میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا، ان کے صحن ہائے دل بھی اس لو سے جلتے رہے ہیں۔ ان کے نشہ حکومت کی تند و تیز آندھیاں بھی اس لو کو مدھم نہ کر سکیں۔ آخر وہ خود بھی سورج کیطرح مغرب میں ڈوب گئے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ مغرب میں کئی کئی روز سورج شرم و خجالت سے اپنے منہ پر نقاب اوڑھے رکھتا ہے اور کسی کو منہ نہیں دکھاتا۔

جس طرح انسان اپنی عاقبت بھول جاتا ہے اسی طرح اپنا ماضی بھولنے میں بھی دیر نہیں کرتا۔ مغربی دیوتا پھر اپنا رخ مشرق کی طرف کر رہے ہیں اور بے گور کفن لاشوں پر اندھے رقص میں مست ہیں۔ وہ چیخیں، وہ آہیں، وہ کرب میں ڈوبی سسکیاں، ابھی اس مستی میں غرق ناخداؤں کی سنائی نہیں دے رہیں، آخر کب تلک مغربی ناخدا اور ان کے ہاتھوں کھلونے بننے والے آخر کب تک مدح اہل دول سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

مسجد اور اس کی تعمیر

دنیا کی دولتیں زنجیریں ہیں۔ ان کی چمک دمک دیکھ کر ہم خود ہی ان کو اپنے گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ پیالہ جب تک خالی رہتا ہے۔ تیرتا رہتا ہے۔ جب اس میں پانی بھر جاتا ہے۔ تو ڈوب جاتا ہے۔ ہماری حرص و ہوس کا پیالہ جب تک خالی رہتا ہے۔ ہم بھی اس سے بچے رہتے ہیں۔ لیکن جوں جوں یہ پیالہ بھرتا جاتا ہے۔ اس دنیا کی چاہتوں کے سمندر میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ باہر نکلنے کے لئے نہ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ نہ کسی کو آواز دیتے ہیں۔ نہ کسی کی آواز پر کان دھرتے ہیں۔ بلکہ اس کے اندر چھپے ہوئے جھوٹے موتیوں کی چکا چوند ہمیں اور نیچے سے نیچے لے جاتی ہے۔ دونوں ہاتھوں، دونوں آنکھوں، اور ذہن و فکر کی تمام صلاحیتوں سے بھرپور کام لے کر ان چھپی ہوئی زوال پذیر دولتوں کو سمیٹنے میں اتنی جلدی میں ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کئی دن کے بھوکے کو اچانک روٹی نظر آ جائے۔ تو وہ اس پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ ہمارا یہ ایک دوسرے سے زیادہ دولتیں سمیٹنے کا چسکا۔ صلاحیتیں، کوششیں اور کاوشیں، نفس کی بھوک مٹانے پر صرف ہوتی ہیں۔ جس نے قرض لیا ہو۔ گروی بھی تو اسی کو رکھا جائے گا۔ لہٰذا ہماری غفلت کی سزا بھی ہمیں ہی ملنی ہے۔

ہمارا اصلی گھر، جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس گھر سے مسلسل آوازیں آ رہی ہیں۔ اے موت سے غافل انسان! ذرا یہ تو بتا۔ کیا تیرے لئے تیری اپنی دستکاری اور کاریگری کی یاد زیادہ ضروری ہے۔ یا موت کی یاد زیادہ ضروری ہے۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوش نما ہے۔ لیکن اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے۔ ہوش میں آ۔ جو لوگ زندگی میں بہت زیادہ قیمتی لباس پہنتے ہیں۔ مرنے کے بعد وہ بھی کفن ہی پہنتے ہیں۔ محسن انسانیت، غم خوار امت، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ"

Marfat.com

کہ دنیا مردار ہے۔اس کی چاہت میں مرنے والے کتے ہیں۔اس لئے اس مردار کو کتوں کے لئے ہی چھوڑ دو۔اور اسکے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ۔جس کی چوکھٹ پہ جھکی ہوئی جبیں ،انسان کو کبھی شرمندہ نہیں کرتی۔اگر تو طاقت میں اپنے آپ کو ہاتھی سمجھتا ہے تو طَیرًا اَبَابِیْلَ کی سزا بھی تیرے لئے ہی ہے۔اس لئے اپنا سر، زمین پر رکھ ،کہ دانہ زمین میں چھپ جائے۔تو درخت بنتا ہے۔پھر پھلوں اور پھولوں سے اس کی چادر کا دامن بھر دیتا ہے۔

اپنے خالق کے حضور سر جھکانے کے لئے سب سے بہترین جگہ مسجد ہے۔اگر تو اپنے گھر میں سو محراب بھی بنالے۔وہ پھر بھی مسجد کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ (التوبہ)

''کہ مسجد صرف وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔اور نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔قریب ہے یہی لوگ ہدایت والوں میں ہوں''۔

اے راستہ بھولے ہوئے انسان! تیری زندگی کے تمام راستے ہی ٹیڑھے میڑھے ہیں۔فرعونیت اور غفلت سے اپنے ایمان کا بیڑا غرق نہ کرے۔واپس لوٹ اور ان اہل ایمان میں شامل ہو جا۔جن کی تعریفوں سے اللہ تعالیٰ کے لازوال کلام کے صفحات لبالب بھرے ہوئے ہیں۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جسے مسجد میں حاضری کا عادی دیکھو۔اس کے ایمان کی گواہی دے دو۔ ہر شخص کو اپنے ایمان کا گواہ بنالو۔گواہی تو ہر عدالت میں کام آتی ہے۔جتنے زیادہ گواہ ہوں گے۔اتنی جلدی جان چھوٹ جائے گی۔

ہمارے آقا و مولا۔حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (فداہ امی وابی الفا الفا) نے فرمایا۔کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زمین پر میرے گھر میری مسجدیں ہیں۔جو مومن گھر سے وضو کر کے آئے۔ وہ میرا مہمان ہے۔اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کا مہمان بن کر آ۔کہ مہمان کی عزت زیادہ ہوتی ہے۔اگرچہ خشکی پر ہزاروں رنگ ہوں۔وہ مچھلیوں کو نہیں بھاتے۔مومن کے لئے بھی

Marfat.com

مسجد ایسے ہی ہے۔ جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ پانی میں مچھلی چین اور سکون پاتی ہے۔ اور مومن مسجد میں چین اور سکون پاتا ہے۔ جس کی پوری زندگی خشکی پر گزری ہو وہ آب حیات کیا جانے۔ آب حیات زندگی بخشنے والا پانی وہ تو مسجد کے کسی کونے میں سجدے میں ڈوب جانے سے ملے گا۔ آ مسجد میں اپنے خالق کا مہمان بن کر آ۔ اس کی مہمان نوازیوں اس کی کرم نوازیوں، عنایتوں، نوازشوں اور مہربانیوں کے بوجھ سے جھک کر آب حیات حاصل کر لے۔ شکر گزار ہو۔ کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم: 7) کہ اگر شکر کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں میں اور اضافہ کر دیں گے۔ کا اعلان آج بھی اسی طرح گونج رہا ہے۔

مسجد کی تاریخ

دنیاء اسلام کی سب سے پہلی مسجد مکہ معظمہ میں، جو کسی شخص نے اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکانے کے لئے بنائی، وہ اللہ تعالیٰ کے رسول نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مسجد انہوں نے اپنے گھر کے ساتھ مشرکین کے محلہ میں تعمیر فرمائی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس میں مرتضیٰ من اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے وَرَضُوْا عَنْهُ کا خطاب پانے والے صدیق کے لئے اس کی رضا شامل ہوگی۔

ہجرت کے بعد سب سے پہلی تعمیر ہونے والی مسجد، قبا ہے۔ جس میں آج بھی کوئی دو نفل ادا کرے۔ تو اسے عمرہ ادا کرنے کا اجر عطا کیا جاتا ہے۔ یہ مسجد خود قاسم نعم رب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر تعمیر فرمائی۔ مدینہ منورہ میں دنیا کی سب سے پہلی مسجد، مسجد نبوی، بابرکت مسجد تعمیر ہوئی۔ (اس کے حوالے سے ناقوس خداوندی آج صفحات قرآن میں گونجتا سنائی دیتا ہے) کہ اس مسجد کی بنیاد پہلے دن ہی سے رضا الٰہی پر ہے۔ اس کا ایک حصہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی عطا و کرم کا حصہ ہے۔ جملہ ملائک کے حاضر ہونے اور صبح و شام سلام پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرنے کی جگہ ہے اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کی نگاہِ محبت و عقیدت کا مرکز ہے۔ حرم نبوی ہے۔ اس کا نام

Marfat.com

مسجد نبوی ہے۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں سے خریدی گئی۔ اللہ کے محبوب اور پوری دنیا کے نجات دہندہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی چادر میں بھاری پتھر اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے۔ صحابہ کرام کو شاباش و آفرین دیتے اور آپ یہ شعر گنگناتے تھے۔

اللھم ان الاجر اجر الاخرۃ

فارحم الانصار و المھاجرہ

یعنی اے اللہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل اجر و ثواب تو آخرت کا ہے۔ تو کرم فرما اور انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔

اس مسجد میں روشنی کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ کھجور کی ٹہنیوں کو جلا کر روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ تاجر پیشہ تھے۔ کسی ملک سے خوبصورت قندیلیں، ان کو لٹکانے کے لئے خوبصورت زنجیریں اور ان میں جلانے کے لئے روغن اور تیل لے کر آئے۔ آپ کے خادم فتح نے ان کو لٹکایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ تشریف لائے۔ مسجد جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔ خوشی و مسرت کے آثار چہرہ انور پر نمایاں ہوئے۔ سبحان اللہ خوش ہو کر پوچھا یہ کس نے لٹکائی ہیں۔ حضرت تمیم داری نے عرض کیا۔ میرے غلام نے پوچھا اس کا نام کیا ہے۔ بتایا فتح فرمایا نہیں۔ اس کا نام تو سراج ہے۔ اس کے بعد وہ اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ آپ نے فرمایا: تمیم داری تو نے مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن فرمائے۔

مسجد نبوی شریف کا فرش کچا تھا۔ ایک دن بارش ہوئی۔ سارے فرش پر کیچڑ ہو گیا۔ صحابہ چھوٹے پتھر اور کنکریاں لاتے گئے اور بچھاتے گئے اور نماز پڑھتے گئے۔ یوں یہ کچا فرش ہلکا پھلکا پکا ہو گیا۔ جیسے کسی نے بجری ڈال دی ہو۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی شریف میں بہت عمدہ اور خوبصورت فرش کا انتظام فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور بے شمار دعاؤں سے نوازا۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں مسجد نبوی شریف میں قرآن پاک کے ختم شریف کی رات میں خوب چراغاں فرمایا۔ ہاں! مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں ان کو روشن کرنا اوران کو زیب وزینت بخشنا، دنیاء اسلام کی زینت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں جو مینار تعمیر فرمایا۔ اس پر جو روشنی لگوائی۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کی روشنی میں بارہ مربع میل تک عورتیں چرخہ کات لیتی تھیں۔ جس کی روشنی اوراس کا سازو سامان بخت نصر نے اکھاڑا اور بابل شہر لے گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کو جدید تقاضوں اور ضرورت کے مطابق وسیع فرمایا اوراس کو زیب وزینت بخشی۔

مسجد سے رابطہ مفسرین کرام نے اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ الخ (التوبہ: 18) آیۃ مبارکہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تعمیر مسجد کا حسین فریضہ صرف مسلمان ادا کر سکتے ہیں۔ یہ اعزاز کسی غیر مسلم کو نہیں مل سکتا۔ تعمیر مسجد میں غیر مسلم سے چندہ بھی نہیں لیا جا سکتا۔ اس کے اخراجات مسلمان خود برداشت کریں اگر یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ مسجدیں تعمیر کرنا ان کو آباد کرنا اور مسجد میں آکر نماز ادا کرنے کا شوق وذوق بندۂ مومن کی علامت ہے۔ یقیناً ایسے لوگوں کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ کیونکہ مخبر صادق نبی برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص مسجد روشن کرے۔ مسجد میں صبح وشام آنے کا عادی ہو۔ اللہ تعالیٰ مسجد میں اس کی مہمانی فرماتا ہے۔ (مسلم و بخاری) ایک مقام پر سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسجد میں روشنی کرے۔ جب تک اس کا چراغ روشن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے لئے طلب رحمت کے لئے مصرف دعا رہیں گے۔

تعمیر مسجد

دنیا میں درخت تین قسم کے ہوتے ہیں! (1) پھل دار (2) خاردار (3) بیکار

اسی طرح ہاتھ کا دیا ہوا بھی تین قسم کا ہوتا ہے۔ (1) باردار یعنی وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضاء الٰہی کے لئے خرچ کیا جائے۔ مسجدیں تعمیر کروائی جائیں یا کسی اور نیکی کے

Marfat.com

مصرف میں خرچ کیا جائے۔ وہ آج بھی اور کل بھی پھل دے گا اور پھول بھی۔ (2) خاردار جونفسانی خواہشات کی تکمیل میں شیطانی راستوں پر خرچ کیا جائے ایسا مال خاردار جھاڑیوں کی شکل میں دامن ایمان کو تار تار کر دے گا۔ (3) بے کار جو خود کھالیا یا جمع کر کے رکھ چھوڑا، کسی کام کا نہیں۔ کھائے گا تو حساب ہوگا۔ جمع کیا ہوا۔ لوگوں میں بٹے گا۔

غلہ بوریوں میں رکھا جائے تو گل سڑ جائے گا یا چوہے کھا جائیں گے اگر کھیت میں بویا جائے تو دو گنا سے سات سو گنا تک یا اس سے بھی زیادہ بڑھ سکتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا تو اس کا حساب ہی کوئی نہیں۔ اگر ہم تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں کہ اگر ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کے چوہے ہمارے اعمال کے بوروں کے چور نہیں۔ تو ہمارے چالیس پچاس سال کے اعمال کا غلہ کہاں گیا؟۔

کسان زیادہ مال اور غلہ حاصل کرنے کے لئے تخم اور بیج کاشت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کو بھوسہ بھی مل جاتا ہے۔ بلکہ بھوسا پہلے اور غلہ بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ انسان کو چاہئے اس دنیا میں جو آخرت کی کھیتی ہے اس میں مسجد کی تعمیر اور دوسری نیکیوں کا بیج اور تخم کاشت کریں۔ آخرت میں فصل کاٹنے کا وقت آئے گا۔ اس وقت اس بوئے ہوئے تخم کے نتیجے میں بے شمار غلہ ہاتھ آئے گا اور دنیا میں بھی اس کا اجر ملے گا۔ جو بھوسے کی مانند ہے۔ کہ وہ پہلے ہوتا ہے اور غلہ بعد۔

اے اللہ! ہمیں وہ مال دے جو صدیق و فاروق وعثمان اور علی کا مال تھا۔ رضی اللہ عنہم۔ شداد اور نمرود کا مال نہ دے۔ اے رب کریم! وہ مال دے۔ جو تیرے گھر کی تعمیر میں خرچ ہو۔ ہم چاہتے ہیں تیرے محبوب کے ارشاد کے مطابق تیرے گھر میں ایسے چراغ جلیں جو ہماری زندگی کی تاریکیاں بھی دور کرے اور قبر کے اندھیرے بھی دور کرے۔

یا اللہ عزوجل! ہم اپنی کمزوریوں کی وجہ سے گناہوں کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ تو اپنے کرم کی انتہا کر دے ہمارا مال خاردار نہ بنا۔ کہ اس کے کانٹوں سے ہماری زندگی اجیرن ہو جائے اور آخرت میں سانپ بچھو بن کر ہر آن ہمیں ڈستے رہیں۔

Marfat.com

یا اللہ! ہمارا مال بے کار نہ بنا۔ جس کے کمانے میں ہم نے پوری حیات کا ایک ایک لمحہ صرف کیا اور اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ ہمارا مال ایسا باردار اور ثمر دار بنا۔ جو تیرے گھر کی تعمیر میں خرچ کر کے اس کے پھل اور تیرے کرم کے پھولوں کی مہک سے ہمارے بچے، ہمارے عزیز، ہمارے دوست اس دنیا میں بھی مہکتے رہیں اور ہماری قبر و حشر کی دنیا بھی مہکتی رہے۔

اے کریم! تو ہمیں اپنا گھر آباد کرنے کی توفیق دے۔ تا کہ ہمارے گھروں کی ویرانیاں، قبروں کی تلخیاں اور حشر کی حشر سامانیاں دیکھنا نصیب نہ ہو۔

مسجد مہاجرین حنیفہ

میں چشم تصور میں دیکھ رہا ہوں۔ جب پاکستان تخلیق ہوا۔ اس روز رمضان المبارک کا جمعۃ الوداع تھا۔ سبحان اللہ وہ حسین صبح، وہ سہانا دن، وہ پہلی کرن پھوٹتے ہی ریڈیو پاکستان سے دنیاء اسلام کے سب سے بڑے نظریاتی ملک پاکستان کا اعلان ہوا۔ پھر لاکھوں کروڑوں انسان سرحدوں کو پار کر کے، اس حسین وجمیل وطن کو دیکھنے، اس میں رہنے اور آباد ہونے اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کے نشے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر لٹے، سر کٹے، گودیں ویران ہوئیں۔ عصمتیں برباد ہوئیں۔ دربدر ہوئے۔ لیکن اے مولا۔ صرف تیرے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نشے میں ڈوب کر سب بھول گئے۔ ٹھیک ایک سال بعد رمضان المبارک کی پہلی تراویح کے لئے ایک چھوٹا سا تھڑا جو ہمارے لئے مسجد نبوی شریف کے قریب والے صفہ کی طرح ہی تھا۔ بنا لیا وہ پہلا دن (دھرم پورہ) مصطفیٰ آباد کی گلی 48,44,43 مین بازار اور قرب وجوار کے مکینوں کے لئے جشن سے کم نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد کچی دیواریں چنیں۔ پھر اس پر سرکنڈوں کی چھت ڈالی اور تیرے حضور سرزمین پر رکھ دیا۔

مولا! تیرے قربان جائیں۔ وہ سجدے تو نے قبول فرمائے۔ ہمیں اپنا گھر تعمیر کرنے کی توفیق دی۔ تیرے گھر کو ہم نے تیری توفیق سے اپنی جبینوں سے بسایا۔ تیرے قرآن کو

Marfat.com

سینوں میں بسایا۔علماء کرام ذی احترام نے تیرے اور تیرے محبوب کریم ﷺ (فداہ امی وابی) کے ارشادات سنائے اور آج پاکستان کے پچاس سال کی تکمیل پر گولڈن جوبلیاں منائی جارہی ہیں۔ہوسکتا ہے کسی کی نگاہ میں پاکستان نے کوئی ترقی نہ کی ہو۔لیکن تیرے نام پر ہجرت کرنے والے مہاجرین اور یہاں کے رہنے والے انصار نے مل کر جو ''مسجد مہاجرین حنیفہ'' کے نام سے تعمیر کی ہے۔اسے دنیا دیکھنے آتی ہے۔اللہ اسے آباد رکھے اور اس کے آباد کرنے والوں کی دنیا و آخرت آباد رکھ۔

اے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب کو مدینہ بنانے والے مدینے کے والی۔ذرا آ کے دیکھ۔ ویسے تجھ سے چھپا ہی کیا۔لیکن کبھی حقیقت سے مجاز بن کر آ اور دیکھ تیرے دیوانے، تیرے چاہنے والے، تجھ سے پیار کرنے والے، ہزاروں کمزوریوں کے باوجود، تیرے خالق و مالک، تیرے واحد و یکتا معبود، کے گھر کی تعمیر میں کس طرح ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔تیرے ارشاد پر، ایک ان دیکھے معبود کے چاہنے والے، ذرا دیکھ! کیسے جھوم جھوم کر، تیرے عشق سے سرشار اللہ کا گھر بنارہے ہیں۔ہم تمیم داری نہ سہی۔ان کے غلام سراج نہ سہی۔ان پہ ہماری لاکھوں جانیں نثار وہ ہمارے لئے عظمت کے مینار۔ان کی سنت ادا کرتے ہوئے۔ہم نے مسجد کو روشنیوں سے بقعۂ نور بنادیا ہے۔کبھی آ۔اسی طرح شام کے وقت آ۔اور آ کے دیکھ! پھر خوش ہو اور اسی طرح دعا دے۔ جیسے تمیم داری کے لئے دعا دی تھی۔اسی طرح ہمارے خوبصورت نام رکھ۔جس طرح تو نے ان کے غلام ''فتح'' کا نام بدل کر ''سراج'' رکھ کر ہمارے لئے تو نے ان کو سراج منیر بنادیا تھا۔تجھ پر لاکھوں کروڑوں درود و سلام، کبھی آ کے دیکھ۔ہم نے دھرپورہ کو مصطفیٰ آباد کا نام دیا ہے۔کبھی کرم فرمائیں ناں اور اس کو مصطفیٰ آباد ہی آ کر بنا جائیں۔ہر دل مسلم میں آ کر سما جا اور ہر دل مسلم کو مصطفیٰ آباد ہی بنا جا۔

ہر دل مسلم میں ان کی یاد ہے
قلب مومن مصطفیٰ آباد ہے

Marfat.com

دورِ حاضر کا فرعون و یزید

انسان ہی اجڑے گا انسان کے ہاتھوں
اک نسل تباہ ہو گی شیطان کے ہاتھوں
اللہ! بچانا یہ عراقی میرے بھائی
محفوظ ہو بغداد بھی طوفان کے ہاتھوں

امریکہ و عراق جنگ کو چھڑے ہوئے تادم تحریر آج بارھواں دن ہے۔ جب دولت، اختیار، اقتدار خلاف حق استعمال ہوں گے تو وہ باعث عذاب ہی ہوں گے۔ متکبر و مغرور اس غرور و نخوت کی آگ میں خود بھی جلے گا اور جو بھی اس کے سامنے آئے گا اس کو بھی جلا کر راکھ کر دینے کی کوشش کرے گا تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے یہ ایک بین الاقوامی حتمی اور غیر متبدل عنوان ہے میدان کربل میں جو واقعہ تقریباً چودہ سو سال پہلے واقع ہوا تھا۔ بعینہ اسی انداز کے ساتھ اُسی جگہ دہرایا جا رہا ہے۔

میدان کربلا ہے۔ ایک شخص اپنی ناجائز حکومت کے نشے میں کسی بھی دیدہ ور کے سر کی کلغی اونچی دیکھنا برداشت نہیں کرتا ان پر پانی کے ذخیروں تک پہنچنے کے اسباب سارے کے سارے منقطع کرتا ہے ان کے چاروں طرف کے گھیرے کو تنگ سے تنگ کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر مہکتے چمن کے پھولوں میں سے ایک ایک پھول چنتا جاتا ہے اور ویرانے میں رکھتا جاتا ہے۔ بلکہ اس چمن کو ہی ویرانہ بنا دیتا ہے بے گور و کفن لاشوں کو روندتا چلا جاتا ہے۔ اس کی آگ پھر بھی ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ وہی میدان کربلا ہے وہی یزیدی وراثت کی حکومت پر قابض، ذریت یزیدی کا سرغنہ، ہر ایک شخص پر عرصہ حیات تنگ کرتا جا رہا ہے اس کے دامن میں رہنے والے، پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں۔ چاروں طرف سے گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے بے گناہ انسانوں کے چمن سے سینکڑوں معصوم جانیں، بچے، نوجوان اور بوڑھے

Marfat.com

کسی نا کردہ گناہ کی پاداش میں جتے جا رہے ہیں۔ آتش و آہن کی گرم لو سے انہیں جھلسایا جا رہا ہے اور بے گور و کفن لاشوں کے ڈھیر پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑنے کے دعوے کئے جا رہے ہیں۔ بزعم خود قریب سے قریب عرصہ میں فتح و نصرت حاصل کرنے کے مژدے سنائے جا رہے ہیں۔ ایک سادہ لوح سوچتا ہے یہ مغرور شخص طاقت و قوت، مال و دولت، آل اولاد، جماعت و جتھہ ساز و سامان کے کتنے انبار لگائے ہوئے ہے؟ ہر طرح اور ہر انداز سے نظروں کو خیرہ کر دینے والی شان کا مالک ہے۔ آخر اس میں کوئی بات تو ہے جو اس کو اتنے اونچے مقام پر پہنچائے ہوئے ہے۔ تو قانون فطرت بآواز بلند پکارتا ہے فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ (توبہ:55) ان کا مال اور ان کی اولاد کی کثرت تمہیں تعجب میں نہ ڈالے۔ گویا ارشاد خداوندی کے مطابق اپنے ایمان اور یقین پر اتنا پختہ یقین ہو کہ اپنی بے سرو سامانی کے مقابلہ میں اس کے مال و اولاد کی کثرت دیکھ کر تعجب کرنا بھی منع ہے یہ تعجب کی کیفیت تو اپنے خالق پر یقین اور اپنے خالق کی تقسیم پر ہلکے سے عدم اعتماد کے اظہار کی کیفیت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا (توبہ:85) اس لئے کہ ان کو یہ بڑھائیاں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ان کو دنیا میں بھی لعنت و ذلت کے عذاب میں مبتلا کرنا ہے اور آخرت میں بھی۔

دریا دریا صحرا صحرا گوشہ گوشہ قریہ قریہ
امریکہ پر لعنت ہوگی ہر جا اس کی ذلت ہوگی

ان کا کفر، ان کی دولت، ان کا منصب، ان کے مرتبے سب کچھ، ان کو شکر پر آمادہ نہیں کرتے۔ بلکہ تکبر و غرور کو بڑھاتے ہیں۔ پھر یہی تکبر و غرور ان کے لئے دنیا میں لعنت، ذلت اور نفرت کا سبب بنتا ہے اور وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ۝۸۵ (التوبہ) اور کفر ہی کی حالت میں ان کی جان نکال لی جاتی ہے۔ گویا جب موت کا پروانہ گلے کا پھندا بنا کر ملک الموت انکے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ تو اس غافل کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب مہلت کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ مال و دولت کی کثرت، جاہ و منصب کی تمکنت انہیں یہ

Marfat.com

سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتی کہ مہلت کا دیا گیا وقت کم ہو رہا ہے اور اسی کفر کی حالت ہی میں ان کی جان نکال لی جاتی ہے۔

مٹ جائیں گے مارنے والے جیتیں گے پھر ہارنے والے
پٹ جائے گا پس جائے گا دکھ دے کر کیا سکھ پائے گا

قانون قدرت ہے کہ اپنے شباب کے عالم میں جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبالیا کرتا تھا ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ جب تک اس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیا جائے۔ وہ اٹھ کر دو قدم نہیں چل سکتا۔ میدان کربلا میں، شہر پیران پیر میں، شہر انبیاء میں، شہر اولیاء میں، اپنے مالک کے حضور جھک جانے والوں کے شہر میں، اٹھلانے والا، اکڑنے والا، آگ برسانے والا، بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لینے کے دعوے کرنے والا، ایسا گرے گا، ایسا جلے گا، ایسا پھسلے گا، کہ گرتے گرتے، جلتے جلتے، پھسلتے پھسلتے اور ڈوبتے ڈوبتے، ہزار بار کہے گا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (اعراف) میں ساری کائنات کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ موسیٰ اور ھارون (علیہما السلام) کے رب کو تسلیم کرتا ہوں تو یہ ایمان اور تسلیم اس کے کسی کام نہیں آئے گا۔ فرعون دریاء کو خشک سمجھ کر کودا تھا۔ پھر بھی غرق ہو گیا اس کی عقل ناقص نے کام ہی نہ کیا ارے احمق کبھی دریا بھی خشک ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کو آگ سمجھ کر کودے تھے۔ نار (آگ) ان کے لئے نور بن گئی دور حاضر کے فرعون کے لئے یہ دریا خشک نہیں بلکہ اس کی نظر کا فریب ہے وہ اس دریا میں غرق ہو گا۔ ایک حسین اس آگ کو آگ سمجھ کر اس میں کود چکا ہے۔ وہ آگ اس کے لئے آج تک گلزار بنی ہوئی ہے۔ اس وقت سے آج تک یزید کے سر پر، اس کے نام پر، اس کی ذات پر نفرتوں اور ذلتوں کا غبار، مٹی اور گرد و غبار پڑ رہا ہے، پڑتا رہے گا۔

بدلیں گے دن دیر نہیں رب کے گھر اندھیر نہیں
آگے ہوں گے بش کے بگھوڑے اور پیچھے اسلام کے گھوڑے

Marfat.com

عقل کامل، خادم بن کر مخدوم بن گئی۔ عقل ناقص مخدوم بننے کے شوق میں عزت کے راستے سے ہٹ گئی۔ عقل ناقص نے دوسروں کو اپنے جال میں پھنسانا چاہا اور خود اس جال میں پھنس گئی۔ بتایئے! اس شکاری سے بڑھ کر اور کون احمق ہوگا؟ جو گھر سے شکار کرنے چلا اور خود شکار ہو گیا اس پاک سرزمین میں اس کا آنا، خود شکار ہونے کے مترادف ہوگا۔

چیونٹیوں کی فریاد سننے والے! ہم ناکارہ سہی، نالائق سہی، اشرف المخلوقات بھی ہیں اور تیرے محبوب ﷺ کے چاہنے والوں میں بھی ہیں، تیرے محبوبوں کے محبوبوں کی سرزمین پر نجس اور ناپاک مخلوق آ پہنچی ہے اسے اس کے آہن و آتش میں ہی بھسم کر کے رکھ دے۔

ہمارے جسم صحیح و سلامت: جسم انسانی میں اندر ہی اندر کوئی پھوڑا کوئی ناسور، کوئی درد، کوئی ٹھیس اٹھا کر پورے جسم میں درد بھر دینے والے۔ اگر تو خشک صحراؤں کی ریت کو ان امریکیوں کے پیٹوں تک پہنچا سکتا ہے تو اسی سمندر سے ایک اور طوفان آب کھڑا کرنے میں دیر کیوں ہے؟ جس طوفان آب سے سارے امریکی بیڑے غرق ہو جائیں۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ: 186) کا اعلان کرنے والے، فریادیوں کی فریاد سننے والے، پھر اس فریاد کو پہنچنے والے، ابابیلوں سے بڑے بڑے ہاتھیوں کو كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ (الفیل) بنا دینے والے، تاتاریوں کے گھروں سے ہی اسلام کے پجاری پیدا کر دینے والے مالک! تجھے تیرے سارے اختیارات کا واسطہ ہے۔

مولا مدد بھیج ابابیل کی صورت
کافر کو تباہ کر دے مسلمان کے ہاتھوں
اللہ بچانا یہ عراقی میرے بھائی
محفوظ ہو بغداد بھی طوفان کے ہاتھوں

Marfat.com

حی علی خیر العمل

وہ حسیں نقوش قدم، جو میرے اور تیرے آقا ﷺ حسین راستوں پر چل کر، مستقل ثبت کر گئے۔ آ۔ ان پر چلیں۔ تو اگر عشق و وفاء مصطفوی ﷺ کی بیعت کر کے "چراغ مصطفوی ﷺ" اپنی رگ جان میں روشن کر لے۔ تو پھر اپنے تصورات کے آئینے میں دیکھ! کوئی ہے تجھ سا؟ دنیا کے کسی بھی طوفان کا جھونکا، تجھے بجھا نہیں سکے گا۔ ہاں! جو فاتح ذہن و ضمیر ﷺ ہیں اور جو دنیاء عشق و مستی کے دار الحکومت کے تاجدار ﷺ ہیں۔ وہ تیرے دل کی دنیا میں بس کر، تجھے کہیں جھکنے نہیں دیں گے۔ وہ تیرا چراغ بجھنے نہیں دیں گے۔ کبھی نہیں...... کبھی نہیں۔

ہاں ہاں! وہی جو دشمنوں کے لئے بھی رحمت ﷺ ہیں۔ وہ اپنوں کے لئے کیا کچھ نہیں ہوں گے۔ وہی ذروں کو ہمدوش ثریا کرنے والے ہیں۔ انہیں کا راستہ ہی خیر العمل ہے۔ حی علی خیر العمل۔ آ! کوئی اچھا کام کریں۔

تو تو زمانے بھر کا استاد بن کر آیا ہے۔ دنیا کے پیچھے نہ چل۔ آنکھیں نہیں، دل کو جگا، اپنی قسمت جگا، چہرہ نہیں، شیشہ دل بدل۔ سرور دنیا و دیں ﷺ اور رہبر انس و جاں ﷺ سے دل لگا ان کی ایک نظر کرم، بڑی چیز ہے۔ اپنی آنکھوں کے آنگن میں، صرف انہی کو خوش خرام دیکھ، اپنے لبوں پر انہی کا نام سجا۔ اپنا لمحہ لمحہ انہی کے نام کر۔ جلدی آ۔ ان کے دربار چلیں۔ جہاں رحمتوں کے میلے لگے ہوئے ہیں۔ نفس کے، خودی کے، چاہتوں کے، خواہشوں اور رواجوں کے سارے بت توڑ پھوڑ دے۔ اپنی ذات کی آرائش کے لئے کردار مصطفوی ﷺ کا آئینہ سامنے رکھ۔ اپنے عذابوں سے بچ نکلنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔ آ۔ اس طرف دوڑ کر آ۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ

Marfat.com

جب اھدنا الصراط پڑھی، آئی یہ صدا
طیبہ کے رخ چلو کہ رہ مستقیم ہے

مایوسیوں کی سرد ہوا سے ٹھٹھر ٹھٹھر کر کیوں مر رہا ہے۔ تجھے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ (الزمر:53) کا اونچی آواز سے بجتا ہوا ناقوس کیوں سنائی نہیں دیتا۔ محسوس کر۔ تیرے انگ انگ میں اس کی باس، اس کی خوشبو اور اسی کی مہک بسی ہوئی ہے۔ تیری کتنی بھی خطائیں ہوں۔ اس کی عنایات کریمانہ سے زیادہ نہیں۔ حی علی خیر العمل آ! کوئی اچھا کام کریں۔

کوئی ایسی شمع اپنے سینے کے جھروکے میں روشن کر لے۔ جو قبر کے اندھے قبے میں جا کر بھی جلتی رہے۔ کچھ ایسے سکے ضرور جمع کر لے جو آخرت کے بازار میں بھی جا کر چل سکیں۔ صحیح راستہ وہی ہے۔ جس پر سالکوں کے قدموں کے نشان ہیں۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان کی نسبت سے تیرے مقدر کا شجر سرسبز رہے گا۔ وہ جس نے سر طور کبھی آگ لگائی تھی۔ اس سے عرض کر! وہ تیرے سینے کے طور میں بھی آگ لگا دے۔ جلوۂ طور بن کر چمکنے والے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش قدم سے تیرا یہ سینۂ طور پاک ہوسکتا ہے۔ حی علی خیر العمل۔ آ! کوئی اچھا کام کریں۔

حسن اخلاق کون و مکاں دیکھ لو جو نہ دیکھا کبھی وہ سماں دیکھ لو
تجھ کو آئینہ مصطفیٰ چاہئے پتھروں کے صنم کی ضرورت نہیں
تیری ہر سانس عشق نبی میں ڈھلے یہ وہ سکہ ہے جو عقبیٰ میں بھی چلے
صرف دنیا میں جو خرچ کی جا سکے تجھ کو ایسی رقم کی ضرورت نہیں
کچھ نہ کرنی پڑے گی تلافی تجھے مل ہی جائے گی حق سے معافی تجھے
عشق شاہ پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کافی تجھے رخت راہ عدم کی ضرورت نہیں

Marfat.com

حروف زر

☆ ایک بادشاہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے جا رہا تھا۔ اس کے آگے آگے نقیب، لوگوں کو ہٹاتا اور مارتا جا رہا تھا۔ ایک شخص کو اس دوران دس بیت لگے۔ اس نے بادشاہ کی طرف منہ کر کے کہا تیرے خیر میں اتنا شر ہے۔ تیرے شر کا اندازہ کون لگائے گا۔ تیرے ظلم سے میرے ظاہری جسم سے جو خون بہہ رہا ہے۔ وہ تو بہہ ہی رہا ہے اور میرے اندر نفرت کا جو لاوا پک رہا ہے۔ اس کا اندازہ کون لگائے گا۔

☆ جھوٹ۔ دل میں اس طرح کھٹکتا ہے۔ جیسے منہ میں تنکا۔ جب تک منہ میں رہے گا زبان اسے ادھر ادھر گھماتی ہی رہے گی اور اگر تنکا آنکھ میں گر جائے۔ تو آنکھ میں پانی بھر آتا ہے اور آنکھ شدت تکلیف سے تڑپتی ہے جب تک نکل نہ جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو زمین میں چلنے پھرنے کا حکم دیا ہے تا کہ اللہ کا فضل تلاش کریں۔ لیکن اگر اس طرح چلتے پھرتے رہنے میں کوئی نورانی عقل والا صاحب باطن بھی مل جائے۔ تو زہے نصیب، مختلف مجلسوں میں جا کر کسی ایسے صاحب عقل کو تلاش کر۔ جسے حضور نبی کریم ﷺ کی میراث ملی ہوئی ہو۔

☆ کسی اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی برا ساتھی مل جاتا ہے۔

☆ بے مقصد بحث و گفتگو تو صرف خاک اور غبار اڑانے والی بات ہے۔ شیخ کے دیدار کی کوشش کر کہ اس کی زیارت نفع دینے والی ہے۔

☆ مقررہ وقت میں باتوں سے جی نہیں بھرتا۔ میں اور بھی وقت چاہتا ہوں پانچ مقررہ اوقات نماز تو عوام کیلئے ہیں۔ جس کے دل میں ہزاروں راز ہوں پانچ وقتوں کی نماز سے اس کا جی نہیں بھرتا۔ جواب آیا، قُمِ الَّیْلَ رات کو اٹھا کر۔

☆ مچھلی سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو ایک دن چھوڑ کر دریا سے مل لیا کر وہ تو تھوڑی دیر کی جدائی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

☆ وہ خوبرو نوجوان لڑکا جو لوگوں کی آنکھوں کا تارا بنا ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں وہ بھی بے عقل ہو کر ہوا ہو جاتا ہے۔

☆ تو دنیا کے بناؤ سنگھار پر نہ جا۔ انجام پر نظر رکھنے والے کبھی بدبخت نہیں ہوتے۔

☆ اگر تو طاقت و قوت میں ہاتھی ہے۔ تو طَیْرًا اَبَابِیْلَ کی سزا بھی تیرے ہی لئے ہے۔

☆ چٹ پٹی اور لذیذ غذاؤں کا نتیجہ بھی بدبودار فضلہ ہی ہے۔

☆ بڑے سے بڑا بہادر بھی بڑھاپے میں ناکارہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا۔ صحن بیت المقدس میں ایک بہت ہی خوبصورت بوٹی اگی ہوئی ہے۔ اس نے اپنا نام ''خروب'' بتایا۔ اس نے کہا حضرت! میں جہاں پیدا ہوتی ہوں۔ وہاں چمن ویران ہو جاتے ہیں۔ آپ سمجھ گئے، میرے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ کیونکہ میرے ہوتے ہوئے مسجد ویران نہیں ہو سکتی۔ بری صحبت انسان کیلئے خروب کی بوٹی ہے۔ اگر دل میں کسی برے دوست کی صحبت آئے گی۔ تو دل کی مسجد ویران ہو جائے گی۔

☆ مضامین ہدایت عوام کے حلقوم سے نیچے نہیں اترتے۔ ان مضامین کو کوہ طور نے سمجھ لیا تھا۔ حالانکہ وہ پتھر تھا۔

☆ ایک انسان دوسرے انسان کو لقمہ تو دے سکتا ہے۔ ہدایت نہیں دے سکتا۔ ہدایت دینا صرف اللہ کا کام ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے زمین کو یہ نعمت بخشی ہے کہ وہ پانی پیتی ہے اور سینکڑوں قسم کی گھاسیں اگا دیتی ہے۔ تو نے لاکھوں من پانی پی کر۔ مخلوق خدا کو کیا دیا ہے؟

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو یہ نعمت ملی تھی کہ وہ جادوگروں کی ساری رسیوں کو نگل گئی لیکن وہ موٹی نہیں ہوئی۔ اس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔ تو حیوانی کھانا کھاتا ہے۔ اس لئے تیرا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔

☆ تیری حرص اور تیرا لالچ۔ تیری آنکھوں کو دیکھنے اور کانوں کو سننے سے روک دیتا

Marfat.com

ہے۔ کہ حرص اور لالچ انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

☆ بچہ ماں کے پیٹ میں صرف خون کی خوراک سے واقف ہوتا ہے اور وہی اسے باہر آنے سے روکتی ہے۔

☆ وہ ذات جو کئی میل قرن سے اچھی خوشبو سونگھ لیتی ہے وہ میرے اور تیرے باطن کی بو کیوں محسوس نہ کرے گی۔

☆ پیاز کی بو کی طرح، ہمارے تکبر، غصہ، حرص، غیبت کی بو بھی پہچان لی جائے گی۔

☆ گناہوں کی بدبو کی وجہ سے ہماری دعائیں مردہ ہو جاتی ہیں۔

☆ بدکار انسان اچھا لباس پہن بھی لے۔ تو اسے سکون قلب نصیب نہیں ہوگا۔

☆ نیک دل گدڑی میں بھی ہو۔ تو اس کا دل باغ باغ رہتا ہے۔

☆ دوستوں کی خطا اور غلطی، بیگانوں کی نیکی سے بہتر ہوتی ہے۔

☆ ہاتھی کے بچے کو ذبح کر کے کچھ لوگوں نے اپنے پیٹ کی بھوک مٹائی اور سو گئے بعد میں ہاتھی بھی آ گیا۔ اس نے ایک ایک کا منہ سونگھا۔ جس جس کے منہ سے اسے اپنے بچے کے گوشت کی بو آتی تھی۔ وہ اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر چیر دیتا تھا۔ تو بھی غیبت کر کر کے اللہ کے بندوں کا گوشت کھاتا ہے۔ اللہ کے فرشتے تیرے منہ سے یہ بو سونگھ لیں گے۔ قبر کے منکر نکیر یہ بو پہچانتے ہیں تو ان سے اپنا منہ چھپا نہ سکے گا۔ اے مخلوق خدا کا خون چوسنے والے باز آ۔

وہ فرشتے ہم سب کے منہ کی بو کو پہچانتے ہیں۔ لیکن اپنے کرم سے پردہ پوشی کرتے رہتے ہیں اور اپنے ناک پر رومال رکھ کر نفرت کا اظہار نہیں کرتے۔

باز آ۔ اپنی حرکات سے باز آ۔ توبہ کر۔ اپنے مالک کے حضور خلوص دل سے توبہ کر۔ اس کے حضور سادہ اور عام سے پرخلوص الفاظ بھی قبول ہو جاتے ہیں۔ دعا میں اخلاص نہ ہو۔ تو اچھے اور خوبصورت الفاظ بھی مردہ ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

خاموش درخت کی چھاؤں

اقبال اتنا بڑا اپدیشک نہیں تھا۔ جتنا وہ اپنے آپ کو کہتا تھا۔ اور گفتار کا غازی بھی اتنا بڑا نہیں تھا۔ جتنا وہ اپنے آپ کو کہا کرتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو اس کی باتیں۔ دلوں کو موہ نہ لیتیں۔ ان کی تاثیریں پھل جھڑی کی چکا چوند کی طرح کبھی کی راکھ کا ڈھیر ہو چکی ہوتیں۔ اگر آج بھی ان کی تاثیریں طالب کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ دریائے وحدت سے اس کا اتصال ہو چکا تھا۔ اس جیسے ان گنت عظیم لوگ، دریائے وحدت کے غوطہ زن لوگ۔ اپنی ایسی بہاریں۔ چھوڑ گئے۔ جو آج بھی تر و تازہ ہیں۔ ان کے پھولوں کی پنکھڑیاں، ابھی تک نہیں مرجھائیں اور ان کی باتوں کے پھولوں کو قیامت تک تر و تازہ رکھنے کے لئے دریائے وحدت سے پانی، ہوا، ماحول اور فضا ملتی رہتی ہے۔

تو اپنی تقریروں پر، اپنے فقروں پر، اپنی پھل جھڑیوں پر، ناز کرتا رہتا ہے۔ جو معانی سے محروم ہیں۔ تو اپنی تقریروں سے اپنے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ تو سمجھتا ہے۔ تیرے سامعین، تیری تقریریں سن سن کر جھوم رہے ہیں۔ کتنا احمق ہے تو، کہ ان کے جھومنے کے عشق میں اپنی عمر برباد کر رہا ہے ان کا جھومنا ایسا ہی ہے۔ جیسے ہوا کا جھونکا آیا۔ پتوں اور شاخوں نے جھومنا شروع کر دیا۔ جھونکا گزر گیا۔ اس کے بعد پھر سکوت، نہ جانے کتنے ہواؤں کے جھونکے۔ اس طرح آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ جھومتے رہتے ہیں۔ کون کس کو یاد رکھتا ہے۔ اور کونسا ہوا کا جھونکا یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ تو اس ہوا کو اس پانی کو یاد رکھتے ہیں اور مسلسل یاد رکھتے ہیں اور ایک لمحہ اس کی یاد۔ سے غافل نہیں ہوتے، جو ہوا، جو پانی اور جو روئیدگی، ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ اس کے حضور وہ پھول پیش کرتے رہتے ہیں اس کے حضور، پھل پیش کرتے رہتے ہیں۔ اسی کی محبت میں کھڑے رہتے ہیں اور زندگی کے آخری دم تک کھڑے رہتے ہیں۔

Marfat.com

تیری تقریریں، تیری گفتگو، تیرا مسکانی لہجہ، تو مٹی کے ڈھیلے پر نقش ونگار کرنے والی بات ہے۔ مٹی کے ڈھیلے پر نقش ونگار، پائیدار نہیں ہوتے۔ پہلے اپنی اصلاح کر، تقریروں کو چھوڑ، اپنی فکر کر، دوسروں کو وعظ وتلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ بلکہ یہی بہتر ہے۔ یہ تقریریں سننے والے، خوش ہونے والے، داد دینے والے، تیرے عاشق نہیں، دراصل تیرے عاشق تو وہ ہیں۔ جو تیری اصلاح کی دعا کرتے رہتے ہیں

اپنے دامن میں اس کا درد نہ ہونے کے درد کو یاد رکھ، جیسے ایاز اپنی قمیص اور چپل کو یاد رکھتا تھا اور اس درد سے کسی کو آشنا بھی نہیں ہونے دیتا تھا۔ جب تک یہ نعمت حاصل نہ ہو۔ انسان بہت بولتا ہے۔ حالانکہ سکوت میں نجات ہے۔ بولنے والے ہی پھنستے ہیں۔ جیہڑا بولے اوہ ای کنڈا کھولے۔

شاہ خوباں ﷺ کے دربار میں بیٹھنے والے جانتے تھے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ كَلَّ لِسَانَهٗ یعنی جو اپنے آپ سے واقف ہوگیا۔ اس کی زبان بند ہوگئی۔ اگر بولے تو وہ بولے۔ جو پہچان کرانے والا ہو۔ آپ کی محفل میں بیٹھنے والے یوں اپنے منہ پر مہر لگا کر بیٹھے ہیں۔ جیسے سروں پر کوئی پرندہ آ بیٹھا ہو۔ جو بولنے سے اڑ جائے گا۔ جس طرح ان کو سر پہ بیٹھا ہوا۔ پرندہ بات کرنے سے روکتا تھا۔ اسی طرح مقام حیرت سے آگاہی بھی بات کرنے سے روکتی ہے۔ جب ایک سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اور دل جوش وخروش میں ہوتا ہے۔

دنیا میں تاریکی زیادہ ہے۔ لوگ باطل کی دلیلوں سے حق کو پوشیدہ کر دینے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی کاوشیں، فساد ماحول کا سبب بنتی ہیں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے۔ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ (بقرہ) کہتے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں۔ اندھے کہیں کے۔ اندھے نے کسی کو کیا راہ دکھانی ہے۔ جس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اصلاح اور فساد میں فرق کیا ہے۔ اس کو وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (بقرہ) کی سند ہی دی جا سکتی ہے کہ کم بخت کو خبر ہی

Marfat.com

نہیں۔ وہ تو ہیں ہی بے شعور لوگ۔

ایک شاہی باز، شاہ کی کلائی سے اڑا۔ فضا میں شکار کو نکلا اور اتنا آگے نکل گیا کہ راستہ ہی بھول گیا " مرکز سے دور ہونے والے راستہ بھول جاتے ہیں " یہی دوریاں انسان کو بہت دور لے جاتی ہیں وہ راستہ بھٹک گیا اور اڑتا اڑتا کسی بوڑھی عورت کے گھر میں جا بیٹھا۔ بوڑھی عورت نے اتنا خوبصورت جانور پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ پکڑ کر اس سے پیار کرنے لگی۔ اس کی نظر اس کے پنجوں کے ناخنوں پر پڑی اور لمبی نوک دار چونچ پر پڑی اور کہنے لگی تو کیسے بے شعوروں کے پاس رہا ہے۔ انہوں نے تیری اصلاح ہی نہیں کی۔ دیکھ تیرے ناخن اور چونچ کتنی بڑھی ہوئی ہے وہ اندر گئی اور قینچی لے آئی اور بڑے پیار سے اس کی اصلاح کرنے لگی۔ اس کے ناخن اور چونچ کاٹ کر رکھ دیئے۔ اتنے میں بادشاہ بھی تلاش کرتے کرتے۔ وہاں تک پہنچ گیا۔ اس نے باز کی حالت دیکھی تو رو پڑا اور کہنے لگا۔ میرے باز تو باز نہ آیا۔ اب میں تیری قسمت پر روؤں یا بوڑھی کمینی عورت کی بے شعوری پر روؤں تیرے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ کہ مرکز اور محبوب سے جدا ہونے کی یہی سزا ہوتی ہے۔ جو تجھے مل گئی ہے اور یہ تیری چند لمحوں کی خطا کا نتیجہ ہے۔ جس کا عذاب سالوں تک تجھ پر مسلط رہے گا اور بوڑھی عورت کیلئے یہی کہہ سکتا۔ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔

تیری دھواں دھار تقریریں کہیں ایسی ہی تقریریں نہ ہو۔ جن میں ایسی اصلاح پوشیدہ ہو۔ جیسی اس بوڑھی عورت نے اصلاح کی نیت سے باز کی اصلاح کی تھی۔ حالانکہ وہی ناخن، وہی چونچ تو اس کے ہتھیار تھے۔ جن سے وہ شکار کرتا تھا۔، جھپٹتا تھا، پلٹتا تھا۔ اسی لپٹ جھپٹ میں اڑتے کبوتر کا شکار کر کے ایک خاص کیف اور لذت محسوس کرتا تھا۔

اب تو بتا۔ تیری ایسی اصلاح سے کیا فائدہ جس سے مسلمان، حیاء، شرم، غیرت، جیسے ناخنوں اور چونچوں کی نوکوں سے ہی محروم ہو جائیں۔

اتنا تیز نہ دوڑ، اتنا آگے نہ بڑھ جا۔ جہاں سے آگے کوئی راستہ نہ ہو۔ اور واپسی کے راستے بھی بند ہو چکے ہوں۔ اتنا تیز نہ دوڑ۔ کہ منزل پر ہی نہ پہنچ سکے۔

Marfat.com

حضورقلبی

اگر حضورقلبی نہ ہو۔ تو انعام واپس لے لیا جاتا ہے کہ گھر میں کوئی نہ تھا۔ کہ انعام جس کے سپرد کیا جاتا۔ اگر انعام دینے والا۔ منعم محسوس کرے کہ جس کو انعام دیا جارہا ہے۔ اس کی توجہ ہی نہیں۔ تو وہ دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ نہ جانے انعام پانے والے کی اس بے قدری سے منعم کو کتنا دکھ ہوتا ہوگا۔ کیا یہ حقیقت نہیں۔ کہ اگر سننے والے شوق نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ بے رغبتی سے بیٹھنے پر مجبور ہوں تو سارنگی نواز کا دل بجھ جاتا ہے اور اگر سننے والے۔ باذوق ہوں۔ توجہ اور انہماک سے سنتے ہوں۔ تو واعظ بھی دل جمعی سے بات کہتا ہے۔

اگر انبیاء کرام میں وحی قبول کرنے کی استعداد نہ ہوتی۔ تو جبریل کبھی ان کی طرف وحی لے کر نہ آتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صنعت دیکھنے والے نہ ہوتے۔ تو آسمان کو چاند ستاروں سے مزین نہ کیا جاتا اور نہ زمین خوبصورت وخوش رنگ پھول کھلاتی۔

حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کو جوفرمایا گیا کہ **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا** اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا پیدا ہی نہ کی جاتی۔ **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں آسمان کو کبھی پیدا نہ کرتا **لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ** اگر آپ نہ ہوتے تو ہم اپنی ربوبیت کو ہی ظاہر نہ کرتے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ چونکہ آپ ﷺ ہی کامل نظر والے ہیں۔ آپ ہی ہر چیز کی اصل ماہیت سے واقف ہیں۔ اس لئے دنیا اور افلاک کی تخلیق کردی حتیٰ کہ ربوبیت کو بھی ظاہر کردیا۔

جو لوگ صرف عورتوں کے حسن میں ڈوبے رہتے ہیں یا خوردونوش کی طلب کا شکار رہتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غوروفکر کرنے کی توفیق کہاں ملتی ہے۔

اگر کامل نظر والے ﷺ جن کی کامل نظری ہی تخلیق کائنات کا باعث ہوئی۔ ارشاد فرما ہوں۔ کہ اے میرے خالق، اے میرے مالک، اے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، میں

Marfat.com

تیری توصیف اور تعریف کا حق ادا نہیں کر سکا۔ تو تو بس ویسا ہی ہے۔ جیسی تو اپنی تعریف خو
آپ کرتا ہے۔ جب عقل کامل ﷺ کا یہ حال ہے۔ تو عام عقلیں اس کا ادارک کہاں کر
سکتی ہیں۔

اے میرے دوست! تو زمانے کی تلخیوں کی طرف نہ دیکھ۔ تو یہ دیکھ کہ تیرے مالک نے
اسے اتنا حسین بنایا ہے کہ ان تلخیوں کے باوجود۔ دنیا اسی پر مرتی ہے۔ شائید حسن کے خالق
نے اس میں اتنا حسن بھر دیا ہے۔ حالانکہ یہ دنیا بالکل ناپائیدار ہے۔ فانی ہے۔ فنا ہو کر اس
کی ہر چیز عبرت کا نشان بن جانے والی ہے۔ ذرا سوچ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے
جس کا نام جنت رکھا ہے۔ جس کے حسن کے تذکرے۔ لازوال کتاب میں انتہائی
خوبصورتی سے کئے گئے ہیں اس کے پھل پھول، نہریں، باغات، نظارے، لازوالیاں، کتنی
حسین ہوں گی۔ آ۔ ان میں بسنے والوں میں شامل ہو جائیں۔

ایک ابراہیم دنیا پر فریفتہ ہو گیا وہ آگ میں جل گیا۔ اس کے علاوہ ہمیشہ جلتی رہنے
والی آگ، اس کی منتظر ہے۔ اور ایک ابراہیم نے دنیا پر لات ماری۔ اس کیلئے آگ بھی
گلزار ہو گئی اپنے مالک کے حضور سر جھکانے والوں میں شامل ہونے کے لئے خلوص دل اور
حضور قلبی کے نگینے اکٹھے کر اللھم اھدنا الصراط المستقیم اس ابراہیم نے آگ میں
حدت، حرارت اور سرخی جیسی حسین چیزوں کو پیدا کرنے والے کی نعمتوں کو دیکھا اور اس
حسین کے حسن ہی میں گم ہو گیا۔ اے انبیاء کے نقش قدم پر چلنے والے۔ تو بھی انہی کا آئینہ
بن۔ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام

عبادت کی سختی، تکلیف اور مادی کوفت، اس سے دوری کے عذاب سے بہتر ہے۔
جب وہ، اے میرے بندے! کہہ کر پکارے گا۔ تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی وہ سینکڑوں
باپوں، ہزاروں ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ سن! یہ راز ساری دنیا کو بتا دو۔ یہ راز مخفی نہ
رکھو۔ تپتے صحراء میں ایک درخت کا سایہ سکون دیتا ہے۔ دکھوں، تکلیفوں اور کرب و بلا اور
جھلستی آگ میں اس کے کرم کا سایہ، کتنا سکون دے گا۔ قرار دے گا۔ یہ مجھ سے نہ پوچھ۔

Marfat.com

یہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر چلنے والوں کی روش وراہ سے پوچھ لے۔

اے غریبو! اے مسکینو! اے بے سہارو ہر گھوڑا اپنے ہی اصطبل کی طرف جاتا ہے۔ اہل شقاوت کا اصطبل وہ نہیں جدھر ہم بلائے اور بھگاتے جارہے ہیں۔ ہمارے اصطبل کا مالک وہ ہے جو کہہ رہا ہے اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ اِلَیَّ میں تمہیں کمر بند سے پکڑ کر آگ سے باہر کھینچ رہا ہوں۔ میری طرف آؤ غور سے سن۔ غور سے توجہ سے انہماک سے سننے والوں کے ذہن اور دل کی جھولی میں انعامات کی مالا سجادی جاتی ہے۔ خلوص اور حضور قلبی کا یہ انعام کتنا عظیم ہے۔ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء) ذہن کی جھولی میں ڈال دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کی کثرت

اللہ تعالیٰ کے گھر کی حاضری، طواف کعبہ، تقبیل حجر اسود، دعاء حطیم کعبہ مقام ابراہیم کے سجدے اور نوافل، دیدار مسجد حرام، حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضری، مواجہ شریف میں سلام و درود، قدمین شریفین میں قعود و قیام کا شرف۔ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ میں چند گھڑیاں مل جانا اور اس قسم کی تمام نعمتیں، انعامات اکرامات یہ سب ذات باری تعالیٰ کا انعام ہیں۔

ہر سر کے مقدر میں کہاں دولت سجدہ
اور ہر سجدہ کی قسم میں کہاں کوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اعظم چشتی)

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کہ جاتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں۔ لیکن خدارا میرا سر پھوڑنے کے لئے اٹھنے والے ذرا ٹھہر۔ دیکھ! اور توجہ کر! کیا اب بھی ایسا ہی ہے۔ نہیں ایسا نہیں۔ بلکہ اب عمرے کے لئے اور ہر سال عمرہ کرنے کے لئے جو پاپڑ بیلے جاتے ہیں۔ کیا وہ تیری نظر میں ہیں۔ ویزے لگوانے کے لئے ٹکٹیں کنفرم کرانے کے لئے جس جس انداز سے رشوت کا بازار کھل جاتا ہے۔ کیا تیرے عمل میں نہیں۔ اور جس جس انداز سے ایجنسیاں اپنے گاہک پکے کرتی ہیں۔ ان پر بھی نظر کر وہ بھی تیری نظر سے پوشیدہ نہیں۔ رشوت لینا بھی حرام، رشوت دینا بھی حرام، کیا یہ دونوں کام کرنے والے کو واقعی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی بلایا ہوگا۔ آپ مانتے ہیں۔ بے شک مان لیں کہ بلایا ہوگا۔ لیکن میں نہیں مانتا۔ میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا۔

اسلام دین فطرت ہے، اسلام نے زندگی میں صاحب استطاعت پر صرف ایک بار حج فرض کیا ہے۔ ایک صاحب کے بار بار پوچھنے پر بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ہاں ہر

Marfat.com

سال نہیں۔ زندگی میں صرف ایک بارصرف ایک بار، حج فرض ہے۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا۔ تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے استطاعت عطا فرمائی ہے۔ تو جا۔ ہر سال جا، عمرہ کرنے کے لئے ہر مہینے جا۔ ہر ہفتے جا ضرور جا، لیکن اپنے اردگرد کے ماحول میں اپنے آس پاس اور اڑوس پڑوس میں۔ عزیز واقرباء میں اپنے بازار اور گلی میں۔ ذرا دیکھ کر جا کوئی فاقہ کش تو نہیں۔ کوئی بڑھیا بیمار تو نہیں۔ کوئی ایسا گھر تو نہیں۔ جن کے گھر میں دیا نہ جلتا ہو۔ کیوئی کنواری بچی۔ جوانی کی سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے بڑھاپے یا پختہ عمری کے صحن میں سیڑھیاں اترنے تو نہیں لگی۔ اگر ایسا ہے تو میرا مشورہ ہے۔ نہ جا پہلے ان کی خبر لے۔ پھر جا تیرا اسی میں بھلا ہے۔

عرفات کا میدان۔ وہ میدان ہے جہاں حشر برپا ہوگا اور مخبر صادق ﷺ نے ایک سچی خبر دے رکھی ہے۔ کہ مالک نے کل حشر کے اسی میدان میمس پوچھنا ہے۔ کہ میں بھوک کا مارا۔ ایک ٹکڑا روٹی کا مانگنے۔ تیرے دروازے پر گیا تھا تو نے مجھے روٹی نہیں دی تھی۔ میں تیری ساتھ ولی گلی میں کتنے مہینے چارپائی پر پڑا بیماری میں تڑپتا رہا۔ سسکیاں لیتا رہا۔ تو ایک بار بھی میری خبر لینے نہیں آیا۔ اب کس منہ سے شفاعت اور بخشش کی خیرات مانگنے آیا ہے۔ بندہ عرض کرے گا۔ میرے مالک! ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ تجھے کیسے بھوک لگ سکتی ہے تو تو اس عیب سے پاک ہے۔ تو تو بیمار نہیں پڑ سکتا۔ میں کیسے تیری خبر لینے آتا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ احمق کہیں کے وہ جو فقیر بابا بوٹا۔ تیرے دروازے پر بھوک کا مارا۔ تجھ سے روٹی کا ٹکڑا مانگنے آیا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ وہ جو معراج دین کئی مہینے تیری ساتھ والی گلی میں ایک دوائی کے گھونٹ کے لئے تنہائی کی تکلیف میں مبتلا تیری راہ دیکھتا رہا تھا۔ میں تو اس کی چارپائی کے ساتھ لگ کر بیٹھا رہتا تھا۔ کہ ابھی حاجی صاحب تشریف لائیں گے۔ ابھی تشریف لائیں گے۔ لیکن تو کبھی آیا ہی نہیں۔

یہ تو کل قیامت کی بات ہے اور اگر اسی عرفات میں۔ تیرے اسی پھیرے میں۔ وہاں تم

Marfat.com

سے اس نے ابھی پوچھ لیا۔ تو کیا جواب دو گے۔ اگر چشم بینا ہے تو ہو بھی سکتا ہے۔ اس لئے جواب دہی کے خوف سے بچ اور نہ جا۔ جس کو وہاں ملنے کے لئے جانا ہے۔ وہ تیرے ساتھ والے گھر میں۔ ساتھ والی گلی میں تیرے ملنے کے لئے یہیں تیرے انتظار میں بیٹھا ہے۔

ایک شخص میرے پاس آیا اور بڑے کرب سے اس نے کہا۔ چشتی صاحب! اس محلّہ میں جتنے بھی کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ یہ سب میرے بچے کے قاتل ہیں۔ میں کل حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ان سب کے خلاف دعویٰ دائر کروں گا۔ کہ یا اللہ۔ یہ لوگ میرے بچے کے قاتل ہیں۔ میرا بیٹا ننھا سلیم! تڑپ تڑپ کر دس روپے کی دوائی کے ہاتھوں میرے ہاتھوں سے نکل گیا اور کئی گھنٹے صرف کفن کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے بے گور و کفن پڑا رہا۔

ہو سکتا ہے۔ یہ مقدمہ یہ عدالت، یہ دعویٰ، حطیم کعبہ میں، مقام ابراہیم پہ یا اللہ تعالیٰ کے گھر کے دروازے کیعین سامنے۔ کھڑا ہو جائے۔ یا پھر عرفات کے میدان میں پیش ہو جائے۔ تو کیا ہو گا۔

سچوں کی باتیں سچی ہوتی ہیں اور میں نے بھی تو سچی سمجھ کر ہی پلے باندھ رکھی ہے۔ کہ بہت دیر گزری ہے۔ اس بات کو اور سبھی سچ بتاتے ہیں اس بات کو۔

ایک بابا جی تھے بابا جی۔ بڑے نیک، متقی، پرہیز گاری کا نمونہ تقویٰ شعاری کی سب سے اونچی والی دہلیز پر بیٹھنے والے۔ حج پر تشریف لے گئے ارکان حج ادا کئے الوداعی طواف سے فارغ ہوئے۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کو لیٹ گئے۔ انہیں محسوس ہوا وہ فرشتے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ ایک نے پوچھا۔ یار! اتنے لاکھ انسانوں میں سے کس کا حج قبول ہوا ہے۔ دوسرے نے کہا۔ یار بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ اس دفعہ تو کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ لیکن بھلا ہو۔ وہ بصرہ شہر میں رہنے والے مولے موچی کا وہ اس دفعہ حج پر آنا چاہتا تھا۔ لیکن آ نہیں سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سچی طلب کے صدقے کرم فرمایا اور سب کا حج قبول فرمالیا۔

Marfat.com

بابا جی نے جب یہ بات سنی تو افسوس بھی ہوا۔ حیرت بھی اور خوشی و مسرت بھی۔ افسوس اس لئے کہ بڑی مشکل سے مالک کے گھر کا حج کرنے آئے تھے۔ یقیناً کئی خطائیں ایسی ضرور ہوئی ہوں گی۔ کہ حج قبولیت کا درجہ نہ پا سکا۔ حیرت اس بات کی کہ ایک شخص آیا ہی نہیں اور اس کا حج بھی ہو گیا۔ اس کے صدقے میں اتنے لاکھ انسانوں کا بھی حج ہو گیا اور خوشی و مسرت اس بات کی کہ چلو کسی کے صدقے ہی سہی آنا تو قبول ہوا۔ سفر بے کار تو نہ گیا۔

دل میں آئی گھر اور اپنے وطن جانے کی بجائے۔ پہلے اپنے اور پوری انسانیت کے اس محسن کی زیارت کرنی چاہئے۔ کہ اس کا کونسا ایسا عمل ہے جس کو اتنی پذیرائی ملی ہے۔

یہ سوچ کر بابا جی نے رخ بصرہ کی طرف کر لیا۔ اور تلاش کرتے کرتے۔ اس تک پہنچ گئے۔ خاموشی سے اس کے حالات کا جائزہ سارا دن لیتے رہے۔ لیکن کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ وہی فرائض و واجبات کی ادائیگی وہی محنت مزدوری۔ سوچا ہو سکتا ہے۔ رات کو کوئی ایسا عمل کرتا ہو چلو اس کا جائزہ بھی لے لیں۔ اس نے کہا۔ میاں جی۔ مسافر ہوں۔ رات رہنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ آؤ بابا جی۔ سو بسم اللہ کوئی بات نہیں مولے موچی کے گھر رات گزار کر بھی انہیں کوئی ایسا ہیرا۔ موتی، لعل نہ مل سکا۔ جس کی تلاش میں اتنا سفر طے کیا گیا۔ آخر انہوں نے پوچھ ہی لیا۔ میاں جی۔ آپ نے حج کیا ہے۔ انہوں نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔ نہیں بابا جی۔ حج تو نہیں کیا۔ البتہ دس سال پیسے جوڑتا رہا تھا۔ اور اس سال حج پر جانے کا ارادہ بھی کیا لیکن نہیں کر سکا۔

آخر کیوں؟ بابا جی نے پوچھا۔ کیا وجہ ہوئی۔ انہوں نے کہا بات بتانے والی نہیں ہے۔ لیکن تیرے اصرار پر بتائے دیتا ہوں۔ کہ جس دن حج کے لئے روانگی تھی۔ تمام خویش قبیلہ، یار دوست حلقہ احباب اکٹھے ہوئے مبارکبادیاں ہوئی۔ دعائیں ہوئیں۔ صبح روانہ ہونا تھا۔ لیکن شام کو سونے سے پہلے کھانا کھانے لگے۔ تو سالن کم پڑ گیا میں نے بیوی سے کہا۔ بھلئے تھوڑا سا سالن پڑوسیوں سے مانگ لا۔ پڑوسیوں سے اتنا میل جول تو نہ تھا۔ لیکن میری بیوی چلی گئی۔ جب واپس آئی تو ہاتھ میں سالن نہ تھا اور چہرہ بھی افسردہ اور غمزدہ تھا۔ میں

Marfat.com

نے سمجھا۔ سالن نہ ملنے کی وجہ سے دل مسوس بیٹھی ہے۔ یا پڑوسیوں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہوگی۔ لیکن جب میں نے اس سے پوچھا کہ بھلئے! کیا ہوا۔

تو کہنے لگی۔ کچھ نہ پوچھ۔ میں ان کے گھر گئی تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ سالن ان کے سامنے پڑا تھا۔ میں نے مانگا تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ میں نے ذرا اصرار کیا تو وہ عورت کہنے لگی۔ بہن! سالن تو ہے۔ لیکن دینے کے قابل نہیں میں نے مزید کریدنا چاہا۔ تو رو پڑی۔ کہنے لگی۔ یہ سالن ہمارے لئے حلال ہے۔ تم لوگوں کے لئے حرام ہے۔ میں نے پوچھا! تم مسلمان نہیں ہو۔ کہ تمہارے لئے قانون اور ہے اور ہمارے لئے اور ہے۔ اگر تم مسلمان ہو تو۔ جو چیز تمہارے لئے حلال ہے۔ وہی ہمارے لئے حلال ہے اور جو چیز تمہارے لئے حرام ہے وہی ہمارے لئے حرام ہے۔

تو اس نے کہا۔ نہیں بہن! ایسا نہیں۔ دراصل میرے گھر می تین دن سے کوئی چیز کھانے کو نہیں تھی۔ بچے بھوک سے تڑپ رہے تھے۔ آخر میرے خاوند نے باہر سے ایک مردہ مرغی پڑی اٹھائی۔ اور لے آیا۔ وہ ہم نے پکائی ہے وہ مردار حرام فاقے کی وجہ سے ہم پر حلال ہے۔ تمہارے لئے حلال نہیں۔ میں د یہ واقعہ دیکھ کر کانپ اٹھی ہوں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ روتی روتی گھر آ گئی ہوں۔

میرے دل میں آئی۔ میں حج پر جا رہا ہوں اور میرے پڑوسیوں کے ہاں فاقے ہیں۔ کیا فائدہ ایسے حج کرنے کا۔ حج تو اگلے سال بھی ہو سکتا ہے۔ پڑوسی تو اگلے سال تک مر جائیں گے۔ میں نے جلدی سے وہ رقم کی تھیلی اٹھائی اور بیوی کو دی اور کہا ان سے جا کہیو کہ راشن منگوا لیں اور یہ ساری رقم اپنے مصرف میں لے آئیں۔ جب ہو گی ہم لے لیں گے۔ یہ بات بھی صرف ان کا دل رکھنے کے لئے کی تھی۔ ویسے واپس لینے کا ارادہ نہ تھا۔ میں نے حج کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اب لوگ طعنے دیتے ہیں۔ باتیں کرتے ہیں، کچوکے لگاتے ہیں۔ کہ لو جی۔ ہار ہی پہنوانے کا شوق تھا۔ لو جی حاجی بنے پھرتے ہیں۔ مشہوری ہو گئی اور بس باتیں سنتا رہا۔ اور کہتا رہا۔ میرے مالک! تو تو جانتا ہے میں حج پر کیوں نہیں گیا

Marfat.com

اب تو جان اور تیرا کام۔

بابا جی نے کہا۔ تمہیں مبارک ہو۔ تیرا حج ہو گیا بلکہ تیری وجہ سے میرا حج بھی ہو گیا اور ان لاکھوں انسانوں کا حج بھی ہو گیا۔ جو اس بار آئے ہوئے تھے۔

میں سوچتا ہوں تو تڑپتا ہے ہر سال حاضری کے لئے اور ہزاروں گھرانے ایسے ہیں جو تڑپتے ہیں بوڑھے باپ یا بوڑھی ماں کی دوا کے لئے۔ تجھے ساری رات مدینے کا شوق سونے نہیں دیتا اور انہیں بھوک کے مارے رات بھر نیند نہیں آتی۔

ایسے حالات میں اگر ایک فرض حج ادا ہو گیا تو اب دوسری دفعہ نہ جا اور نہ مدینے جا۔ مدینے والا سوہنا نبی اپنی امت کا دکھ دور کرنے والے کے گھر پر آ کر مل جائے گا۔ یقین نہ آئے تو کر کے دیکھ لے۔ ورنہ فقیر کا گریبان حاضر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ کچھ لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرنے جا رہے ہیں اور کعبہ خود کسی کے طواف کے لئے پہلے سے ہی کہیں جا چکا ہوتا ہے تو بہت سے حج اور بہت سارے عمروں کی لمبی فہرست تیار کرنے کے غم میں گھلا جا رہا اور سوہنا نبی ﷺ فرما رہا ہے خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ سرکار کون مؤمن نہیں فرمایا جس کا پڑوسی رات کو بھوکا سو جائے۔

اس لئے میرا مشورہ ہے حج اور عمروں کی لمبی فہرست تیار کرنے کے غم میں نہ ڈوب۔ اپنا ایمان بچا، اپنا ایمان بچا، ہاں! اپنا ایمان بچا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک قافلے کے ساتھ حج پر تشریف لے جا رہے تھے ایک مسافر کا ایک پرندہ فوت ہوا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر ایک گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ قریب کے مکان سے ایک لڑکی نکلی اور وہ مردہ جانور اٹھا کر بھاگ کر اندر لے گئی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے دیکھ لیا۔ آپ نے اس بچی کو بلایا اور پوچھا۔ بیٹا! یہ مردہ جانور تو نے کیوں اٹھایا ہے۔ پہلے تو وہ شرمائی۔ لجائی۔ پھر آپ کے اصرار پر کہنے لگی۔ میرے ابا جان کو کسی نے قتل کر دیا اور گھر کا سارا سامان لوٹ لیا۔ میرے اور میری ماں کے پاس صرف ایک

Marfat.com

ہی چادر ہے۔ جب کوئی اس ڈھیر پر کوئی مردہ جانور پھینکتا ہے۔ میں جلدی سے اسے اٹھا کر لے جاتی ہوں۔ میری ماں پکا لیتی ہے اور ہم یہی کچھ کھا کر گزارہ کر لیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے سارے قافلے والوں کو روک لیا اور ان کو سارا واقعہ سنا کر کہا اپنا سارا زادراہ اکٹھا کرو۔ جتنا ہے لے آؤ۔ صرف واپسی کا اتنا خرچ رکھ لو جس سے ہم گھر پہنچ جائیں اور یہ ساری رقم اس بچی کے گھر میں دے دو۔ حج اگلے سال کر لیں گے۔ اب واپس لوٹ چلو۔ تمام عازمین حج نے زادراہ اکٹھا کر کے اس بچی کے گھر دے دیا۔ اور 35 درہم رکھ لئے۔ جس سے وہ واپس گھر پہنچ سکتے تھے۔

جا کسی تاریک بستی میں اجالا بانٹ دے
چاندنی! کیا کام تیرا جگنوؤں کے شہر میں

Marfat.com

قربانی کیوں اور کیسے..........؟؟

آنکھیں بنانے والا۔ اتنی لطیف نظر کا مالک ہے کہ آنکھوں سے دیکھنے والے کی نظر بھی اس کی نظر میں ہے اور دیکھنے والے کی نیت بھی اس کی نظر میں ہوتی ہے۔ ہر عامل جب کوئی عمل کرتا ہے۔ اس کا عمل تو سب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن عمل کی نیت سے یا تو وہ خود عامل آگاہ ہوتا ہے یا عامل کو پیدا کرنے والا آگاہ ہوتا ہے۔ خود سپردگی میں اگر للّٰہیت ہو، خلوص ہو تو شاہ کا انعام، قابل رشک ہوتا ہے۔ نیت میں خلوص ہو تو عمل خود بخود حسین، قابل رشک اور قابل تقلید ہو جاتا ہے۔ اگر خلوت حسین نہ ہو تو جلوت کبھی حسین نہیں ہو سکتی۔ نیت درست نہ ہو تو عمل بھی کبھی درست نہیں ہو سکتا۔

قربانی کے عمل میں چار شخصیات شامل ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ابلیس لعین علیہ العنۃ اور پانچویں وہ ذات ہے جس کے لئے قربانی پیش کی گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی بھر پور وارفتگی کے ساتھ خود سپردگی کی روشن دلیل، قرآن پاک کے منور حروف کی گواہی آج تک ثبت ہے۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ابراہیم کے رب نے جب بھی اس سے کہا جھک جا۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ (البقرہ) ابراہیم نے کہا میں نے ساری کائنات کے رب کے حضور اپنے سر کو جھکا دیا۔

مصور دیکھنا تصویر میری یوں بنائی ہو
ادھر حکم الٰہی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

ابراہیم نے ایک سوچ بیدار کی، بیدار لوگوں کے لئے بیدار سوچ، کہ حکم خداوندی میں حکمتوں کو تلاش کر کے مانا جائے۔ تو اس سے ماننے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اگر حکم الٰہی کو اس لئے مانا جائے کہ اس میں ماننے والے کو کتنا فائدہ یا نقصان ہوگا۔ تو حکم الٰہی کو ماننے کا حق ادا نہ

Marfat.com

ہوا۔ بلکہ امر الٰہی کی موجودگی میں کسی دوسرے معیار سے فیصلہ کرنے کی کوشش کرنا بھی حرام ہے۔ حکم خداوندی کو ماننے میں انکار کی جرأت و ہمت، سب سے پہلے ابلیس نے اپنائی۔ اب جو بھی اس صفت کو اپنائے گا وہ ابلیس کا ساتھی اور ابلیس کی پارٹی کا آدمی تصور کیا جائے گا۔

قربانی صرف ابراہیم علیہ السلام نے پیش نہیں کی۔ قربانی تو ہر امت کے لئے مقرر تھی۔ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا (الحج: 67) ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی۔ ہر امت کی قربانی اور ہر امت کے داعی کی قربانی اپنی جگہ بہت مقام رکھتی ہوگی۔ لیکن جو انداز، قربانی پیش کرنے کا ابراہیم علیہ السلام کے حصہ میں آیا اس کا رنگ ہی انوکھا اور نرالا ہے۔

دوسرا کردار حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے کہا يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (الصافات: 102) بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔ تو حلیم باپ کے حلیم بیٹے نے باپ کے مرتبے کو دیکھ کر باپ کے خواب کو بھی امر الٰہی جانا اور صبر کے ساتھ۔ ان شاء اللہ کہتے ہوئے وفا شعاری میں پورا رہنے کے عزم کا اظہار کر دیا۔

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(الصافات)

اگر کام کرنے میں اپنی رضا شامل نہ ہو تو عمل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ابراہیم کی رضا تو تھی ہی۔ آپ نے اس عظیم کام میں اپنے بیٹے کی رضا کو شامل کر کے ان کی طرف سے بھی اس عمل کو تا قیامت بامعنی بنا دیا۔

ذبح کرنے کے لئے ابراہیم کی تیاری یہ تھی کہ جس کام کا حکم دیا گیا ہے وہ کام اس کی رضا ہی کے لئے کرنا ہے اور ویسے ہی کرنا ہے جیسا کرنے کا امر دیا گیا ہے۔

اور ذبح ہونے کے لئے اسماعیل کی تیاری یہ تھی کہ خود بھی قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ باپ کی چاہت و تمنا کا اظہار۔ جوان کی طرف سے حقیقت الامر کو واضح کرنے میں پوشیدہ

Marfat.com

تھا۔اس کا احترام بھی کیا اور جان دینے والے۔ مالک کے حضور۔ جان کا نذرانہ پیش کرنے میں اپنی رضا بھی شامل کردی۔

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ۝۱۰۳ (الصافات)

اور جب دونوں کی تیاری مکمل ہوگئی اور اس نے اس کو پیشانی کے بل لٹادیا تیز دھار چھری ہاتھ میں لے لی۔ بیٹا برضاء ورغبت باپ کے حکم کی تعمیل میں پیشانی کے بل لیٹ گیا۔تو معبود نے اپنے عبد کو آواز دی اور نام لے کر پکارا۔

وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ۝۱۰۴ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا (الصافات)

اے ابراہیم ٹھہرو۔ تمہارا خواب سچا ہوگیا۔ معبود حقیقی کا عبد کا نام لے کر پکارنا اور اس کے عمل کی صداقت پر مہر لگانا۔ اتنا بڑا اعزاز ہے۔ کہ اس اعزاز پر جان کی قربانی اور بیٹے کی قربانی کوئی معنے نہیں رکھتی۔ رضاء الٰہی سے بڑی کامیابی نہ کوئی دنیا میں ہوسکتی ہے۔ نہ آخرت میں۔

قربانی دیتے ہوئے تکبیر کے وقت اپنی روح کو ابراہیم اور اپنے جسم کو اسماعیل بنالو اور اس میں اتنا انہماک ہو کہ وہ خود پکار اٹھے۔ وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ۝۱۰۴ اور ہم نے آواز دی۔ اے ابراہیم (ٹھہر جا)۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ۝۱۰۶ (الصافات)

یعنی واقعی یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ جس میں ابراہیم اور اسماعیل اور تیسرا کردار ہاجرہ سلام اللہ علیہا ام اسماعیل کامیابی کے ساتھ پاس ہوئے اور اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۝۱۳۱ (البقرہ) کے عمل کا ثبوت پیش کردیا۔

مالک سے بڑھ کر قدردان اور شکور کون ہوگا۔ مالک نے خود اپنی طرف سے یہ فدیہ ادا کیا وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ۝۱۰۷ (الصافات) یہ قربانی اس لئے بھی عظیم ہے کہ قربانی قبول کرنے والے مالک کل کی طرف سے دی گئی تھی۔

مالک کل نے جس ذات کے لئے فدیہ دیا اس کا مرتبہ بھی اس کے نزدیک بہت بڑا

Marfat.com

ہے۔ لوگوں کے لئے، مالک کے ماننے والوں کے لئے، اس کے اپنے بندوں کے لئے، لائق تکریم، لائق تعظیم اور لائق تقلید ہے کہ اب جو بھی قربانی پیش کرے وہ ایسے للٰہیت اور پر خلوص ومحبت اور فدا کاری کے ساتھ کرے۔ جیسے ابراہیم نے، اسماعیل نے اور ہاجرہ نے پیش کی، علیہم السلام بلکہ اب جب بھی کبھی ابراہیم کا نام آئے۔ ہر شخص ہر محبت کا دعویٰ کرنے والا فوراً پکار اٹھے۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ (الصافات) یعنی ابراہیم پر سلام ہو، ان کا نام، زبان پر ہو، تو علیہ السلام کہے۔ ان کا نام قلم پر ہو۔ علیہ السلام لکھے۔ یہ جذبات تحسین ہیں، جذبات تشکر ہیں اور جذبات سپاس ہیں۔ وہ واقعی اس کے مستحق ہیں اور اس شان کے حامل ہیں۔

مالک نے ایک سند، ایک سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ (الصافات) یقیناً وہ ہمارے ماننے والوں میں سے تھا۔ صاحب تفسیر فاضلی نے لکھا ہے کہ مومن کے نو مقامات کو قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔ توبہ، عبادت، حمد، روزہ، رکوع، سجدہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور حدود اللہ کی حفاظت۔ مالک کل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان تمام مقامات پر فائز ہونے کی شہادت عطا فرما دی۔ مومن ذاتی حیثیت سے بھی ایک معیار ہوتا ہے اور مومن اجتماعی حیثیت سے بھی ایک معیار ہوتا ہے۔ اس ذاتی اور اجتماعی معیارات پر پورا اترنا واقعی انعامات الٰہیہ کا مستحق ہونا ہے۔

اس سب سے بڑے شاہ نے انعام میں فرمایا وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (الصافات) کہ ہم نے ابراہیم کے بعد آنے والی امتوں اور نسلوں میں ابراہیم علیہ السلام کی اس فدائیت کی سنت کو برقرار رکھا۔ محسن ہونا عبد کی شان ہے۔ جزا دینا معبود کی شان ہے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ (الصافات) ہم نیکو کاروں کو ایسے جزا وصلہ عطا فرمایا کرتے ہیں۔

تیسرا کردار حضرت محترمہ سیدہ ام اسماعیل ہاجرہ سلام اللہ علیہا کا ہے۔ مال وزر کی قربانی آسان ہے۔ وطن چھوڑنا آسان ہے۔ اپنی چاہتوں، امنگوں اور حسرتوں کو مٹا دینا آسان ہے۔ لیکن بہت مشکل ہے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی اور بیٹا بھی کوئی ایسا ویسا

Marfat.com

نہیں بلکہ ایسا کہ شیر خوارگی کے معجزے سنگ لاخ زمین سے نازک ایڑیوں کی رگڑ سے لازوال چشمہ کا ابل پڑنا کوئی معمولی بات ہے۔ یارو یہ کوئی بھولنے والی بات ہے۔ وادی غیرذی ذرع کا بلاوسائل ایسا آباد ہونا۔ اس ننھے ہونہار بروااس من موہنی صورت وموریت والے بیٹے کے صدقہ میں ماں کی نظر میں تھا کہ یہ بچہ کوئی معمولی بچہ نہیں عظمت کا مینار ہے۔ لیکن کمال ایمان یہ ہے کہ یہ سب اور اس کے علاوہ بھی سب کچھ نہ اپنا سمجھا نہ بیٹے کا ذاتی کمال سمجھا بلکہ ان تمام صفات سے متصف کرنے والے پر نظر رکھی اور کہا میرے مالک! یہ بیٹا یہ میرے بڑھاپے کا سہارا ہے۔ یہ میری بوڑھی ہڈیوں کا نچوڑ۔ یہ سب کچھ تیرا ہی تو ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ یہ آج بھی تیرا ہے۔ یہ کل بھی تیرا ہے اسے کل جوموت کا ذائقہ کسی نہ کسی صورت چکھنا ہے اور ضرور چکھنا ہے اور اگر اس کیلئے میری فداکاری شامل ہو جائے تو سبحان اللہ حاضر ہے مالک میرا بیٹا حاضر ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی یہ نہیں کہا اے ابراہیم کیا بات ہے۔ ہمارا وجود تمہارے لئے اتنا بھی گوارا نہیں کہ چند دن سکون کے ساتھ گزار لیں۔ پہلے ہمیں گھر سے نکالا۔ لق ودق صحراؤں میں پھینک کر بے یارو مددگار چھوڑ گئے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا سکون دیا ہے تو اس کو ذبح کرنے پر تل گئے ہو۔ خدا کا خوف کرو۔ نہیں ایسا نہیں کہا۔ ایسا نہیں سوچا۔ بلکہ کہا ہوگا۔ تو اتنا کہا ہوگا۔

لے چل! ہاں منجدھار میں لے چل، ساحل ساحل کیا چلنا
اور ہاں میرا تو فکر نہ کر، میں خوگر ہوں طوفانوں کی

چوتھا کردار، ابلیس کا ہے۔ شیطان کا ہے۔ لعنة الله عليه و على حزب الشّيطٰن اس نے بھی اپنا منفی کردار ادا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ہاجرہ، رقیق القلب ماں کے جذبات کو ابھارنا چاہا۔ جذبات سے کھیلنا چاہا۔ لیکن اس عزم وہمت کی کوہ گراں کی جانب سے پتھر کھائے۔ پھر ننھے اسماعیل علیہ السلام کی ننھی سوچ کو پراگندہ کرنا چاہا۔ وہاں سے بھی پتھر

Marfat.com

کھائے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو سمجھانا چاہا۔ احمق کہیں کا جن کی گھٹی میں عقل کی گھتیاں پروان چڑھتی ہوں۔ جن کے گھر سے مخلوق خدا عقل وشعور کی بھیک لیتی ہو۔ ان کو سمجھانے چلا ہے۔ ایسی سوچ، ایسی فکر، ایسے عمل اور ایسی عقل پر پتھر ہی برسنے چاہئیں۔ تو ابراہیم نے بھی پتھر دے مارا۔ شکر کرے مر نہیں گیا۔ ورنہ ان کی مار کہاں زندہ رہنے دیتی۔ لیکن مار دینا اور ایک ہی دفعہ مار دینا اتنے بڑے جرم کی سزا اتنی مختصر سزا، مناسب نہ تھی۔ اس کیلئے سزا تو ایسی ہونی چاہئے تھی کہ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا یَحْیٰی (اعلیٰ: 13) کہ نہ جی سکے اور نہ مر سکے۔ تا قیامت پتھر کھاتا رہے۔ مرتا رہے۔ جیتا رہے، ایسے جینے پر بھی لعنت ایسے مرنے پر بھی لعنت۔

پانچواں کردار، خود مالک کا ہے۔ جو اس قربانی کے حرف اول سے حرف آخر تک ساتھ ساتھ ہے۔ پوری انسانیت میں سے، پوری مخلوق میں سے، پوری دنیا میں سے چننے والا بھی خود ہی وَ لَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا (البقرہ: 130) ہم نے اس کو دنیا بھر میں سے چن لیا۔ شعور وآگہی کی دولت سے مالا مال کرنے والا بھی خود ہی۔ آگ کے الاؤ روشن کرانے پر پختہ تیار کرنے پر ابھارنے والا بھی خود ہی کہ لوگو جلالو۔ آگ جتنی جلا سکتے ہو جلالو۔ اس میں ابراہیم کو پھینک کر دیکھ لو۔ کہیں لغزش نہ آئے گی۔ کہیں قدم نہ ڈگمگائے گا۔ پھر خود ہی قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ (الانبیاء) ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا آگ کے انگاروں کی قسمت جاگی۔ جو اپنی پیدائش کے روز اول سے جل رہے تھے۔ بھن رہے تھے۔ جل جل کر انگارے بن گئے تھے ان کو ابراہیم کے قدموں کے لمس نے۔ گل خنداں بنا دیا۔ گلاب، چنبیلی، نسترن، لالہ، نرگس بنا دیا، ابراہیم پر بھی سلام ان انگاروں پر بھی سلام۔

میرے مالک اے ابراہیم کے رب! اے ساری کائنات کے رب، اے رب العٰلمین۔
یہ راقم الحروف تیرا حقیر بندہ، بندۂ سیاہ کار و بدکار بندہ، اس وقت سیاہ کاری و بدکاری، نافرمانی و کاہلی کی آگ میں جل رہا ہے۔ تجھ سے چھپا ہی کیا ہے۔ تو اپنے چنے ہوئے ابراہیم کا صدقہ اسماعیل کا صدقہ، ہاجرہ کا صدقہ، آگ کے ان انگاروں کا صدقہ جن کو تو نے بَرْدًا وَّ

Marfat.com

سَلٰمًا بنا دیا۔ اس چڑیا اور مولے کی کاوش و محبت کا صدقہ جو چونچ میں پانی کا ایک قطرہ، نار نمرود کو بجھانے کے لئے لاتا رہا۔ اس کا صدقہ، مجھے اس نافرمانی کی آگ میں جھلستے ہوئے کو بچالے۔ تیرے لئے مشکل ہی کیا ہے۔ کرم فرما! اے کریم! اور کرم اور کرم اور کرم۔

قربانی کیلئے انسان آمادہ ہو اور اسے بھی منظور ہو۔ تو اسباب بھی خود پیدا ہونے لگتے ہیں جیسے تکبیر پڑھ کر جانور پر چھری پھیر دی جاتی ہے تو تکبیر تحریمہ پڑھ کر فوراً اپنے نفس کے گلے پر چھری پھیر دے۔

فضل جلیل، خلیل سے پوچھو
آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں

دعاء ابراہیم کا نتیجہ فخر انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قربانی سنۃ ابیکم ابراھیم یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے سمنوا ضحایاکم اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کیا کرو فانھا مطایاکم یہ کل قیامت کو پل صراط پر تمہاری سواریاں ہیں۔ لیکن ان کو موٹا تازہ کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں۔ کہ جانور جتنا زیادہ موٹا تازہ ہوگا۔ مالک کو اتنا زیادہ گوشت اور خون پہنچے گا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ لَنۡ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا (الحج:37) نہ ان کا گوشت اس کو پہنچتا ہے اور نہ انکا خون بلکہ وَلٰكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ بلکہ اس کو تو تمہارے دلوں کا تقویٰ، خلوص، پیار اور فدائیت کا جذبہ پہنچتا ہے جانور جتنا موٹا تازہ کرو گے۔ اس کو کھلاؤ گے پلاؤ گے۔ اس کی رکھوالی کرو گے اس کی نگرانی کرو گے۔ اس سے پیار بڑھے گا کہ یہ جانور میرے اللہ کے حضور پیش کیا جانے والا ہے اور جب اس کے گلے پر تم خود ابراہیم بن کر چھری پھیرو گے۔ تو معبود حقیقی یقیناً آواز دے گا۔ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا بے شک تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

ایسے ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے گا۔ سوائے اس کے جس کا دل ہی احمقوں کی دنیا میں رہنے والا ہو۔

وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ (البقرہ:130)

Marfat.com

کالی عینکیں

ابھی کل کی بات ہے ایک صاحب نے پوچھا۔ چشتی یار جن فقراء کی باتیں ہم کرتے کرتے اپنی محفل جان کو مسحور کرتے رہتے ہیں۔ انکے ذکر کی لذت سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ دیدے انہیں دیکھنے کو ترستے ہیں۔ پھر ہم پر مایوسیاں چھا جاتی ہیں۔ کیا ایسوں میں کوئی ایسا دیکھا بھی ہے؟ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ زندہ بھی ہو۔

ابھی یہ سوال و جواب کی محفل جاری تھی کہ خبر آ گئی۔ ''لو اک چراغ اور بجھا'' ہم دونوں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ بے ساختہ پکار اٹھے خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

وہ چراغ جب تک جلتا رہا وہ چراغ نہیں تھا۔ زہر سے بھرا ایاغ (پیالا) تھا۔ یا پھر کائیں کائیں کر کے کان کھا جانے والا۔ زاغ (کوا) تھا۔ اس کے مرنے کی خبر سن کر اچانک یہ کیسے پتہ چل گیا۔ کہ وہ تو ہماری دنیا اندھیر کر گیا ہے وہ تو روشن تھا، قمقمہ تھا، چاند تھا، سورج تھا، آنکھوں کا نور تھا، دل کا سرور تھا۔

دیکھنے والے کا دیکھنا اگر صحیح رخ کا ہو تو اس کو نفع اور فائدہ دے جاتا ہے اندھا بن جانے والے کو اس کا اندھا پن خسارے میں مبتلا کر جاتا ہے۔ جب تجسس کی آنکھ میں شکوک وریب کے جالے پڑ جاتے ہیں۔ تو پھر محرومیوں کا ایسا گھن لگتا ہے جو پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں دیتا۔

میں نے کہا۔ بابا۔ اگر وہ نہیں رہے۔ جنہیں دیکھنے کو اکھیاں ترستی ہیں تو جو آج ہیں جیسے ہیں، انہیں ہی دیکھ لو کل کلاں کو ان سے بھی محروم ہو جاؤ گے ان کو بھی دیکھنے کو ترسو گے۔

دیکھنے کا خود ہی ایک معیار، ایک پیمانہ، ایک تھرمامیٹر تیار کر لینا اور پھر ہر چیز کو اپنے اس ایک زاویے سے دیکھنا اور پھر ضد کرنا کہ وہ ایسا ہی نظر آئے۔ جیسا میں اسے دیکھنا چاہتا

Marfat.com

ہوں اور دیدار کی بھوک ، ہوس ، چاہت پوری کرنے پر ضد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے، خواہش کرنے والوں نے تو دیدار الٰہی کی بھی خواہش کر ڈالی۔ لیکن محبوب کو دیدار دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ دیدار اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کس کو کرانا ہے اور کسے نہیں کرانا ہے اور کب کرانا ہے۔

ہم نے سنا ہے کچھ اچھے لوگ ملامتی کا چولا بھی پہن لیتے ہیں۔ خواہ مخواہ ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ جنہیں دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھوں کی بینائی پر خود اعتمادی کی عینک لگانے والے ان پر لعنتیں بھیجنے لگتے ہیں۔ لو ایسے ہوتے ہیں یہ تو آپ ہی ویسا ہے۔ یہی ان کا مطلوب تھا جو انہیں مل گیا۔

کہتے ہیں سنار، زرگر، چوروں سے بچانے کے لئے ،بعض اوقات سونے کو بھی کالا کر لیتے ہیں۔ لیکن جو ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لینے کے عادی ہوں۔ وہ کیا جانیں کہ یہ سامنے جو کالی بجھنگ چیز پڑی ہے یہ کیا ہے۔ کوئی آنکھ والا اگر کہہ بھی دے کہ بھائی دیکھو یہ بھی سونا ہے تو کون اعتبار کرتا ہے۔ تلاوت الوجود کی آگاہی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

کسی کی عظمت کا اعتراف ، پاکیزگی کی علامت ہے یہ بات بار ہا تجربہ میں آچکی ہے۔ کہ جب ظاہری پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ غسل، وضو، تیمم سے فارغ ہوتا ہے۔ تو جسم ہلکا ہو جاتا ہے۔ سکون مل جاتا ہے۔ چین آ جاتا ہے کچھ راحت ملتی ہے۔ اس لئے یہ تجربہ بھی کر لینے میں کیا حرج ہے کہ ذہنی ،فکری ، کچھ دیر کے لئے پاکیزگی حاصل کر کے دیکھ لیا جائے۔ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے

میرا دل کہتا ہے کہ اب ہر کوئی دیا جلائے اور تاریکی کو کوسنا چھوڑ دے، میرا تیرا دیا جلایا ہوا۔ دیا کسی اور کو نہ سہی خود مجھے اور تجھے ٹھوکروں سے بچالے گا چھوڑ و یار، کس کی بات کرتے ہو۔ منہ پہ اتنی بڑی داڑھی ہے ہاتھ میں تسبیح ہے۔ ماتھے پر محراب ہے۔ لیکن تجھے کیا خبر وہ کیا شے ہے منہ میں رام رام ہے۔ بغل میں چھری ہے۔

اجی چھوڑیئے۔ اس کا تو میرے سامنے ذکر ہی نہ کیجئے۔ ہم اس کے چہرے کی

Marfat.com

خوبصورتی کو کیا کریں۔ جب اندر ہی کالا ہے۔

بھلے۔ آدمی تجھے تو اس کے ظاہر سے واسطہ ہے۔ باطن سے کیا واسطہ ہے۔ باطن وہ جانے جس کا نام باطن ہے۔ تیرا نام تو باطن نہیں۔ تیرا نام تو ظاہر ہے۔ تو ظاہر پر نظر رکھ اور دنیا میں فیصلے بھی ظاہر پر ہوتے ہیں۔ باطن پر نہیں۔ اگر تیری باطن کی آنکھ کھلی ہوئی ہے تو سبحان اللہ۔ پھر اس کو باطن ہی رکھ۔ ظاہر کرے گا تو باطن نہ رہے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام شاہ خوباں، حسینوں کے سردار، ماہ تاباں، کیوں کو تو وہ بھی اچھے نہ لگے۔ انہیں اغوا کیا تھپڑ مارے، گھر سے نکالا۔ کنویں میں پھینکا پھر ثمنا قلیلا اور بخس دراھم معدودۃ چند کھوٹے سکوں بیچ بھی ڈالا۔ پھر زندگی بھر کے دکھ بھی انہی کے حصے میں آئے۔ وہ شخصیت جس کا دنیا کلمہ پڑھتی تھی اس کے قریب تر ہوتے ہوئے اس کے گھر میں ہوتے ہوئے اس کی نظروں سے گر گئے۔

تاریخ گواہ ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے، تجربہ گواہ ہے، قرآن گواہ ہے، حدیث گواہ ہے۔، چرخ نیل گواہ ہے۔ آؤ۔ میں اور تم بھی اس پر گواہی ثبت کر کے شاہدین میں شامل ہو جائیں۔ کہ جو لوگ مالک کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ ان سے بھول ہو بھی جائے تو انہیں بخشش کے ساتھ مزید رحمت کا سایہ عطا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ توبہ کے بعد اصلاح کو قبول کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

اگر ہزار خوبی میں سے کوئی ایک عیب تجھ پر ظاہر ہو گیا ہے۔ تو ہزار خوبی کو چھوڑ کر تو ایک عیب کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ شریف آدمی! اگر وہ اتنا ہی ذلیل ہوتا، غلیظ ہوتا، ناپاک ہوتا، باعث حقارت ہوتا، تو قدرت اسے کبھی کا غرق کر چکی ہوتی۔ وہ اپنی پاک زمین پر اس کا وجود کبھی برداشت نہ کرتا۔ اگر مجھے اور تجھے برداشت کیے ہوئے ہے تو تو بھی برداشت کر۔ سوہنے مالک کی، سوہنی مخلوق کو، اس آنکھ سے دیکھ۔ جس آنکھ سے۔ اس کا مالک اسے دیکھ کر اس کے وجود کو سلامت رکھے ہوئے ہے۔

Marfat.com

اس بھیانک غبار سے نکلو، بے حسی کے مزار سے نکلو
صاف کر لو نگاہ کے شیشے، اہرمن کے غبار سے نکلو

تھا تو وہ ایک ٹیڈی پیسہ کہیں زمین پہ پڑا ہوا، لوگوں کی بے قدری کی آگ نے اسے جھلسا کے رکھ دیا تھا۔ نہ جانے کب سے پڑا تھا۔ میرا ایک دن، وہاں سے گزر ہوا۔ آوازیں دینے لگا۔ چشتی صاحب، چشتی صاحب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور کوئی قابل قدر شخص نظر نہ آیا۔ سوچا۔ میرا وہم ہے۔ میں پھر چل پڑا۔ پھر آوازیں آنے لگیں۔ چشتی صاحب، چشتی صاحب میں نے آواز پر غور کیا تو جہ دی۔ تو آوازیں دینے والا وہ ایک چھوٹا سا ٹیڈی پیسہ تھا۔ میں نے اسے حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا۔ ارے! تو کس کام کا۔ ذلیل اور کمینے، تیری کیا حیثیت، کہ میری منزل کھوٹی کرے۔

کہنے لگا۔ آپ کی منزل تو اسی دن کھوٹی ہو گئی تھی۔ جس دن آپ نے مجھے حقیر جان کر پھینک دیا تھا اور خود فرزانہ بن کر محفل میں تن کر بیٹھ گئے تھے۔ سنو مسٹر مانا کہ بظاہر میری کوئی حیثیت نہیں۔ نہ کوئی چیز خریدی جا سکتی ہے نہ بیچی جا سکتی ہے۔ اس کے باوصف میری ایک حیثیت ہے۔ کہ وہ ننانوے پیسے سارے کے سارے مل کر بھی میرے بغیر روپیہ نہیں بن سکتے۔

اپنے اعمال کے حسن میں ڈوبنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دوسروں کے اعمال، ناقص نظر آنے لگیں گے۔ سب آنکھوں کو بنانے والا، ایسا ہے کہ ہر آنکھ اس کے سامنے ہے۔ اس سے کوئی آنکھ اوجھل نہیں۔ دیکھنے والے کے اندر کی کیفیت اور اس کا زاویہ نگاہ بھی اس کے سامنے ہے۔ وہ اتنا لطیف ہے کہ دیکھنے والے کا دیکھنا بھی اس کے سامنے ہے اور دیکھنے والے کی نیت بھی اس کے سامنے ہے۔ تیری ذات کا حسن۔ تیری صفات کا حسن، تیرے کمالات کا حسن، تیرا نہیں۔ یہ سارا حسن اس کا ہے جو خود جمیل ہے اور اپنی ہر مخلوق میں اسی جمال کو پسند کرتا ہے۔ جو اس نے اسے پیدا کرتے ہوئے عطا کیا تھا جو لوگ اللہ کے فضل کو اپنی منصوبہ بندی کا کمال سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں وہ دراصل اندھے ہیں۔ اندھے کو

Marfat.com

سارا بازار سجا سجایا بھی دکھا دیا جائے تو کہتا ہے مجھے تو کوئی شے نظر نہیں آئی۔ اسے کون بتائے کہ نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔

ناصح سے محبت ہو تو وہ محبت محب کو محبوب کا حسن دیکھنے سے اندھا نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے عیب دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہے۔ اندھا ہونا ہے۔ تو ایسا ہو کہ تجھے مالک کی بنائی ہوئی کوئی چیز بھی بری نہ لگے۔ اس میں کوئی عیب نظر نہ آئے۔

دراصل ہم اندھے نہیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں پر کالی عینکیں چڑھا رکھی ہیں۔ ہمیں ان سے ہر چیز کالی نظر آتی ہے۔ اب ہم عمر کے ایسے حصے تک پہنچ گئے ہیں۔ کہ ہمیں یہ کالی عینکیں توڑ دینی چاہئیں اگر یہ عینکیں ہم سے چھین کر لوگوں نے پہن لیں یا ہمارے ہی گھر والوں نے پہن لیں تو انہیں ہمارا وجود، اتنا خوبصورت وجود اتنا قیمتی وجود، جس کو ساری زندگی بنا بنا کر سنوار سنوار کر رکھتا رہا۔ کالا نظر آنے لگے گا۔ اور بابا کالا بابا کالے کرتوت والا نظر آنے لگے گا۔

توبہ کا دروازہ سب سے پہلے ہمارے بابا جی نے۔ ابا جی نے کھلوایا تھا اور ابھی تک کھلا ہوا ہے۔ سنا ہے جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جو کبھی کھلتے ہیں اور کبھی بند ہوتے ہیں۔ لیکن توبہ کا دروازہ جب سے کھلا ہے۔ کھلا ہے۔ اور کھلا ہی رہے گا اگر خدانخواستہ اس کے بند ہونے کا وقت آ گیا تو پھر کبھی نہیں کھلے گا۔

میری جان! بری نظر سے تو شاید کسی برے شخص کو بھی دیکھنے کی اجازت نہیں۔ یعنی کسی کو اپنے سے حقیر جان کر نظر انداز کر دینے کی اجازت نہیں۔

اگر دیکھنا ہی ہے تو اپنی کالک دیکھ! اگر اپنے اندر کی، اعمال کی، کرتوت کی، غفلتوں کی، ناشکری کی اور ساری زندگی کی نافرمانیوں کی ساری کالکیں نظر آنے لگیں۔ تو تجھے دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کوئی کالا نظر نہ آئے۔

نہ تھی اپنے عیبوں کی ہم کو خبر
رہے تکتے اوروں کے عیب و ہنر

Marfat.com

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نظروں میں کوئی بھی برا نہ رہا

اے اللہ! تو ہمارے دیکھنے میں۔ ایسی نیت داخل کر دے جو تجھے دیکھنے میں بھی صرف تجھے دیکھے۔ کسی اور کو دیکھنے کی حسرت اور طلب نہ رہے اور کسی اور کو دیکھیں بھی تو اس میں بھی تیرا ہی جلوہ نظر آئے۔

میں جب دیکھوں، جسے دیکھوں، جدھر دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

فطری نجاست کا حامل ایک حرام جانور کتا لوگوں سے کہنے لگا۔ مجھے تو کوئی اللہ والا نظر نہیں آتا۔ سولہ لاکھ کی آبادی میں ایک نہیں اللہ والا۔ انہوں نے کہا بھونکنا چھوڑ دے۔ تیرے سامنے جو کھڑے ہیں۔ شاید یہی اللہ والے ہوں۔ بات معقول تھی سمجھ گیا۔ اس نے کہا آج کے بعد میری توبہ میں کسی پر نہیں بھونکوں گا۔ وہ اللہ والے۔ تو اللہ اللہ کے جرم میں ہی گرفتار ہونے کے ڈر سے فرار ہو رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہمارے ساتھ آ لیکن عہد کی پابندی لازمی ہے۔

اس نے کہا حضور! مجھ میں ہزار عیب سہی میں اور میری قوم یہ صفت رکھتی ہے۔ کہ ہم بے وفا نہیں ہوتے۔ جس کا کھاتے ہیں اسی کے گیت گاتے ہیں۔ پھر کسی اور کے گیت نہیں گاتے۔ شرک ہماری قوم میں نہیں پایا جاتا۔ اور جو ہم میں ایک در کے نہیں ہوتے۔ پھر وہ دربدر کی ٹھوکریں بھی کھاتے رہتے ہیں۔

وہ اللہ والے۔ ایک غار میں جا لیٹے اور وہ بھی غار کے دھانے پر جا لیٹا نہ جانے کتنے سو سال لیٹا رہا پھر بھونکنے کی فطرت سے توبہ کر کے امر ہو گیا۔

انسان۔ انسان ہو کر بھونکتا۔ ہر ایک پر نکتہ چینی کرتا۔ ہر ایک کی عیب جوئی کرتا، اچھا نہیں لگتا۔ اگر یہ کام بہت ضروری ہو۔ تو خود یہ کام کرنے کی بجائے دروازے پر ایک کتا ہی باندھ لیا جائے۔ تا کہ کوئی غیر اندر نہ آ سکے۔

Marfat.com

یہ مشورہ بھی غلط ہے۔ کوئی غیر ہے ہی نہیں ہر جگہ وہ جلوہ گر ہے۔ ہر رنگ میں وہی بستا ہے۔ حروف میں جو سیاہی بھری ہوتی ہے۔ یہ سیاہی ہی حروف ہیں اور حروف ہی سیاہی ہیں دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں۔ اگر ہے تو کر کے دکھا۔

غیریت کی، اجنبیت کی، نکتہ چینی کی، عیب جوئی کی، کالی عینک اتار کر پھینک دے توڑ موڑ کر ریزہ ریزہ کر دے۔ پھر دیکھ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں۔ آنکھوں میں خود پسندی کے شکوہ ظلمت شب سے تو بہتر ہے اپنے حصہ کی کوئی شمع جلا دی جائے۔

خوبصورتی کی تلاش میں۔ چاہے ساری دنیا کے سات چکر بھی لگا لو اگر حسن تیری اپنی آنکھوں میں نہیں تو آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔

ادب کے لبادے میں گزریں یہاں سے
فرشتوں سے کہہ دو یہ شہر بشر ہے

نیلے شیشوں والی عینک سے ہر چیز نیلی نظر آئے گی۔ سبز شیشوں سے سبز نظر آئے گی۔ معلوم ہوا۔ ساری چیزیں نیلی، پیلی، سبز نہیں ہوتیں۔ ان کے اپنے اپنے رنگ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان سب کو ایک ہی رنگ میں۔ جس کا پردہ اپنی آنکھوں میں چڑھایا ہوا ہے۔ دیکھنا تیرا اپنا فعل ہے۔ کالی عینکوں سے ہر طرف کالک ہی کالک نظر آئے گی۔ جس میں اس کے خالق نے اسے پیدا کیا ہے۔ کالی عینک توڑ کر دیکھ۔ پھر شکوہ نہ رہے گا۔ کہ کوئی نظر نہیں آتا۔

غنچوں کی چٹک، شبنم کی ضیاء پھولوں کی مہک، بلبل کی نوا
قائم ہے تجھی سے حسن چمن، سبحان اللہ، سبحان اللہ
ہر نقش تیری قدرت کا نشان، ہر نقش کے لب پر تیرا بیاں
ہر بزم میں تو موضوع سخن، سبحان اللہ، سبحان اللہ

(محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

شفاء

اس کی رحمت کی بہار کا نام

جس نے آنکھ پیدا کی ہے وہ آنکھ کے ہر حصہ اور اس کے اندر لاکھوں کروموسومز اور ان میں سے ہر ایک کی صلاحیت، قوت، ماہیت اور اس کے کام کی نوعیت کو بھی جانتا ہے۔ وہ ان صلاحیتوں کو تیز اور کم کر سکتا ہے۔

آپ نے دیکھا نہیں کہ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو بغیر عینک لگائے بہت دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن قریب رکھی ہوئی تحریر نہیں پڑھ سکتے اور ایسے بھی ہزاروں ہیں جو قریب رکھی ہوئی چیز کو بغیر چشمہ و عینک لگائے پڑھ سکتے ہیں اور چیز ذرا دور ہوئی تو نظروں سے اوجھل۔

یہ صلاحیتیں بخشنے والے کا کمال ہے۔ کہ اس نے آنکھوں کے روشن چراغوں کو یہ صلاحیتیں بخشیں۔ ہم نے کئی لوگ دیکھے ہیں کہ بظاہر ان کی آنکھوں کی بناوٹ بالکل ٹھیک ہوتی ہے۔ لیکن بینائی سے محروم ہوتی ہیں۔

اس کی مثال پنکھے کے ریگولیٹر کی ہے۔ ریگولیٹر بنانے والے نے اس کی بناوٹ میں یہ صلاحیت رکھی ہے۔ کہ وہ پنکھے کی رفتار کو تیز بھی کر سکتا ہے۔ آہستہ بھی کر سکتا ہے اور بالکل ہی آہستہ بھی کر سکتا ہے۔ بعض اوقات ریگولیٹر اپنی جگہ پر ایڈجسٹ ہوتا ہے۔ لیکن اس کی اپنی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہوتی ہیں وہ بالکل بیکار سا آلہ اپنی جگہ فٹ ہوتا ہے۔

اسی طرح پیدا کرنے والے نے ہر چیز کی صلاحیت کا ریگولیٹر اپنے ہاتھ رکھا ہوا ہے وہ جب چاہے۔ ان صلاحیتوں کو تیز کر دے کم کر دے یا بالکل ہی ختم کر دے۔

بیماری بھی اسی کی طرف سے ہے اور شفاء بھی اسی کی طرف سے **وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ**﴿۸۰﴾ (الشعراء) وہ بیماری کو تیز کر دے، کم کر دے وہ شفاء کی پڑیوں میں شفاء بخشنے کی صلاحیت تیز کر دے۔ کم کر دے یا بالکل ہی ختم کر دے۔

Marfat.com

اگر چین اور سکون، کرم کی بہار ہے تو صاف ظاہر ہے کہ تکلیف، پریشانی، بیماری، بے قراری اور بے چینی، ناراضگی کے اسباب میں سے ہے۔

میرا دل کہتا ہے کہ دوا کی ایک نظر مالک کی طرف ہوتی ہوگی اور ایک نظر بیمار کی طرف ہوتی ہوگی وہ دوا، کئی بار بے اثر ہو کر جسم کے اندر بے سود گھومتی پھرتی رہتی ہوگی۔ کبھی تھوڑا بہت اثر کرتی ہوگی اور کبھی یکسر اثر پذیر ہوتی ہوگی جیسے مالک نے اشارہ کیا ویسے کام کر دیا۔

کئی بار سوچتا ہوں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ایک غیر مسلم کے ایماء پر زہر خورانی پر آمادہ ہوئے ہوں گے۔ تو قادر مطلق نے کہا ہوگا کہ اے زہر آج یہ خالد بن ولید میرے محبوب حضور ﷺ کا غلام شعائر اللہ بننے والے ہیں۔ اپنی ظاہری حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے بھی زہریلے اثرات نکال کر باہر رکھ دے۔

قادر مطلق نے اس دور کی تمام تلواروں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ تم اپنی کاٹ، ہر قیمت پر تیز رکھو۔ جو جسم سامنے آئے۔ اسے کاٹ کر رکھتی چلی جاؤ۔ لیکن جونہی خالد بن ولید سامنے آئے۔ اپنی کاٹ اتار کر علیحدہ رکھ دو کہ میرے محبوب ﷺ نے اس کے لئے ایسے ہی دعا دے رکھی ہے۔

خالق و مالک، زہر کو تریاق اور تریاق کو زہر بناتا ہے۔ نہ جانے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات ایک ٹھوکر راستے سیدھے کر دیتی ہے اور کبھی زندگی بھر کی ٹھوکریں ایک لمحہ چین نہیں لینے دیتیں۔

حکیم اور ڈاکٹر نے مریض کو انجکشن لگایا۔ ڈاکٹر صاحب سے پوچھا جائے۔ جناب یہ انجکشن کس لئے لگا رہے ہیں وہ کہے گا۔ میرا علم کہتا ہے کہ اس بیماری کے لئے یہی انجکشن ہی سوٹ کرتا ہے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے مریض بستر مرگ پر دراز ہو جاتا ہے۔ اگر پوچھا جائے جناب! کہ اب کیا ہوا۔ تو جواب ہوگا کہ انجکشن کا ایکشن کی بجائے ری ایکشن ہو گیا ہے۔ لیکن کیوں ہوا۔ اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں۔ جواب صرف یہ ہے کہ دوا کا ایکشن اس کی رحمت کی بہار سے اور ری ایکشن اس کے عدم تلطف کا ایک رنگ ہے اور بس۔

Marfat.com

کبھی پیار کرنا۔ نفرتیں بڑھاتا ہے کبھی کسی سے دوریاں چاہتے ہیں اور وہ ہر موڑ پر سامنے ہوتا ہے۔ میرے مالک! یہ کیا ماجرا ہے۔ میں اکثر ایک چیز کو سونا سمجھ کر پکڑتا ہوں اور وہ مٹی کا ڈھیر ہوتی ہے اور کبھی مٹی میں ہاتھ ڈالوں تو وہ سونا بن جاتی ہے اے میرے کریم! کبھی درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ جان نکال لیتی ہے اور کبھی ان کا زور زور سے آپس میں بجنا۔ آواز نکالنا تیز ہوا سے جھومنا ایسے لگتا ہے جیسے کوئی خوبصورت آواز والا قوال گا رہا ہو اور ساتھ کوئی بیٹھے لوگ بڑی ردھم سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ایک ہوا کا جھونکا۔ میرے جسم میں آگ لگا دیتا ہے اور ایک ہوا کا جھونکا ٹھنڈک، چین، سکون، آرام کی نیند اور شفاء کی پڑیاں تقسیم کرنے لگتا ہے ایسا کیسے ہوتا ہے۔

تو جواب ملتا ہے۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۝ (البقرہ) جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور ہر بات کا علم تجھے دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر کچھ علم دے بھی دیا جائے تو تمہارے ظرف اس کو سنبھال نہ پائیں۔

یہ راز کی باتیں ہیں راز میں رہنے دو۔ ہر شخص ہمراز نہیں بن سکتا ہے اور جس کو ہم اپنے فضل سے اپنا ہمراز بنا لیتے ہیں اس کو بہت کچھ بتا بھی دیتے ہیں اور ان رازوں کو ضبط کرنے کی اہم صلاحیت بھی بخش دیتے ہیں۔

تمہیں یاد ہے ایک شخص نے ہمارے ایک بہت ہی قریبی ہمراز، راز دار، محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنے بھائی کے پیٹ کی خرابی کی شکایت کی تھی۔ کہ آقا میرے بھائی کے پیٹ کی خرابی کی وجہ سے پیچش لگے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسی چیز بتا دیں جو ان کے پیٹ کی تکلیف کو سمجھا دے کہ اب بس کر اس کے بھائی کو اور تکلیف نہ دے۔ تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنے بھائی کو شہد پلاؤ۔ وہ گئے بھائی کو شہد پلایا۔ تکلیف کم ہونے کے بجائے بڑھ گئی۔ انہوں نے آ کر شکایت کی کہ حضور یہ بات یا تو شہد نے تسلیم نہیں کی۔ یا میرے بھائی کے پیٹ نے تسلیم نہیں کی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

تو ہماری طرف سے مکمل باخبر ہونے والے نے اس خبر پر علم الیقین نہیں۔ عین الیقین

Marfat.com

بھی نہیں۔حق الیقین کی حد تک یقین ہونیکی وجہ سے فرمایا۔ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہوسکتا ہے۔ میرے رب کی دی ہوئی خبر میرے مالک کا فرمان۔ میرے کریم کا ارشاد جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ جاؤ اس کو شہد پلاؤ کہ میرے حکیم مطلق نے اسی میں شفاء سرائیت اور جذب کر دی ہوئی ہے وہ گئے۔ تیسری بار شہد پلایا۔تو مریض ٹھیک ہو گیا۔ان کے بھائی کا پیٹ بھی سمجھ گیا ہو گا۔ کہ اب مانے بغیر چارہ نہیں۔ بیماری بھی سمجھ گئی ہو گی۔ کہ مجھے یہ مکان چھوڑنا ہی پڑے گا!اور جناب شہد صاحب بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ اب شفاء دینے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

میرے مالک! میری عقل کام نہیں کرتی۔ اس کی ساری طنابیں ٹوٹ گئیں۔ میرا جالینوس جتنا علم میرے کام نہیں آیا۔ میری سوچیں، میری تدبیریں، میری ساری صلاحیتیں دم توڑ گئیں۔ میری آنکھیں دیکھتی کچھ ہیں وہ چیز ہوتی کچھ ہے۔ میں نے ان کے دھوکے میں آ کر اکثر سانپوں کو پکڑ کر اپنی آستینوں میں چھپایا ہے۔ میں نے انہیں گھی کی گلوریاں بھی پلائی ہیں اور ان سے ڈنگ کھائے ہیں۔ میرے ساری آستینوں کے ایک ایک حصے میں ان کا زہر بھرا ہوا ہے۔ میرے کریم! مجھے بچالے۔

بچپن سے اب تک پڑھی ہوئی کتابیں اور ان کتابوں میں چھپے علم کی روشنی، میری آنکھیں بینا نہیں کر سکیں۔

میری عقل کے سوتے خشک ہو گئے میری عقل اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے۔اس کا بتایا ہوا کوئی راستہ ایسا نہیں جو صراط مستقیم تک جاتا ہو۔

میرے مضبوط ہاتھوں نے، جس چیز کو بھی، مضبوط ہاتھوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ چیز اگر خیر تھی تو گرفت میں نہ آئی۔ بھاگ نکلی۔ شر تھی تو میرے ہاتھوں کے ساتھ یوں چپک گئی۔ جیسے میرے ساتھ میری تیرہ بختی۔

میرے قدم ہر روز اٹھتے ہیں اور ہر روز ہزار بار اٹھتے ہیں اور کوئی قدم سیدھا نہیں پڑتا اکثر دلدلوں میں گرتا ہوں اور پھر گرتا ہی چلا جاتا ہوں۔

میرے مالک! رحم فرما رحم۔ میری حالت زار پر رحم۔ میری آنکھیں بینا کر دے۔ میری

Marfat.com

عقل۔ عقل سلیم بنادے۔ کوئی ایسا ملادے جو تیرا ہمراز ہو۔ جو سوچوں کے زاویے درست کردے۔ میری الجھی سوچیں سلجھادے۔ میرے اٹھتے قدم، سیدھے رکھادے۔

میں دیکھوں بھی تو تجھے دیکھوں۔ جس کے ہاتھ میں شفاء کی پڑیاں ہیں ان پڑیوں میں شفاء بھردے میری بیماریاں دور کردے۔ میری دوریاں دور کردے۔

اب دوا سے کام کچھ چلتا نہیں بیمار کا
اب تو تیرا کرم ہی ہے تیرے بندے کا علاج

Marfat.com

ابولہب اور اس کا مقدر

اپنے مقدر کا مارا، گلگوں رخسار، وجیہ الشکل، کثیر العیالی کے زعم پر نازاں، کثرت دولت وثروت پر کبر ونخوت میں مدہوش و بدمست، قوم کی سرداری کی سر پر دستار۔ اللہ تعالیٰ کی ان عطا کردہ نعمتوں سے اپنا مقدر نہ سنوار سکا۔ بدقسمتی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کا امام بن گیا۔

حق کی مخالفت کرنے میں سارا زور لگا دینے والوں کا انجام خطرناک ہی ہوتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر اور اس کے عظیم تر رسول ﷺ کی اذیت رسانی میں ہر حربہ استعمال کر دینے والا بچ کر کہاں جائیگا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾ (احزاب)

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دکھ اور اذیت دینے والوں پر دنیا و آخرت میں لعنت و پھٹکار اور ان کے لئے انتہائی ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب"۔

جب مالک کی طرف سے گرفت کرنے کا وقت آجائے تو مال کسب، ہنرمندی، ہر قسم کی گتھیاں سلجھانے والی عقل، یار دوست اور بیٹے پارٹیاں اور جتھے، سب کے سب مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۲۲﴾ (آل عمران) اس کے کسی کام نہیں آتے ابولہب کی طرف بھی بدنصیبی نے رُخ موڑ لیا۔ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ﴿۲﴾ (لہب) نہ اس کا مال کام آیا اور نہ ہنر۔

حزب اللہ، اللہ کا ٹولا، اللہ کی جماعت سے محبت مصیبتوں سے، مالک کی ناراضگیوں سے شاہ کے عتاب سے بچاتی ہے۔ باقی ہر شے کی محبت، مصیبتوں کی دلدل میں پھنساتی ہے۔ جو خیر کو قبول نہیں کرتا۔ غیر اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔

یہ تو تھا ہی شاہ کے گھر والوں میں شاہ کے مصاحبین میں اڑوسی پڑوسیوں میں، نسبی تعلق

Marfat.com

داروں میں، صحری رشتوں میں جڑنے والوں میں جن کے ساتھ رہنے والے۔ حیوان ناطق نہیں۔ قرآن ناطق بن گئے۔ مقدر کا مارا، اپنا ہو کر، غیر ہو گیا۔ غیرت و دوری کی آگ نے اس کی مثبت سوچ و فکر کے سارے کھلواڑے جلا کر راکھ کر دیئے۔ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ پھر اس کے مقدر نے اسے سیدھا دہکنے والی آگ کے الاؤ میں ہی جھونک دیا مالک راضی ہو تو آگ کا کیا ہے۔ اسے برد او سلاماً ہونا ہی پڑتا ہے۔ مالک سے دوری شاہ سے دشمنی۔ بذات خود ایک ایسی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جاتی ہے۔ تطلع علی الافندہ وہ آگ دلوں تک پہنچ جاتی ہے۔

دل جل رہا ہے جیسے
پھول کی پنکھڑی کو آگ لگے

جب کفر و شرک، بت پرستی عام ہو۔ اس وقت اس کی رحمت پورے جوش پہ ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر کوئی دو قدم بھی آگے بڑھائے۔ رحمت کا دامن اس کے لئے بچھ بچھ جاتا ہے۔ میرے خیال میں الولھب سے بڑھ کر ناشکرا اور کون ہو گا۔ گھر کی ایک دیوار کے سوا اور کوئی چیز اس کے اور اس کے شاہ کے درمیان حائل نہ تھی۔ وہی دیوار اس کے لئے سد راہ بن گئی۔ وہ اتنا دور ہوا۔ اتنا دور ہوا کہ جس نے کان دیئے اس کی نہیں سنتا غیروں کی سنتا ہے۔ جس نے زبان دی۔ اس کی بات کرنا تو کجا کسی کو اس کی بات بھی نہیں کرنے دیتا۔ ہاتھ دینے والے کے کام میں ہاتھ نہیں بٹاتا۔ اسی سے ہاتھا پائی کرتا ہے۔ پاؤں دینے والے مہربان کی طرف چلنے کی بجائے۔ اس سے اور اس کے بہت ہی پسندیدہ محبوب ﷺ سے دوسری طرف چلنے لگا۔ پکارنے والے۔ ہزار پکارتے رہے۔ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ (التکویر) کدھر جا رہے ہو۔ لیکن وہ سنتا ہی نہیں۔ دوڑتا ہی جا رہا ہے۔ دوڑتا ہی جا رہا ہے۔ ہاں! جب دل کی آنکھ کا رخ محبوب ﷺ سے دوسری جانب ہو گا۔ تو جتنا دوڑے گا دور ہو جائے گا۔ وہ بھی اتنی دور جا نکلا۔ نہیں نہیں جا نکلا نہیں سَيَصْلٰى نَارًا (لہب :3) جہنم کی بھڑکتی آگ میں جا گرا۔ اور دوزخ کے سب سے نیچے والے پاتال میں جا گرا۔

Marfat.com

تو میری بات سن! پلے باندھ اور خوب باندھ کوئی رشتہ ٹوٹتا ہے ٹوٹ جائے کوئی رشتہ جڑتا ہے جڑ جائے۔ ہماری بلا سے تو اپنا رشتہ اپنے مالک کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ توڑ۔

کملی والے کا دامن نہ چھوٹے

جان جاتی ہے، جائے بلا سے

بیوی اگر شوہر کے کام میں شریک ہو جاتی ہے تو اس کے انجام میں بھی شریک ہوگی۔ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ (لہب) عقل کی اندھی، مقدر کی ماری سردار ہو کر سردار کی بیوی ہو کر سرداری کرتی بدقسمت جنگل سے لکڑیاں چنتی پھرتی ہے۔ انہی لکڑیوں کا گھٹا پھانسی کا پھندا بن گیا۔ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۚ اور وہ منج کی رسی اشک ندامت کرب و اضطراب سے جتنی گیلی ہوتی جائے گی پھندا اور سخت ہوتا جائے گا۔

وقف عشق حبیب ہو جاؤ دوستو خوش نصیب ہو جاؤ

تم اگر چاہتے ہو قرب خدا مصطفیٰ کے قریب ہو جاؤ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کا مخالف۔ اس کی مار سے بچ نہیں سکتا۔ شاہ کی فوج بڑی سخت ہے۔ کوئی اس کی فوج کے سپاہی ایک مچھر کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔ عقل کے اندھوں کو اس کے حضور سجدے کرنے والوں کے ہاتھوں، جوتے مروا مروا کر ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کی فوج کا ایک حقیر سا کیڑا ابولہب کے جسم کے پھوڑے میں داخل ہوا اور اس نے پھوڑے کو ناسور بنا دیا۔ اس کے انگ انگ میں نس نس میں ٹیسیں بھر دیں۔ تعفن بھر دیا درد بھر دیا۔ اس کا اس درد سے چیخنا کسی کو ہمدرد نہ بنا سکا۔ چین اور سکون بھی تو اسی کی مخلوق ہے۔ وہ اس کی جماعت کے بندے ہیں۔ وہ حزب اللہ میں شامل ہیں۔ وہ اس کے دشمنوں کے گھر کیسے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ اب ابولہب سے روٹھ گیا۔ ننھے کیڑوں کی فوج بدبو کے سارے بھبھوکے اس کے جسم کے ساتھ پیوست ہو گئے۔ جینا بھی حرام۔ مرنا بھی حرام۔

Marfat.com

اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہ اتنا بڑا۔ اتنے بڑے حوصلہ والا کہ اپنے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کی بے بسی نہ دیکھ سکا۔ روٹھی ہوئی موت کو اجازت دے دی۔ جا اس کے گھر جا تھوڑی دیر کے لئے اس کے لئے مرنا حلال کر دے وہ آئی اور اس نے اس کی جان اس کے جسم سے یوں کھینچی جیسے کوئی کانٹوں میں الجھی چادر کو کھینچ کر تار تار کر دیتا ہے۔ جان کیا نکلی۔ وہ گھر والے جن کو وہ دن میں ہزار ہزار بار میری جان، میری جان، کہتا تھکتا نہیں تھا۔ وہ بھی اس کی جان کی طرح بے وفا نکلے۔ اور گھر سے اٹھا کر اس ناپاک جسم کو گندے جسم کو، باہر گلی میں پھینک دیا۔

چند روز، وہاں سے گزرنے والے۔ اس عبرت کے نشان پر تھوکتے رہے۔ گزرتے رہے۔ منہ پھیر کر گزرتے رہے۔ پھر مکہ کی پاک گلیوں میں، تعفن بھرنے لگا۔ لوگوں نے اس کے بیٹوں کو غیرت دلائی۔ وہ اس غیرت سے اٹھے گڑھا کھودا اس میں پھینکا اور مٹی برابر کر دی۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ (لہب) اور اس کا مال اس کے بیٹے اس کے جتھے اس کے ہنر کسی کام نہ آئے۔

مٹی برابر کر کے بھی حساب برابر نہ ہوا۔ شاہ نے یوں کیا اس کی ایک کہانی لکھی اور کہا اب سے جب تک کوئی اس کم بخت کی کہانی پڑھے گا میں اسے اس کہانی کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کی خیرات بانٹتا رہوں گا۔ تم اس پر لعنتیں بھیجتے رہو۔ میں تم پر رحمتیں بھیجتا رہوں گا۔ میرے اور میرے محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قیامت تک اور اس کے بعد بھی تا بہ ابد یہی حال ہوتا رہے گا۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ، الامان والحفیظ، ابولہب کی کہانی پڑھیئے اور اجر و ثواب سے جھولیاں بھریئے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

Marfat.com

''ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں اور اس کی جورو بھی بدبخت ایندھن اٹھانے والی اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی''۔

Marfat.com

سونامیوں اور زلزلوں کی آمد اور ہم

چند ماہ سے جس انداز سے سطح ارض شکست وریخت کا شکار ہے۔ سیلابوں اور زلزلوں کی زد میں ہے۔ شائد یہ ہمارا روز ہائے مکافات کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ شاید سطح زمین پر رہنے والا۔ جدید ترقی وعروج سے کائنات کی بسیط وسعتوں کو ایک مٹھی میں کرنے۔ آسمان پر تھگلی پھینکنے۔ پانی کی گہرائیوں میں چھپے رازوں کی دنیا پر کنٹرول کرنے کے زعم میں یہ بھول گیا ہے۔ کہ جس راستے پر چلنے والے پہلے لوگ برباد ہوئے تھے۔ اس راہ پر چلنے والے آج بھی فلاح نہیں پا سکتے۔ پتھر برسانے والی ہوائیں۔ اگر ماضی میں چلتی رہی ہیں۔ تو وہ آج بھی چل سکتی ہیں۔ آسمانوں کی طرح زمین بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ اور وہ جس کی تخلیق ہے۔ اس کے حکم کی پابند ہے۔ وہ جب چاہے۔ اسے زلزلوں کی کپکپی میں مبتلا کر دے اور پھر وہ کانپتی ہی چلی جائے۔ لوگ زمین میں دھنستے چلے جائیں۔ اور کوئی انہیں باہر نہ نکال سکے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ اور کوئی ان کا مددگار نہ ہو۔

سورۂ ملک کی آیات مبارکہ نمبر ۱۶ تا ۲۳ پر غور کیجئے۔ حکم خداوندی ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾
اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ
كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ
نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ مَا
يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا
الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا
فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ
لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ

Marfat.com

يَمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ
جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

''کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو۔ جو آسمانوں کا مالک ہے اور زمین پر بھی اتنا ہی تصرف رکھتا ہے جتنا کہ آسمان پر۔ کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ (قارون کی مانند) یا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو۔ کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی تند و تیز ہوا بھیج دے (جیسا کہ قوم عاد کے ساتھ سلوک کیا گیا)''۔

اس کی فوج میں سے ایک ننھی سی مخلوق مچھر ہی نمرود کیلئے کافی تھا۔ کیا تاریخ کے صفحات میں انمٹ حروف کی طرح یہ واقعہ کندہ نہیں ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی ایک لاٹھی ہی فرعونی جادوگروں کے سارے جادو ہضم کر گئی تھی۔ پھر اس کا پیٹ موٹا نہیں ہوا۔ قوم نوح کا غرور اور قوم عاد و لوط کی ساری نافرمانی صرف ایک دعا ہی سے برباد کر دی گئی تھی۔ اگر اس کی قدرت کا اعتراف ہو جائے۔ تو بندے کا رویہ درست ہو سکتا ہے اور بندہ بندگی کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔

جس انداز سے پاکستان اور اہالیان پاکستان پر زلزلوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے اولین صرف آٹھ سیکنڈ نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ کچھ اور آگے بڑھے۔ جس کو کوئی تدبیر روک نہیں سکتی۔ تو نہ جانے کتنی بستیاں اور بھی بربادی شکار ہو جائیں۔

حالیہ زلزلہ کے بعد چار قسم کے حالات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ زلزلوں کے صرف چوبیس گھنٹے بعد سوئی قوم جاگ اٹھی۔ غریب سے غریب اور امیر سے امیر۔ سب جاگ اٹھے امدادی سامان جمع کرنے کے انداز نے اور جمع کروانے کے بے ساختہ جذبوں نے اس راکھ کی چنگاری کو بیدار کر دیا۔ اگر آگ کی ایک چنگاری سارے جنگل کو جلا دینے کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ تو خوشبوؤں سے معطر جھونکے۔ سارے ماحول کو کیوں معتبر و معطر نہیں کر سکتے۔ وہ نوجوان جن کی بے راہ روی سے ہم لوگ ہر وقت نالاں رہتے تھے۔ وہ گانے بجانے والے۔ جن کے بارے میں سنجیدہ سوچ کبھی مثبت نہیں ہوئی۔ وہ کالی صحافت جس کی

Marfat.com

پھیلائی کالک کے داغ صدیوں اشک ہائے ندامت سے دھوئے جائیں تو نہ دھلیں وہ تاجر جن کی تجوریوں کے منہ صرف ذہنی وفکری عیاشی کیلئے ہی کھلتے ہیں۔ وہ سب جاگ اٹھے۔ بیدار ہوئے۔ کوئی سراپا کشکول بن کر دکھی و مجبور انسانیت کیلئے بھیک مانگنے لگا۔ تو کوئی سراپا خیرات بن کر کھلے چوک میں تجوریوں کے منہ کھولنے لگا۔ ایک بھکاری بھی اس کشکول میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھنے لگا۔ متقی و پارسا لوگ سجدوں میں گر گئے۔ حاجیوں اور عمرہ کرنے والے لوگوں نے اپنی ٹکٹیں واپس لے لیں اور زلزلہ زدگان کے لئے جمع کرانے لگے۔ اخبارات ورسائل اور ٹی وی کے تمام چینلز کا رخ بالاکوٹ اور باغ ومظفرآباد کی طرف ہونے لگا۔ سبحان اللہ ہم لوگ باتیں کرتے رہ گئے۔ اور کئی ترکھانا دے منڈے بازی لے گئے۔ تیری آواز مکے تے مدینے۔

تصویر کا دوسرا رخ، انتہائی بھیانک، خوفناک، بے حمیت، پتھر دل اور شقاوت قلبی کا رخ، طالع آزماؤں نے اس موقع پر بھرپور فائدہ اٹھایا۔ لوٹ مار، چھینا جھپٹی کا کھیل شروع کر دیا۔ بالیاں نوچیں۔ بندے کھینچے، نوائے وقت کے ایک ایڈیٹوریل میں ایک واقعہ نے عبرتناک منظر پیش کیا۔ کہ ایک مسافر بس میں کہیں سے ایک سانپ نمودار ہوا۔ خوف زدہ مسافروں نے کسی نہ کسی طرح اسے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ اس سانپ نے بس سے باہر نکلتے ہی ایک موٹر سائیکل سوار کو ڈس لیا۔ اور سوار وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بس مسافر جلدی سے نیچے اترے۔ تو وہ ختم ہو چکا تھا۔ اور سانپ غائب ہو چکا تھا۔ موٹر سائیکل سوار کے کیریئر پر ایک ڈبہ بندھا ہوا دیکھا۔ اس کو کھولا گیا۔ تو پتہ چلا اس میں ایک نسوانی ہاتھ کٹا ہوا ہے۔ جس پر سونے کی چوڑیاں ہیں۔ یہ ہاتھ موٹر سائیکل سوار زلزلہ زدہ کسی عورت کا کاٹ کر سونے کے لالچ میں لے جا رہا تھا جس کو قدرت نے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔

یہ کردار صرف ایک موٹر سائیکل سوار ہی کا نہیں۔ ایسے ہزاروں لوگ ہیں۔ جنہوں نے سنگدلی کی انتہا کر دی۔ اسلام آباد میں گرنے والے مارگلہ ٹاور میں سے جو کچھ حصے بچ گئے تھے اس کے مکینوں نے جا کر دیکھا۔ تو وہاں سے نقدی، زیورات اور قیمتی اشیاء چوری ہو چکی

Marfat.com

تھیں۔ گیس ہیٹر تک لوگ اٹھا کر لے گئے۔ بعض تاجروں نے لوٹ مار کرنے کی انتہا کر دی۔ متاثرہ علاقوں میں جن اشیاء کی ضرورت زیادہ ہے۔ ان کی قیمتیں کئی گنا بڑھا دیں۔ بسوں اور ٹرکوں والوں نے کئی گنا کرائے بڑھا دیئے۔ جو ٹرک مظفر آباد باغ اور بالا کوٹ جانے کا کرایہ سات ہزار لیتا تھا۔ اس نے اٹھارہ ہزار سے بیس ہزار روپیہ لینا شروع کر دیا۔ امدادی سامان جمع کرانے والی تنظیمیں سامان جمع کر کے بے بسی کی تصویر بنی نظر آتی ہیں۔ پولیس کے ذمہ دار افراد اور کچھ فوج کے ذمہ دار افراد کی خبریں بھی اخبارات میں آئی ہیں۔ کہ وہ امدادی سامان بلیک کرتے پکڑے گئے ہیں۔ اس کردار پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ جتنا رونا رویا جائے۔ ناکافی ہے۔

اس قیامت صغریٰ کے ماحول میں کچھ ایسے نظارے بھی ریڈیو ٹی وی اور اخبارات میں شائع اور نشر ہو چکے ہیں۔ کہ پوری بستی میں صرف ایک گھر بچا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے بچ گئے۔ تو انہوں نے بتایا۔ ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں چلا۔ کہ زلزلہ آیا بھی ہے یا نہیں۔ ہم تو اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ اور بڑے اطمینان سے بیٹھے تھے۔ ایک بچہ گھر سے باہر کسی کام سے نکلا۔ اس نے برباد شدہ عمارتوں کے ڈھانچے دیکھے۔ تو اندر آ کر بتایا۔ ہم سب خوفزدہ و حیرت زدہ باہر نکلے۔ تو زمانہ ہی بدلا ہوا تھا۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ کوئی عمل ایسا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا تم پر کرم ہوا۔ وہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم سب اہل خانہ صبح 8 بجے سے 10 بجے تک بیٹھ کر درود شریف ہی پڑھتے ہیں۔ اور تو ہمارا کوئی قابل ذکر عمل نہیں۔ اسی طرح مدنی منزل کی تصاویر اخبارات میں نظروں کو خیرہ کرتی ہیں۔ ان کے کوائف میں لکھا تھا کہ منزل والے غرباء و فقراء میں سخاوت کثرت سے کرتے ہیں اور تیس بیڈ کا ہسپتال بھی بنا کر رکھا ہے۔ جس میں مریضوں کی پوری دیکھ بھال اور علاج معالجہ کیا جاتا ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ حدیث رسول ﷺ کی صداقت کے مظاہرہ ایسے موقعوں پر ضرور سامنے آنے چاہئیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے ایسے چھوڑ رکھے ہیں۔ جو ہر وقت یہی دعا مانگتے ہیں کہ اے خداوند قدوس و برتر! کسی سخی کو ذلیل و رسوا نہ کرنا۔

Marfat.com

تصویر کا ایک رخ یہ رنگ بھی ہمیں دکھاتا ہے۔ کہ پانچ دس پندرہ دنوں بعد تباہ شدہ عمارتوں کے نیچے دبے ہوئے بچے، نوجوان، بوڑھے مرد اور عورتیں یوں محفوظ نکل آئے کہ ان کے جسموں پر خراش تک نہیں آئی۔ کیوں؟ یہ کیوں کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ سوائے اس کے جس نے ان کو بچالیا۔

اس نے اپنی قدرت کے مظاہر دکھا دیئے۔ کہ جس کو قیامت کہتے ہیں۔ اس کی ایک چھوٹی اور معمولی جھلک ایسی ہوتی ہے۔ جسے چاہے۔ ہمیشہ کی نیند سلا دے۔ جسے چاہے ساری عمر کے لئے تڑپتا چھوڑ دے۔ اور لوگوں کے لئے عبرت کا سامان بنا دے۔ جسے چاہے۔ طوفان نوح آئے بھی اور چلا بھی جائے اور پیچھے رہ جانے والی بوڑھی مائی کو خبر بھی نہ ہو۔ کہ سونامی سیلاب آیا بھی تھا۔ اور چلا بھی گیا۔

وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی شان والا اور علیم و بصیر کے مرتبے والا۔ کتنا کرم نواز ہے۔ کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنے حضور حاضر ہونے کے اوقات میں ایک دعا۔ لازم قرار دے دی۔ کہ تم جب کبھی بھی میرے حضور حاضر ہو۔ تو یوں حرف دعا تمہارے لبوں پر سجا رہنا چاہئے۔ کہ اے ساری کائنات کے رب اے رحمٰن و رحیم مولا۔ اے یوم حساب کے واحد مالک۔ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔ تیری ہی مدد چاہتے ہیں اور تجھی سے ہمہ وقت التجا کرتے ہیں کہ

جن لوگوں پہ ہے انعام تیرا
ان لوگوں میں لکھ دے نام میرا

آمین

Marfat.com

انبیاء واولیاء سے مدد حاصل کرنا

یہ تصور بھی نہ کرو، کہ زہر خود قتل کر رہا ہے اور پانی خود پیاس بجھا رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زہر کھایا تو وہ ہلاک ہو جاتے اور استسقاء کا مریض گھڑوں پانی پیتا ہے اور اس کی پیاس نہیں بجھتی عام آدمی تو یہ سمجھتا ہے۔ کہ تحریر قلم نے لکھی ہے۔ لیکن ایک عقل مند یہ سمجھتا ہے کہ قلم والے نے لکھا ہے۔ بلکہ میں تو یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ قلم کاتب کے ہاتھ میں ہے، لیکن کاتب خود بھی تو کسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے۔ ان اسباب کے پیچھے کوئی اور چھپا ہوا ہے۔ ان جملہ اسباب کی پتلی کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حکم دیتا ہے تو سبب اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ وہ نہ چاہے تو جملہ اسباب بے کار محض ہو جائیں۔ انسان اپنی پیدائش کے ابتدائی نقطہ سے قبر کی دیواروں بلکہ حشر تک ان اسباب کا محتاج ہے۔ جو خود خالق ہی نے بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بغیر ماں باپ کے بچہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ لیکن اس نے باپ کے نطفہ اور ماں کے رحم کے اسباب پیدا کئے۔ ماں کے رحم میں بغیر کسی کی مدد کے خوراک دینے والے نے ماں کے رحم کی مدد سے اس کو خوراک کا انتظام فرمایا۔ بچے کی خوراک کے لئے ماں کی چھاتی سے نکلنے والی میٹھے دودھ کی نہروں کا انتظام فرمایا۔ وہ رحیم وکریم ہے اس نے بلاواسطہ اس بچے پر رحم وکرم فرما کر پروان کی سیڑھیاں نہیں چڑھایا بلکہ یہ جذبہ ماں کی فطرت میں رکھ دیا۔ بچہ اپنی تکلیف میں ان دیکھنے خالق ومالک کی گود تلاش کرنے کہاں جاتا۔ اس نے محسوسات کی دنیا ماں کی پیار بھری رحم وکرم کی پھواریں پھینکنے والی گود کی مدد سے بچے کو سکون وقرار بخشتا۔ بچہ لاٹھی اور سہارے کی مدد سے چلنے پر مجبور ہے اور وہ لاٹھی بھی اللہ تعالیٰ نے ہی بنائی ہے۔ لیکن اس کو درمیان میں سے نکال کر وہ لاٹھی کبھی نہیں بنا۔ ماں باپ کی پرورش کے ساتھ

Marfat.com

زمانہ بہترین استاد ہے۔ لیکن زمانے کی تعلیم سے فائدہ اٹھانا بھی غیر اللہ سے مدد لینے والی بات ہوگی۔ اساتذہ کرامی، معلمین اور کتابیں انسان کی جھولی علم وفن کے موتیوں سے بھرتے ہیں پھر وہ زمانے کے تھپیڑوں سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اگر اساتذہ کرام کو چھوڑ کر صرف زمانے سے سبق حاصل کرنے پر بچے کو چھوڑ دیا جائے تو ایسا بچہ زمانے کے لئے ہی وبال جان بن جاتا ہے۔

زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنے کے لئے خود خالق و مالک نے غیر اللہ کی مدد کرنے کے راستے کھولے ہیں۔ دکاندار ہے تو گاہکوں کی مدد کے بغیر اس کی دکان کا دیوالیہ ہو جائے۔ کاتب ہے تو قلم اور کاغذ کے بغیر کیا خاک لکھے گا۔ قلم اور کاغذ کے بغیر نہ وہ کام کر سکتا ہے اور نہ قدرت الٰہیہ کی عطاء کردہ صلاحیتوں کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ عادل ہے تو کس کا انصاف کرے گا۔ ناصر ہے تو کس کی مدد کریگا۔ معلم ہے تو طلباء کا وجود تلاش کرنا پڑے گا۔ تاکہ ان کی استمداد غیر اللہ کی راہ سے واقف کرا کے لوگوں کو اس راہ پر لگائے اور نظم کائنات کو حسن بخشے اور قیامت تک چلانے کے لئے فطرت کے رنگ میں رنگ بھر سکے۔ اور لوگوں کو بتائے کہ ان اسباب کی بیساکھی کے ساتھ چلتے چلے جاؤ۔ اور ان بیساکھیوں کے پس منظر میں جو مسبب الاسباب ہے۔ اس پر بھی نظر رکھو، کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی بیساکھی کام نہیں آ سکتی۔ وہ معلم لوگوں کو بتائے، کہ لوگو اس پتے کو دیکھو، یہ کتنا خوبصورت ہے۔ یہ کتنا نازک ہے اس کے رنگ کتنے خوبصورت ہیں اس کی مہک کتنی دلربا ہے۔ اس کے رنگ کے حسن میں ڈوب جاؤ، اس کی نازکی سے لطف اٹھاؤ، اس کی مہک سے دل لبھاؤ۔ لیکن ذرا غور سے دیکھو تو اس میں رنگ بھرنے والا، اس کو مہک دے کر مہکانے والا بھی یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔ اپنی نظر کی کمزوری کا علاج کر۔ اور کسی ماہر کاریگر سے اس کو دیکھنے والی عینک لے آ۔ یا نظر تیز کرنے والا سرمہ تلاش کر، اللہ مدد فرمانے والا ہے۔

اعزاء واقرباء کی مدد سے زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

Marfat.com

(المائدہ:2) کے حکم کی تعمیل میں کسی کی مدد کرنا منشاء الٰہی ہے۔ایک دوسرے کی مدد کرنا یا ایک دوسرے سے مدد حاصل کرنا ہی تو زندگی ہے۔ تیرے چہرے اور سر کے بال تراشنے کے لئے حجام نہ ہو یا اس کے اوزار نہ ہوں اور ان کی مدد حاصل نہ ہو، تو تیری ذات کا حلیہ اس قدر خوفناک ہو جائے، کہ تیرے اپنے تجھ سے خوف کھانے لگیں۔تو اس مدد کے بغیر چند ماہ گزار کر دکھادے تو میں دیکھتا ہوں۔تجھ پر ہونے والی پتھروں کی برسات کتنی ہوتی ہے۔تو تو کسی کی مدد کے بغیر گنتی بھی نہیں سیکھ سکتا، کہ اس گنتی کی مدد سے گن سکے کہ کس طرف سے کتنے پتھر برسے ہیں اور کل کتنے ہوئے۔

اس عالم اسباب میں اسباب سے بے نیازی انسان کو عرفان کر دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے خود کہیں بھی کپڑے بنانے کی فیکٹری نہیں لگائی وہ ایسا کر سکتا ہے۔وہ بلا اسباب ہر شے کی تخلیق پر قادر ہے۔لیکن اس نے آج تک ایسا نہیں کیا۔اگر تو غیر اللہ کی مدد کے بغیر صرف اللہ سے ہی مدد لینا چاہتا ہے تو تجھے کون روکتا ہے۔ لے لیکن اس کے بندوں کے بنائے ہوئے کپڑے کیوں پہنتا ہے۔ان کپڑوں کے سینے والے درزی کی منتیں کیوں کرتا ہے، جوتے پاؤں میں پہننے کے لئے ہوتے ہیں۔لیکن تو غیر اللہ کے بنائے ہوئے جوتے نہیں پہنتا نہ پہن، جو قانون فطرت سے بغاوت کر کے ان اسباب سے بے نیاز ہو کر بلا واسطہ اور ڈائریکٹ مدد حاصل کرنے کی راہ محال و ناممکن پر چلنے کی کوشش و سعی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ وہی پاؤں میں پہننے والی چیز اسباب کے واسطے سے اس کے سر تک لے آتا ہے۔

خورد و نوش کا سامان ہے۔جس کے بغیر جینا ممکن نہیں لیکن اگر کوئی خود ساختہ موحد یہ خیال کرے، کہ میں غیر اللہ کی مدد کے بغیر زندہ رہ سکوں گا اور مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ،تو اس کی سوچ پر پہرے کون لگا سکتا ہے۔ چند دن گزار کر دکھادے۔ ہمارا جینا اور مرنا بھی اسباب کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔مرنے کے بعد تو غیر اللہ کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔ کہاوت ہے، مردہ بدست زندہ۔مردہ کے غسل، کفن و دفن کا انتظام اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ بندے ہی کرتے ہیں۔اور اس نے اپنے خاص بندوں کے ذریعے ان کو تعلیم دی۔کہ اس

Marfat.com

مردے سے یہ سلوک کرو، ایسا کفن پہناؤ، ایسے غسل دو، ایسے دفن کرو، پھر اس کی بخشش کے لئے یوں دعائیں کرو۔

ممکن ہے کہا جائے، کہ اسباب کا تعلق ظاہری دنیا کے ساتھ ہے اور ظاہری دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور مدد لینا جائز ہے۔ لیکن مر جانے کے بعد کسی مردہ سے مدد لینا کون سا دین وایمان ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔

دنیا کی زندگی میں انسان جو کام کرتا ہے اس کے کچھ نہ کچھ نشان ضرور رہ جاتے ہیں۔ بلکہ ایک شخص درخت لگاتا ہے، تو اس کا پھل کھانا شاید اس کے نصیب میں ہو یا نہ ہو، لیکن اس کا پھل اس کے بعد آنے والی نسلیں تو ضرور کھائیں گی۔ اسی طرح کوئی شخص کسی ظلم کی بنیاد رکھ جاتا ہے، تو اس ظلم کی پاداش میں کئی نسلیں گرفت میں آتی ہیں۔ یقیناً اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے معلم انس وجاں ﷺ نے ارشاد فرمایا، اگر کسی نے کوئی نیکی کا کام کیا ہو، وہ جب تک موجود رہے گا۔ اس کا اجر اس کام کے کرنے والوں کو تو ملتا رہے گا۔ البتہ جس نے اس کام کا آغاز کیا اس کو ان تمام کرنے والوں کے اجر کے مطابق اجر وثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی غلط کام کی بنیاد رکھ جاتا ہے تو اس کی سزا بھی جو شخص کام کرے گا، اس کو بھی ملے گی اور جس نے اس کی بنیاد رکھی، اس کو بھی تمام غلط کام کرنے والوں کے مطابق سزا ملتی رہے گی۔

کیا یہ تصور مدد ونصرت کا نہیں۔ یہ نظم کائنات ہی مدد پر ہے اور ابتداء سے اب تک جتنی کتب، جتنی تفاسیر جتنی تحقیقات ہمارے سابقہ لوگ چھوڑ گئے ان سے ہمارا استفادہ اگر غور کیا جائے تو مرنے والوں کے مرنے کے بعد ان سے مدد ہی لینا ہے۔

مرنے کا تصور اگر دور جہالت کا ہے۔ جو نبی رحمت ﷺ کے مخاطبین اولین تھے۔ مشرکین مکہ تو واقعی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ مرنے کے بعد نہ کوئی مرنے والا کسی کی مدد کر سکتا ہے اور نہ مرنے والے کی کوئی زندہ مدد کر سکتا ہے۔ انکے ذہن میں یہ بات گھر ہی نہ کرتی تھی، کہ مرنے کے بعد کوئی زندہ بھی ہو سکتا ہے۔ قبر کے حساب وکتاب سے پالا پڑ سکتا ہے۔

Marfat.com

یا قیامت کو زندہ ہو کر اعمال کی جزا و سزا سے متاثر ہو سکتا ہے، یا جنت و دوزخ کی نعمتیں اور سزائیں پا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اگر ان کے ہاتھ میں کسی مردہ کی ہڈی پھر آ جاتی، تو وہ دنیا کو دکھاتا پھرتا اور بزعم خود تمسخر اڑاتا کہ دیکھو لوگو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے کہ یہ ہڈی پھر زندہ ہو جائیگی۔ ان کی اسی ذہنی پسماندگی کو ختم کرنے کے لئے قبر و حشر و نشر حساب و کتاب قیامت اور جنت و دوزخ کے وجود کو ثابت کرنے اور مرے ہوئے کے زندہ ہونے کے دلائل سے پورا قرآن پاک بھرا ہوا ہے۔

کیا یہ زندگی بعد الموت صرف مسلمانوں کے لئے ہے، کافروں کے لئے نہیں۔ کیا عذاب و ثواب صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ کافروں کے لئے نہیں۔ نہیں بلکہ سب کے لئے ہے۔ لہٰذا مشرکین مکہ کی ذہنیت والا عقیدہ کہ مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مر جانے اور مر کر مٹی میں مل جانے والے تصور کے زخم خوردہ انسان ہمارے مخاطب نہیں۔ ہمارا مخاطب تو صرف مسلمان ہے جو مرنے کے بعد کی زندگی کا قائل ہے۔ اور اس زندگی کا تعلق سب کیلئے ہے۔ کوئی کافر ہو یا مسلمان کوئی گنہگار یا بدکار، اور اگر وہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو قبول کر لے تو پھر اس کی مدد کرنے یا اس سے مدد لینے کے عقیدے پر بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔

ایک زندہ انسان مردہ کی کیا مدد کر سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کا کچھ حصہ تو یہی ہے، جو ہر چھوٹا بڑا بچہ بوڑھا حتیٰ کہ ایک اندھے کو بھی معلوم ہے۔ کہ مردہ ہوتا ہی بدست زندہ ہے، اس کے وصال کرتے ہی اس کے غسل کفن اور دفن کا انتظام ایک زندہ انسان کرتا ہے اور مردے کی مدد کرتا ہے اس ظاہری مدد کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی مدد بھی کی جاتی ہے۔ غسل و کفن کے بعد عزت و تکریم کے ساتھ کندھوں پہ اٹھایا جاتا ہے۔ پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ دست بستہ میت کی بخشش کی دعا کی جاتی ہے۔ کہ اے رب کریم! اس کی بخشش فرما۔ اس کی قبر کھودی جاتی ہے قبر کھودنے والے کی خدمت کی جاتی ہے۔ پھر دفن کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے دعاء مغفرت کی جاتی ہے اور کوئی رسم و رواج کی بات نہیں

Marfat.com

ہمارے دین کا حصہ ہے اور ہمارے فرائض دینی و اخلاقی اور مذہبی کا حصہ ہے۔ اور محبوب رب کائنات ﷺ کے ارشادات کے مطابق کیا جاتا ہے۔ کم از کم تین دن اس کی تعزیت کے لئے بیٹھا جاتا ہے۔ اس کے لواحقین اس کے بچوں اس کی بیوی والدین ارباب محبت کے ساتھ جذبہ ہمدردی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک بچے کی مینا کے مرجانے کی تعزیت اس کے گھر جا کر فرمائی تھی۔

مردے کی مدد کا دوسرا حصہ وصال وکفن ودفن روحانی طور پر شروع ہوتا ہے۔ جس کے بیشمار عقلی دلائل سے قرآن پاک اور احادیث کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

دعاء ابراہیم جو ہر نمازی نماز کے اختتام سے پہلے پڑھتا ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ (ابراہیم)

''اے میرے پرورگار مجھے پکا نمازی بنا، اور میری اولاد کو بھی اور اے ہمارے پالنے والے! ہماری دعا کو قبول فرما ہمارے پالنے والے مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور تمام مومنین کو بھی بخش دے، اس روز جس دن حساب قائم ہوگا''۔

اس دعا کے ایک ایک حرف کے قرآنی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور نماز میں اس دعا کے پڑھنے پر بھی کوئی اختلاف نہیں اور راقم الحرف نے ابھی تک یہ بھی نہیں سنا اور نہ کہیں پڑھا، یہ اس میں اولاد اور والدین اور مومنین کی بخشش کے لئے جو دعا کی جاتی ہے یہ صرف زندوں کے لئے ہے۔ اگر ماں باپ فوت ہو جائیں تو دعا مانگنے والا دعا میں سے ان الفاظ کو حذف کر دے، یا اللہ تعالیٰ نے کہیں فرمایا ہو، کہ ماں باپ فوت ہو جائیں تو میری طرف سے اجازت ہے جس کا جی چاہے یہ الفاظ دعا میں شامل رکھے یا نہ رکھے۔

اگر ان تمام احتمالات کی نفی ہے اور یقیناً نفی ہے تو پھر بتایا جائے کہ جب ایک نیک

Marfat.com

پارسا متقی پرہیزگار رزق حلال کھانے والا صدق مقال یعنی سچ بولنے والا باوضو ہو کر انتہائی عجز وانکسار سے اپنے رحیم وکریم اور صاحب فضل وکرامت کے حضور باامید ہو کر یہ دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے فضل وکرم سے اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشے تو کیا اس کے وفات شدہ والدین کو اس دعا کا فائدہ ہوگا یا نہیں۔ اگر اس کے والدین گنہگار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے بیٹے کی دعا قبول فرما کر ان کی نجات کا انتظام فرمادے تو کسی کو کیا تکلیف؟ اور اس کی دعا کی مقبولیت پر عذاب سے نجات کی مدد پہنچی یا نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور اس دعا کے صدقے وفات شدہ والدین کی مدد فرماتا ہے۔ اور یہ مدد زندہ کی طرف سے مردے کے لئے مدد ہے۔ جس شخص کو اپنے اعمال پر اعتماد ہے کہ وہ اپنے اعمال کی عظمت کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ کوئی بعد میں دعا نہ مانگے کہ کسی کی دعا سے کچھ نہیں بنتا، اور جنت ودوزخ اپنے ہی اعمال سے بنتے ہیں تو وہ اپنے جملہ لواحقین کو سختی سے منع کر جائے کہ خبردار میرے مرنے کے بعد کوئی میرا میری خاطر یہ دعا اور جنازہ ہرگز نہ پڑھے۔

اگر کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی، اور اس کے والدین اسی طرح عذاب الٰہی میں اپنے اعمال کے سبب گرفت میں ہیں اور اس کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا تو سبحان اللہ: یہ عقیدہ انہیں مبارک ہو۔ اور اس کے والدین عذاب میں جھلستے رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہمیں اپنے عقیدہ کے مطابق نہ اعمال پر بھروسہ ہے کہ نماز وروزہ، زکوۃ وحج پر البتہ ان کا تارک گنہگار اور ان کا منکر کافر اس کے باوجود ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اہل ایمان کی دعاؤں پر بھروسہ ہے اور یقیناً مرنے کے بعد دعا مانگنے والوں کی دعاؤں کے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔

اب ایک حدیث رسول مقبول ﷺ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا (کہ ان کا اجر وثواب برابر ملتا ہے)

Marfat.com

1-صدقہ جاریہ 2-وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے 3-صالح اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے۔

ساری دنیا و انسانیت کے محسن! جن کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی کی شان والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کتنا واضح ہے۔ کہ انسان کے مر جانے کے بعد اس کے اپنے اعمال کا سلسلہ تو منقطع ہو جاتا ہے۔ جو اس کی آخرت سنوار سکیں۔ یا اس کی قبر میں یا حشر میں کام آ سکیں۔ البتہ تین کام جو اس کے کئے ہوئے ہیں۔ ان کا اجر و ثواب اس کے مرنے کے بعد اس کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ ان تین امور میں اس کے لئے کیا نفع ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی ناں! کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس کے گناہوں کا ازالہ ہوگا۔ یا اس کے درجات بلند ہوتے ہیں تو کیا زندہ کی طرف سے یہ مردہ کی امداد نہیں؟

اختصار کے طور پر ایک آیۃ مبارکہ اور ایک حدیث مبارکہ حوالہ کے لئے پیش کی گئی۔ ورنہ قرآن پاک کی سینکڑوں آیات مبارکہ سے اور سینکڑوں احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ زندہ اپنے مردوں کی امداد کرتے ہیں۔ اب ہم اس طرف توجہ دیتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے اور عمل سے کوئی ثبوت ملتا ہے، جس سے یہ ظاہر ہو کہ اہل قبور کو زندہ لوگ فائدہ پہنچا سکتے ہیں یا اہل قبور ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہی وہ مینارۂ نور ہے۔ جس کی روشنی سے آنکھیں بند کر لینے کے بعد دنیا کی کوئی روشنی کام نہیں آ سکتی۔ سب سے پہلے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

☆......من زار............شفاعتی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت ضرور ہوگی۔ جس صاحب کی قبر کی زیارت سے شفاعت لازم ہو جائے، اس صاحب قبر کے خود فیوض و برکات کا عالم کیا ہوگا "دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے"۔

☆......من زار............فی حیاتی یعنی جس نے میری قبر میں میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ کوئی مانے یا نہ مانے ہمارے نزدیک حضور نبی رحمت

Marfat.com

محبوب کائنات اور محبوب رب کائنات ﷺ کی زیارت دنیا کی تمام نعمتوں سے بالاتر ہے۔ اور اس سے بڑی کیا مدد ہوسکتی ہے کہ صدیاں بیت گئیں کوئی آج بھی آپ کی قبر کی وساطت سے آپ کی زیارت سے مشرف ہو جائے۔ یا ایسے اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے تو بتائیے اسے اور کیا چاہئے۔

☆......من زار نبی عمدا ان فی جوار یوم القیامۃ جس نے خالصتہ میری زیارت کا قصد کر کے حاضری دی وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہو گا۔ سبحان اللہ! دنیا میں انسان جس سے محبت کرتا ہے کل قیامت کو بھی اسی کیساتھ اٹھے گا۔ اب جس کا جی چاہے حضور رحمت عالم ﷺ کا پڑوس اختیار کر لے اور جس کا جی چاہے کسی اور انسان کا پڑوس پسند کرے۔ یہ تو اپنی اپنی پسند کی بات ہے۔ اللہ کرے ہمیں محبوب دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پڑوس مل جائے آمین یارب العلمین۔

یہ وجوہات ہیں کہ روضہ رسول مقبول ﷺ کی زیارت کے حصول کے لئے سرکار مدینہ ﷺ کے غلام گھڑیاں گنتے رہتے ہیں۔ اور سر کے بل چل کر اس بارگاہ اقدس میں پہنچتے ہیں روضہ رسول ﷺ کا تصور آتے ہی دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔ بے قرار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو یہ خوابگاہ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہاں ان پر درود و سلام کی بارشیں ہوتی ہیں اور تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام عظیم ہے جس کے بخت رسا پر عرش اعظم بھی رشک کرتا ہے، ہاں یہی وہ مقام ہے جس کی زیارت سے شفاعت کا شرف ملتا ہے۔ یہی وہ عظیم قبر ہے جس کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور ذات مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کا شرف ملتا ہے اور فلک الافلاک کی بلندیاں جھک کر سلام کرتی ہیں۔

اس کے بعد چند اور احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے جن سے واضح طور پر ثابت ہے کہ صاحبان قبر کی زیارت اور قرب سے امداد ملتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا معمول تھا۔ کہ آپ اکثر و بیشتر کبھی صبح کبھی شام اور کبھی رات کو جنت البقیع میں تشریف لے جاتے۔ اور

Marfat.com

دعاؤں میں مصرف رہتے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیکھا جائے تو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے بڑھ کر اور کونسی جگہ ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ انوار تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہے۔اس کے باوجود حضور ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے جاتے۔ نبی کا ہر فعل امت کے لئے دلیل بھی ہوتا ہے اور حجت بھی، حضور کا جنت البقیع میں تشریف لے جانا اہل قبور کے لئے مفید تھا اور آپ کی اتباع میں ہمارا جنت البقیع میں جانا۔اہل قبور کے لئے اور ہمارے لئے سب کے لئے مفید ہے۔

Marfat.com

توبہ استغفار اور ہمارا اسلام

انسان نسیان وخطاء سے عبارت ہے، بھول اور سہو اس کی فطرت میں داخل ہے۔ خطاء کی کوئی حد نہیں، بہت چھوٹی بھی ہوسکتی ہے اور بہت بڑی بھی۔ چھوٹی چھوٹی خطاؤں سے تو شاید کوئی ہی انسان محفوظ ہو۔ البتہ بڑی جنہیں ہم گناہ کبیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان سے بھی اکثریت محفوظ نہیں۔ خطاء وسہو سے محفوظ ہمارے ایمان کے مطابق انبیاء ورسولان محترم ہیں صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم وعلی نبینا الکریم۔ ان کے حوالے سے گفتگو زیر بحث وزیب موضوع نہیں۔

انسان جب خطاء ونسیان کا شکار ہوتا ہے۔ تو ندامت وشرمندگی بھی عود کر آتی ہے۔ یہی ندامت وشرمندگی ایمان کے زندہ ہونے اور تازہ ہونے کی علامت ہے۔ لیکن اگر خطاء کار کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے۔ کہ تو جو خطا کر بیٹھا ہے۔ اب اس کا کوئی مداوا نہیں۔ بلکہ اب اس کی سزا سے تو بچ نہیں سکتا اور یہ داغ معصیت دھل نہیں سکتا۔ تمہارا اعتراف جرم، تمہارے اشک ندامت، تمہارا عرق انفعال بے کار محض ہے۔ تمہاری آنکھوں سے بہنے والے ہیرے اور موتی راکھ کے ڈھیر میں تو جذب ہوسکتے ہیں۔ البتہ کوئی شان کریمی موتیوں کو چن نہیں سکتی۔ تو وہ مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائیگا۔ اور شاید پھر اس کی قعر مذلت سے اس کا نکلنا محال ہو جائے۔ یا پھر راہ معصیت کو مستقل اختیار کرے گا۔ یہ راہ بھی اتنی طویل ہے۔ جس کا کوئی سرا نظر نہیں آتا۔ تاریخ انسانی کے لئے بے حد وعد بکھرے صفحات میں اس راہ پر چلنے والوں کے تذکرے محفوظ ہیں اور وہ اس راہ پر چلتے چلتے اتنی دور تک چلے گئے۔ کہ سیدھے جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔ جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اس مقام پر سب راستے بند ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں، کروڑوں ایسے بھی ہیں۔ کہ وہ اپنا نام تک بھی عبرت کے لئے محفوظ نہ کر سکے۔ الامان والحفیظ۔

اسلام دین فطرت ہے۔ جس طرح خطاء وسہو اور نسیان، حضرت انسان کی فطرت میں

Marfat.com

شامل ہے۔ اسی طرح اس خطاء پر شرمندہ ہونا بھی اس کی فطرت میں داخل ہے۔ شرمندگی سے آنکھوں سے جو آبشار بہتی ہے۔ اسلام اس کے ہر قطرے کو موتی سمجھ کر چن لیتا ہے اور وہ ذات واحد جو دین اسلام کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ کا جو تصور موجود ہے۔ وہ اس کے دیگر اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ الغفور، التواب، الرحمٰن، الرحیم، الکریم، الرؤف اور اللطیف جیسے عظیم ناموں سے بھی متعارف کراتا ہے۔ سطور ذیل میں اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کی جھلک ان مبارک اسماء گرامی ''اسماء الحسنٰی'' کے حوالہ سے اس کی عطاء کی ہلکی سی جھلک پیش کر کے راقم الحروف اپنے ساتھ تمام ملت اسلامیہ کو اس کی مغفرت، رحمانیت و کریمیت رافت و لطافت کے سایہ اور پناہ میں لے کر حاضر ہو رہا ہے۔ اس امید کے ساتھ۔ کہ ہم خطاء نسیان اور معصیت کے پتلے حاضر ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ خطاؤں کا دفتر اتنا ضخیم ہو چکا ہے۔ کہ اس کی رحمت ہمارے عرق انفعال کو ایک شعبدہ باز کی شعبدہ بازی یا منافقانہ مگرمچھ کے آنسوؤں سے تعبیر کر کے موتی سمجھ کے چن نہیں رہی۔ لیکن اے مولا!

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں
خلق کے راندھے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آ گئے ہیں تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

توبہ! اہل لغت نے توبہ کے معنی لوٹنا، رجوع کرنا، گناہ کا اعتراف کرنا، آئندہ وہ کام نہ کرنے کا عزم کرنا جو اسکی توبہ کا باعث ہوا۔ مراد لیا ہے۔ اس کا فاعل بندہ بھی ہے۔ اور معبود بھی۔ اگر بندہ فاعل ہو۔ تو اس کے معنی ہوں گے۔ وہ بندہ اس برے راستے سے واپس لوٹ آیا۔ اس نے گناہ کا اعتراف کر لیا ہے۔ آئندہ اس کام کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کر لیا۔ بھولا ہوا واپس گھر لوٹ آیا، جسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔ اور اگر اس کا فاعل معبود حقیقی ہو۔ التواب ہو۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا۔ مالک نے اس

Marfat.com

کی توجہ کو قبول فرمالیا۔ اس کو معاف کر دیا۔ اس کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ خصوصی عنایات کے دروازے کھول دیئے۔ کہ اب وہ دوبارہ پھر واپس جانے کی نہ سوچے۔ اس نے عقوبت یا بدلہ لینے کے ارادے کو ترک فرمادیا۔ وہ سزا کا مستحق تھا، اسے چھوڑ دیا۔ اس کا ناقابل معافی جرم بڑے سے بڑا قصور اور چھوٹے چھوٹے تمام قصوروں سے درگزر فرمالیا۔ اس لئے اس کو التواب کہتے ہیں۔ وہ صرف التواب ہی نہیں۔ وہ رحمٰن ورحیم بھی ہے۔

رحمٰن ورحیم

یہ دونوں لفظ رحم سے اسم مبالغہ کے صیغے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا اور رحم میں رقت، لطف اور راحت تینوں صفات عالیہ پائی جاتی ہیں۔ لفظ رحمان میں مبالغہ ہے۔ بالفظ دیگر اس میں رحم کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے۔ رحمٰن یعنی اپنی تمام مخلوق، کافر ہو یا مشرک، مومن ہو یا منکر، انسان ہو یا حیوان، جاندار ہو یا بے جان سب پر یکساں عنایت کرنے والا ہے۔ اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایسی کرم نوازیاں ہیں۔ جن سے ساری مخلوق یکساں طور پر لطف اندوز ہو رہی ہے۔ جیسے چاند، سورج، ستارے، ہوا، روشنی، پانی، زمین، آسمان ان جملہ تخلیقات کی روئیدگی وغیرہ صرف اسی کی کرم نوازیاں ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ یہ جملہ عنایات بے طلب ہیں اور بے وجہ ہیں، بے سبب ہیں۔ سب کو حسب ضرورت و حاجت عطاء کی ہیں۔ اس لئے رحمان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا کوئی انسان یا مخلوق رحمان نہیں ہوسکتا۔ جبکہ رحیم انسان بھی ہوسکتا ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال حضور نبی کریم ﷺ کے لئے قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے اور صحابہ کرام کے لئے بھی اور رحیم کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی بعض کے نزدیک دنیا و آخرت میں اپنے نیک بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ لیکن اس تعریف میں اتنا حصہ مناسب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر مجبور و بے کس کی پکار سنتا ہے۔ اور اس پر رحم فرما کر تکالیف کا ازالہ کرتا ہے۔ خواہ یہ پکارنے والا مومن ہو یا کافر و مشرک۔

Marfat.com

رؤف

رؤف کا مادہ رافت ہے۔ جس کے معنی کسی کو تکلیف میں دیکھ کر دل بھر آنا ہے۔ اور اس کے دکھ دور کرنے کی فکر دامن گیر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ (توبہ)

یعنی اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول تشریف لائے۔ تمہاری تکلیف ان پر بہت گراں گزرتی ہے اور وہ تمہاری بھلائی کے خواہشمند ہیں۔ اور مومنوں پر نہایت شفقت فرمانے والے مہربان ہیں۔ اگر یہ رقیق القلبی نرم دلی اور کسی انسان کا دکھ نہ دیکھ سکنے کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کو ودیعت کی گئی۔ تو خود خالق و مالک جس نے یہ نعمت آپ کو عطاء فرمائی۔ وہ خود کتنا بڑا رؤف ہوگا۔ اس کو اپنی دکھی مخلوق سے کتنا پیار ہوگا۔ وہ کیسے کیسے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہوگا۔ اس کی صفت رافت بے بس و مجبور مخلوق پر کس قدر توجہ فرما ہوتی ہے۔ اگر ایک ماں اپنے معذور واپاہج بے زبان و نادان گہوارے میں پڑے رونے والے بچے کے رونے کی آواز پر بے قرار ہو کر لپکتی ہے اور سینے سے چمٹا لیتی ہے۔ اور جب تک وہ چپ نہیں ہو جاتا۔ اسے چین نہیں آتا۔ تو جس نے یہ ساری صفات اپنی مخلوق کو اپنے کرم سے نظام کائنات چلانے کے لئے ودیعت کی ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی پکار کیوں نہیں سنتا ہوگا۔ ضرور سنتا ہے۔ یہی ہمارا دین اسلام تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہمارا معبود حقیقی دیگر مذاہب باطلہ کے معبودوں کی طرح نہ اندھا و بہرا ہے۔ نہ بے حس و بے جان ہے۔ نہ مجبور و مقہور ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے۔ کہ ایک آن کے لئے بھی اپنی مخلوق سے غافل ہو جائے۔ نہ اسے نیند آتی ہے کہ تڑپنے والے تڑپتے رہیں اور وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہو۔ یا وہ صرف اس قدر سخت دل، متکبر، رعونت پسند و مغرور ہو۔ کہ کوئی اس کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ ہو۔ اس کے دیس میں صرف اقتدار ہو۔ اس کی گردن میں کوئی بل نہ ہو۔ اس کے حضور میں مجرم پیش کیا جائے۔ تو وہ دیوار میں چنوا

Marfat.com

دے۔ یا درخت کے ساتھ کھڑا کر کے اس کے جسم میں کیل پیوست کر دے۔ ان کے ناخن ایک ایک کر کے کھنچوا دے۔ تیز دھار آلے سے اس کے جسم میں زخم لگائے۔ لوہے کی آریاں، برچھیاں، بھالے، تلواریں اس کی خبر لینے کو آگے بڑھیں۔ اس کی چیخوں پر قہقہے لگائے جائیں۔ اور دیکھنے والوں کو خوف زدہ کر کے سجدے کرنے پر مجبور کیا جائے۔

نہیں نہیں۔ ایسا نہیں بلکہ دین اسلام جس معبود سے متعارف کراتا ہے۔ وہ مجبوروں، مظلوموں، مقہوروں کی نہ صرف پکار سننے والا۔ ان کی فریاد کو پہنچنے والا۔ دربار میں حاضر ہونے والے مجرموں سے عفو و درگزر سے کام لینے والا۔ کہ اس کا نام عفو بھی ہے۔ عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دست بردار ہونے والا۔ جو شخص سزا کا مستحق ہو۔ اسے معاف کر دینے والا۔ ہاں ہاں اس کی فرد عمل سے ان جملہ قصوروں اور لغزشوں کو دھو دینے والا، جن سے وہ معافی کا خواستگار ہے۔ بلکہ اگر وہ بندہ مومن بن کر، فرمانبردار بن کر، وفادار غلام بن کر، احکام سن کر سر تسلیم خم کرنے والا بن کر، نواہی سے نفرت کرنے والا بن کر، وفاداروں کی صف میں شامل ہو جائے۔ تو عفو کے ساتھ ساتھ اس کے فرد عمل میں لغزشوں اور کوتاہیوں کے بدلے خواہ مخواہ نیکیاں لکھ دینے والا۔ دنیا میں لاکھوں معاف کر دینے والے ہونگے۔ لیکن ایسا رحیم و کریم مولا کس نے دیکھا ہوگا۔ کہ وہ لغزشوں اور عیبوں کو بھی اچھائیوں میں تبدیل کر دے۔ معافی مانگنے والوں کو صرف معاف ہی نہ کرے، انعامات سے جھولیاں بھر دے۔ عطاؤں کی بارش کر دے۔ نظام حیات و کائنات اس کے ہاتھ میں دے دے۔ لوح و قلم کا مالک بنا دے۔ خود اس کی زبان بن جائے جس سے وہ بولے۔ خود اس کے ہاتھ بن جائے۔ جن سے وہ کام کرے۔ خود ان کے کان بن جائے۔ جن سے وہ سنے۔

آیئے! تاریخ کے ایک نئے باب کا مطالعہ کرتے ہیں ہم اقوام عالم اور ادیان حاضرہ کے سامنے اس خوبصورت داستان کے چند اوراق پیش کرتے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں۔ لاؤ کوئی اہرمن ہے۔ کوئی ہنومان، کہاں ہیں بھگوان، کوئی نمرود و فرعون و ہامان ہی لاؤ۔ کس میں اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے خم ٹھونکنے کی جرأت ہے۔ یا ہے کوئی جس نے اپنے

Marfat.com

چاہنے والوں کو یوں نوازا ہو۔ کہ عقل وفکر انسان دم بخود رہ گئی ہو۔ بظاہر ان کے ہاتھ خالی نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ حکومتیں بانٹتے نظر آتے ہیں۔ تخت تقسیم کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ دنیا بھر کی دولتیں حکومتیں سطوتیں ان کے قدموں میں پڑی ہیں۔ اور وہ ان کو نظر حقارت سے بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے کہ۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

کرم نوازیوں کے نادر نمونے

مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار میں ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے آدمی قتل کر ڈالے۔ پھر توبہ کا خیال آیا کسی سے پوچھا۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ چلو نہ سہی۔ تم ان مقتولوں کے ساتھ چلو۔ اور پورے سو قتل کر دیئے۔ پھر ایک صاحب کے ہاں جانے کے لئے روانہ ہوا (سنا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ چلئے اس کے ہاتھ پہ توبہ کرتے ہیں) راستے میں ہی تھا۔ کہ پروانہ اجل آ پہنچا۔

اس سو انسان کے قاتل کو گرفتار کرنے والے فرشتے آ پہنچے۔ ادھر معافیوں کی بھیک بانٹنے والوں کے نمائندے بھی آ پہنچے۔ کافی تکرار کے بعد فیصلہ ہوا۔ کہ جہاں سے چلا تھا۔ اور جدھر جا رہا تھا۔ اس زمین کی پیمائش کر لی جائے۔ اگر گناہ کی زندگی کی زمین نزدیک ہے۔ جہنم والے لے جائیں اور اگر توبہ کی سرزمین مقدس نزدیک ہے۔ جنت والے لے چلیں۔

زمین کی پیمائش ہونے لگی۔ اتنے میں اس قادر مطلق، بے نیاز وغنی والتواب، رحیم و کریم، غفور وستار کی رحمت ورافت، غفوری وستاری کی قدرت جوش میں آتی ہے اور زمین کو حکم دیتی ہے۔ کہ اے گناہ کی سرزمین پھیل جا۔ اے توبہ کی مقدس زمین اپنے دامن کو پھیلا

Marfat.com

کر مجھ سے زندگی بھر بھاگے ہوئے اور اس آخری عمر میں میری چوکھٹ کی تمنا لے کر آنے والے کو اپنی پناہ میں لے لے۔ میری عفویت، میری رافت، میری رحمت، میری ستاری، میری غفاری جوش میں ہے۔ وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔ کہ یہ جہنم میں جائے۔ سو چشم فلک نے دیکھا اور انوکھا باب دیکھا۔ رحمتوں کے فرشتے اسے حلہ بہشتی پہناتے ہیں۔ مقدس فرشتوں کی ٹولیاں، جنتی حوریں جنتی پھولوں کی چادریں اس پر سایہ کے لئے تان دیتی ہیں اور رحمت اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

کوئی ایسا ہو تو سامنے آئے

مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں ہمارے کریم و رحیم نبی ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بڑا خوش ہوتا ہے۔ جیسے کوئی تنہا مسافر صحرا کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا۔ اس کی واحد سواری اس کا اونٹ بھی بھاگ گیا۔ خوردونوش کا سامان بھی اس کے ساتھ گیا۔ بھوک اور پیاس اسے تڑپا رہی ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں۔ غریب الوطنی کی تمام مایوسیاں اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی ہیں اور موت کا یقین ہو گیا ہے کہ اچانک اس کا اونٹ اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ خیر و عافیت کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑا ہو۔ اندازہ لگاؤ۔ اس کے جذبات کیا ہوں گے۔ خوشی سے مسرت کا عالم کیا ہوگا۔ ہاں! بس ایسے ہی جب میرا بندہ زندگی کے جنگل میں اپنا تمام سرمایہ حیات کھو چکا ہو۔ اپنوں اور بیگانوں کے دروازے اس پر بند ہو گئے ہوں۔ مایوسیاں اور نا امیدیاں چاروں طرف سے حصار میں لئے ہوئے ہوں۔ ایسے میں وہ تمام دروازے بند دیکھ کر میری طرف آتا ہے۔ تو جیسے اس مسافر کا گمشدہ اونٹ اچانک مل گیا تھا اور اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ایسے ہی میں اس بندے کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہوں۔ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ۔

روئے زمین پر ایسا کوئی یزداں، کوئی سکندر، کوئی دارا تلاش کرو۔ جو اپنے زندگی بھر نافرمانی کرنے والے غلام کو اس وقت سینے سے لگائے۔ جب اس کے لئے اس کے اپنوں اور بیگانوں، سب نے دروازے بند کر دیئے ہوں۔ گرنے والوں کو مزید دکھ دینے والے تو

Marfat.com

ہونگے۔ معافی مانگنے والوں کو دھتکارنے والے بھی ہونگے۔ لیکن گرنے والے کو اٹھانے والا۔ معافی مانگنے والوں کو معافیاں بانٹنے والا۔ اس التواب اس رحمٰن اس رحیم اس کریم اس رؤف ورحیم سا کوئی ہے؟

وفاداروں اور خاکساروں کے اعلیٰ نمونے

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دیوانے نے پوچھا۔ کونسا صبر افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ الصبر فی اللہ بولا نہیں۔ آپ نے فرمایا الصبر للہ وہ بولا نہیں۔ آپ نے فرمایا الصبر مع اللہ وہ بولا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بتا کونسا صبر افضل ہے۔ اس نے جواب دیا۔ الصبر عن اللہ یعنی سوا اللہ سے اپنے آپ کو روک لینا۔ اس دیوانے کے اس جواب سے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت طاری ہوئی کہ چیخیں مارتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے جان نکل جائیگی۔

ایک صاحب نے ایک اللہ والے سے پوچھا۔ بابا حضور! نماز تو پڑھتا ہوں۔ مگر لطف اور مزا نہیں آتا۔ بڑا پریشان ہوں۔ بتایئے کیا کروں۔ بزرگوں نے فرمایا۔ بڑے خوش نصیب ہو۔ کہ خالص اللہ کے لئے عبادت کرتے ہو تمہیں مبارک ہو وہ بولا حضور کیسے؟ فرمانے لگے۔ جو شخص نماز پڑھتا ہے۔ اور اسے نماز میں بڑی لذت ملتی ہے۔ تو وہ دوبارہ جب نماز پڑھتا ہے۔ تو وہ اس لذت سے سرشار ہونے کے لئے دوبارہ نماز کی نیت باندھ لیتا ہے۔ گویا وہ نماز لذت کے لئے پڑھتا ہے۔ لیکن تو صرف اللہ کے لئے پڑھتا ہے۔ تیرا یہ بےلذت نماز لگن سے پڑھتے رہنا بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کی دلیل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات بھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہتے اور عبادت میں مصروف رہتے پھر اپنے غلام سے پوچھتے۔ اے نافع کیا صبح صادق طلوع ہو گئی ہے۔ تو وہ کہتے نہیں۔ نہیں ابھی صبح صادق طلوع نہیں ہوئی۔ تو پھر نماز میں مصروف ہو جاتے اور جب نافع عرض کرتے حضور صبح صادق طلوع ہو گئی ہے تو آپ فرماتے اب میرے پروردگار کے حضور توبہ واستغفار کا زیادہ پسندیدہ وقت ہے۔ پھر آپ ایسے وقت میں توبہ

Marfat.com

استغفار میں مشغول ہو جاتے۔

صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے آپ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے درخواست پیش کی تو آپ نے جواب فرمایا سَاَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ (مریم: 47) یعنی ابھی نہیں پھر دعا کروں گا۔ آپ کا منشا یہ تھا کہ صبح صادق کے وقت تمہارے لئے دعا کروں گا کہ وہ جلد قبولیت کا وقت ہے۔

یہ اور اس قسم کے ہزاروں انداز اس کے حضور میں استغفار کرنے والوں کے ہیں اور وہ بھی اپنی کرم نوازی سے ان کو بہر طور باندازنو نوازتا ہے۔ اسے پکارنے والا اس کے حضور بخشش چاہنے والا۔ توبہ کرنے والا، اپنی کوتاہیوں پر اشک ندامت بہانے والا۔ اس کے متعلق جیسا گمان کر کے حاضر ہوگا۔ وہ اپنے بندے کو اس گمان کی لاج رکھتے ہوئے اسے نواز دے گا۔

استغفار کا خوبصورت وقت اور انداز

حکیم الامت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا انداز دعا کیا خوبصورت نقل فرمایا ہے۔ آزمالے جس کا جی چاہے۔
فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف پڑھ کر درود شریف پڑھا جائے پھر یہ آیہ مبارکہ تلاوت کی جائے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء)

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) اس کے بعد بارگاہ نبوی میں خصوصی توجہ کے ساتھ عرض کرے''۔

فجئنت علی بابک یارسول اللہ عاصیا و مجرماً وعلی نفسی

Marfat.com

ظالما وجئت علی بابک یا حبیب اللہ مستغفراً و جئت علی بابک یاشفیع المذنبین مستشفعاً

''یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوا ہوں آپ کے در پر گنہگار، مجرم اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور اے اللہ کے محبوب ﷺ میں آپ کے در اقدس پر حاضر ہوا ہوں توبہ کرتا ہوا اور اے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے آقا! میں آپ کے دروازے پر شفاعت مانگنے آیا ہوں)''۔

پھر یہ آیہ مبارکہ پڑھے وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ ''اور منگتا کو نہ جھڑکو''۔ اس کے بعد بارگاہ نبوی میں عرض کرے۔

انا سائل علی بابک یارسول اللہ اسئلک الشفاعة یارسول اللہ اسئلک مرافقتک فی الجنة یا حبیب اللہ اسئلک الشفاعة یا شفیع المذنبین

''یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے در کا سوالی، آپ سے شفاعت کی بھیک مانگتا ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ میں جنت میں آپ کے قرب کا سوال کرتا ہوں اور اے اللہ کے محبوب ﷺ اور گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے آقا، میری شفاعت فرمائیں''۔

پھر ستر بار استغفار پڑھے۔ انشاءاللہ العزیز بامراد و کامیاب ہوگا۔

Marfat.com

شہداور قرآن

شہداور قرآن دونوں شفا ہیں۔ دونوں کے شفا ہونے کی شہادت خود خالق کائنات جل وعلیٰ نے اپنے لازوال کلام میں ارشاد فرما کر لازوال کردی ہے۔ قرآن پاک کے شفا ہونے پر سورۃ بنی اسرائیل کی آیہ مبارکہ ہے ارشاد گرامی ہے۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

''یعنی ہم قرآن میں ایسی چیز نازل کرتے ہیں۔ کہ وہ ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ اور ظالموں کے لئے الٹا اس سے نقصان بڑھتا ہے''۔

اور شہد کے حوالہ سے سورۃ النحل کی آیات مبارکہ ۶۸، ۶۹ میں یوں ارشاد گرامی ہے۔

وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ (النحل)

''یعنی اے محبوب ﷺ! آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کہ تو پہاڑوں میں گھر بنائے اور درختوں میں بھی اور لوگ جو مصنوعی گھر (چھتے) بناتے ہیں۔ ان میں رہو۔ پھر ہر قسم کے پھلوں کو چوستی رہو اور اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر چلتی رہو جو بہت آسان ہے۔ اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے۔ جس کے مختلف رنگ ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے والی قوموں کے لئے بڑی نشانیاں موجود ہیں''۔

Marfat.com

صاحب قرآن ﷺ سے بڑھ کر ان حقیقتوں سے کون زیادہ آشنا ہوگا۔ آپ نے واضح طور پر ان آیات مبارکہ کی روشنی میں اپنی ساری امت کو حکم ارشاد فرمایا۔ عَلَیْکُمْ بالشفائین العسل والقرآن یعنی تم پر ان دو چیزوں سے شفا حاصل کرنا لازم ہے۔ شہد سے اور قرآن پاک سے۔

اگر کوئی مریض کسی ڈاکٹر، حکیم اور طبیب کے پاس جائے۔ اور کہے جناب میرے سر میں درد ہے۔ تو وہ بہت غور و فکر کر کے اس کی دوا تجویز کرے گا۔ اگر آرام نہ آئے۔ تو نسخہ تبدیل کر دے گا۔ اگر نسخہ پر نسخہ تجویز کرنے اور بدل بدل کر دینے پر بھی آرام نہ آئے تو اپنا سر پکڑ کر رہ جاتا ہے۔

اگر ایسے ہی طبیب، حکیم یا ڈاکٹر کے پاس کوئی مریض جائے اور کہے جناب میرے دل میں بغض پیدا ہو رہا ہے۔ میرا صبح سے فلاں صاحب سے حسد کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ میرا جی کرتا ہے۔ آج کدورتوں کی غلاظت ہر طرف پھیلا دوں مہربانی فرما کر کوئی نسخہ تجویز فرمائیں۔ میری یہ بیماریاں ختم ہو جائیں۔ تو بھی ڈاکٹر، حکیم اور طبیب اپنا سر پکڑ کر رہ جائیں گے کہ یہ ایک انوکھا سا مریض کہاں سے آ گیا ہے۔

ہر دو صورت میں معالج کا سر پکڑ کر بیٹھنا اس کی شکست اور ہمت ہار دینے کے مترادف ہے۔ لیکن اگر ایسے مریضوں کو معلم کتاب و حکمت ﷺ کے پاس لے جائیں تو آپ ایسا نسخہ تجویز فرمائیں گے۔ کہ پہلے مریض کا علاج بھی ہو جائے اور دوسرا مریض بھی مایوس نہ جائے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کے تجویز کردہ نسخہ علیکم بالشفائین العسل والقرآن پر عمل کیا جائے تو جسمانی امراض سے بھی شفاء ہے اور روحانی امراض سے بھی شفا ہے۔ پہلی چیز شہد۔ صرف جسمانی امراض کی شفا کی حامل ہے۔ اور دوسری چیز ''القرآن'' جسمانی و روحانی دونوں امراض سے شفا کی حامل ہے۔

دنیا کے بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ کی فصاحت و بلاغت سے بھری گفتگو میں رد و بدل

Marfat.com

کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر مصنف و مؤلف اپنی تصنیف و تالیف میں خود آپ ردو بدل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ اس سے بہتر الفاظ مل گئے۔ یا انہی الفاظ میں آگے پیچھے کرنے میں گنجائش پاتا ہے۔ لیکن فاران کی چوٹیوں پہ خطبہ دینے والے خطیب ﷺ کی گفتگو ایسا گلدستہ اور ذات باری تعالیٰ کا تیار شدہ گلدستہ کہ کمی و بیشی یا ردو بدل کی کوئی گنجائش نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد میں حکم ہے۔ کہ تم شہد اور قرآن سے شفاء حاصل کرو۔ یعنی پہلے قرآن کا ذکر نہیں پہلے شہد کا ہے۔ اور اس کی بھی کئی وجوہات ہیں۔ کہ شہد کی مکھی دیگر مکھیوں کی طرح گندگی پر نہیں بیٹھتی۔ غلاظت کے قریب بھی نہیں جاتی۔ اگر کہیں بیٹھ جائے تو ملکہ اسے ہلاک کر دیتی ہے۔ تو بتانا شاید یہ بھی مقصود ہے۔ کہ جس طرح شہد پاک ہے۔ اس سے کہیں زیادہ قرآن شریف پاک۔ جن پر قرآن پاک نازل ہوا۔ وہ پاک جس کی طرف سے نازل ہوا۔ وہ پاک اور سبحان اور قرآن پاک کی وحی لانے والا۔ بھی امین اور پاک اگر شہد میں شفا ہی شفا ہے تو قرآن پاک میں کتنی شفا بھری ہوگی۔

مریض کی خواہش ہوتی ہے۔ دوا کڑوی نہ ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ اس نسخہ میں شہد کا تذکرہ فرمایا۔ کہ اے مریض امراض جسمانی، شہد چکھ کر دیکھ۔ کتنا لذیذ، کتنا میٹھا اور کتنا پر لطف ہے۔ اس طرح جب تو اپنی باطنی بیماریوں کے لئے قرآن پاک کی طرف رجوع کرے گا۔ تو قرآن پاک اس سے زیادہ میٹھا۔ اس سے زیادہ لذیذ اور اس سے زیادہ پر لطف محسوس ہوگا۔

شہد اور قرآن پاک دونوں قوت بخش۔ قرآن قوت بخش کتاب۔ شہد قوت بخش غذا۔ شہد لذت دینے والی غذا۔ قرآن لذت عطا فرمانے والی کتاب شہد امراض جسمانی کے لئے نسخہ شفا۔ قرآن پاک امراض جسمانی و روحانی دونوں کے لئے شفا بخش۔ نسخہ شفا۔ شہد بلغمی امراض میں بلا واسطہ دوا۔ قرآن پاک تمام جسمانی و روحانی کے لئے مکمل شفا۔ شہد کبھی خراب نہ ہونے والی چیز۔ قرآن کبھی تبدیل نہ ہونے والی کتاب۔ شہد مسہل ہے یعنی پیٹ سے فاسد مادے نکالنے کے لئے بہت ہی مفید۔ قرآن مسہل خیالات فاسدہ ہے۔

Marfat.com

حسن اتفاق نہیں۔ حسن انتظام کی بات ہے۔ کہ قرآن پاک کے شفا ہونے کے ذکر میں بھی شفاء پر تنوین ہے اور شہد کے شفا کے ذکر میں بھی شفاء پر تنوین ہے۔ اور عربی قواعد میں تنوین یا تعظیم کے لئے آتی ہے۔ یا تنکیر کے لئے یہاں ہر دو جگہ تعظیم کے لئے تو معلوم ہوا۔ کہ ہر دو عظیم الشان ہیں۔ شہد جیسی جسمانی امراض کے لئے کوئی بہترین دوا نہیں۔ اور قرآن پاک جیسی جسمانی و روحانی امراض کوئی عظیم الشان کتاب نہیں۔ اور اگر تنکیر کے لئے ہو۔ تو شہد بھی ہر مرض کے لئے بہترین دوا ہے۔ اور قرآن پاک بھی دنیا کی ہر جسمانی و روحانی امراض کے لئے شفا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے جسم کے پھوڑے پر شہد سے لیپ کئے بیٹھے تھے۔ تو کسی نے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء للناس فرمایا ہے اور اس کا عموم ہر مرض کی شفاء کے لئے بہترین دلیل ہے۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الذبان کلها فی النار یجعلها عذابا لاهل النار الا النحل

یعنی ہر قسم کی مکھی جہنم میں جائے گی اور جہنمیوں پر عذاب کے طور پر مسلط کر دی جائے گی۔ سوائے شہد کی مکھی کے نہ یہ جہنم میں جائے گی اور نہ جہنمیوں پر عذاب کے طور پر مسلط کی جائے گی۔

جب شہد پیدا کرنے والی مکھی جہنم میں نہ جائے گی تو قرآن سے شفا حاصل کرنے والا قرآن پڑھنے والا۔ قرآن سمجھنے والا۔ قرآن پر عمل کرنے والا اور صاحب قرآن سے محبت کرنے والا کیسے جہنم میں جائے گا۔

شہد کی مکھی ایک صاحب حیا کیڑا ہے اور شہد ایک باحیاء مکھی کا لعاب دہن ہے۔ یہ اپنا کام بے حیائی سے نہیں کرتی۔ سطاطالیس نے شہد بنانے کے عمل کو اپنی آنکھوں دیکھنے کے لئے ایک شیشے کا صندوق تیار کیا۔ تا کہ دیکھے۔ شہد کی مکھی شہد کیسے تیار کرتی ہے۔ وہ ان کے نظام کار کا معائنہ اور تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مکھیوں نے سب سے پہلے اندرونی حصہ پر موم کا

Marfat.com

لیپ کیا۔ یعنی موم کا پردہ کیا۔ اور جب تک انہیں پردہ پوشی کا مکمل یقین نہیں ہو گیا۔ انہوں نے اپنا عمل شروع ہی نہیں کیا۔

اگر شہد پیدا کرنے والی مکھی اتنی باحیا ہو سکتی ہے۔ تو قرآن پاک سے روحانی شفاء حاصل کرنے والا کیسے بے حیا اور بے غیرت ہو سکتا ہے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی رحمت رسول امین ﷺ سے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ ہم دور جہالت میں جھاڑ پھونک سے کام لیا کرتے تھے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل سکتے ہیں۔ تو ساری دنیا کے راہبر ﷺ نے کمال اور خوب جواب ارشاد فرمایا۔ کہ یہ بھی تو تقدیر الٰہی ہی کی صورتیں ہیں۔ جس طرح مریض کے لئے بعض اوقات دوا استعمال کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک سے بھی اپنی تکلیفوں، پریشانیوں، ذلتوں، رسوائیوں جیسی بیماریوں کا علاج کرانا ضروری ہے۔ اگر نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں کہ فلاں سورۃ پڑھنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ تو کیا ناداری، غربت اور افلاس کی بیماری کا علاج نہیں۔

قرآن پاک امراض جسمانی اور روحانی کے لئے پیغام شفا ہے۔ اخلاق رذیلہ کفر و شرک، حسد، بغض، عداوت، کینہ بلکہ تمام امراض...... کا علاج ہے۔

جس طرح شہد کے شفا ہوتے ہوئے بھی ہر بیماری میں شفا حاصل کرنے کے لئے طبیب سے پوچھنا ضروری ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے شفا یقینی ہوتے ہوئے بھی صاحب قرآن سے پوچھنا ضروری ہے۔

Marfat.com

طالب کو مطلوب سے ملانے والا پل

موت ایک پل ہے جو طالب کو مطلوب سے ملاتا ہے۔ اگر مطلوب کی طلب سچی ہو۔ تو پل پر چڑھنا انتہائی محبوب ہوتا ہے۔ اگر مطلوب سے چاہت کا صرف زبانی کلامی، اظہار ہو۔ اس پل پر چڑھنا آسان نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (جمعہ)

"تم فرماؤ اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں۔ تو مرنے کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے، ان عملوں کے سبب جو وہ کرتے رہے اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔ پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتا دیگا جو تم نے کیا تھا"۔

کفار کا دعویٰ تھا کہ

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ (المائدہ:8)

"کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس سے محبت کرنے والے ہیں" تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کی قلعی کھولتے ہوئے ایک واضح چیلنج کیا ہے۔ کہ تم اگر واقعی اس سے محبت کرنے میں سچے ہو تو محبت کی سیڑھی پر چڑھ جاؤ۔ ذرا آگے ہو کر دیکھو وہ محبوب سامنے کھڑا

Marfat.com

ہے۔لیکن ایسا نہ ہوا۔نہ ہوگا۔ظاہری گندگی کی بو زیادہ دور تک نہیں جاتی لیکن باطنی گندگی کی بو تو آسمانوں اور عرش تک جاتی ہے۔ جیسے ظاہری گندگی سے متاثرین ناک منہ چڑھاتے ہیں۔نفرت کا اظہار کرتے ہیں اسی طرح باطنی بدبو بھی جہاں تک پہنچتی ہے۔ وہاں وہاں تک سے نہ صرف نفرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ لعنتوں کی پھٹکار بھی برستی ہے۔

قرآنی علوم اس گندگی کو صاف کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔علوم قرآن نہ صرف اس شقاوت قلبی کو دھوتے ہیں۔ بلکہ پورے جہان دل کو معنبر و معطر کر دیتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ،حضور نبی اکرم ﷺ کے چچا تھے اور بہت پیارے چچا تھے وہ میدان جنگ میں زرہ پہنے بغیر ہی چلے جاتے، حالانکہ جوانی میں وہ زرہ بھی پہنتے تھے اور کئی لوگوں نے پوچھا! عظمت کے بادشاہ۔آپ جوان تھے۔تو اپنی جان کی حفاظت کرتے تھے۔اب آپ کیوں زرہ نہیں پہنتے۔تلوار کی آنکھ تو نہیں ہوتی کہ وہ بوڑھے اور جوان نیک اور بد، اپنے اور پرائے میں تمیز کر سکے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔نے فرمایا بات بوڑھے اور جوان کی نہیں۔ بات کچھ اور ہے اور وہ بات یہ ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ سے فیض حاصل کرنے سے پہلے میں موت کو موت ہی سمجھتا تھا۔اس لئے اس سے ڈرتا تھا۔اور زرہ بھی پہنتا، خود بھی۔اب میں موت کو موت نہیں حیات ابدی سمجھتا ہوں۔دنیوی زندگی، آخرت کی زندگی کے بدلے حقیر نظر آنے لگی ہے۔اب جب میں عالم غیب کا میدان دیکھتا ہوں تو حد نظر تک خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم نظر آتے ہیں میں حضور نبی کریم ﷺ کا شکر گزار ہوں۔جن کی وجہ سے عالم غیب کے اسرار نظر آنے لگے ہیں۔

جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہے ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ:195) یعنی اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں نہ ڈالو اور جو موت، شہادت کو اسرار غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتے ہیں۔ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

Marfat.com

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (آل عمران:133)

یعنی اپنے رب کی طرف سے رحمت و بخشش کے طلب اور حصول کے لئے جلدی کرو۔

مفہوم یہ ہوا کہ جو موت کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ان کے لئے موت خود نعمت کی طرف دعوت کا دروازہ ہے۔جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں۔ان کے لئے موت......ہی ہے۔اور جو موت کو یوسف کی طرح محبوب سمجھتا ہے۔وہ تو اس پر جان نچھاور کر دیتا ہے۔

موت ہر انسان کے ساتھ وہی سلوک کرتی ہے۔جسکی وہ موت سے توقع رکھتا ہے۔جو اس کو دوست سمجھتا ہے۔وہ اس سے دوستوں کا سا سلوک کرتی ہے۔اور جو اس کو دشمن سمجھتے ہیں۔ان کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عزرائیل علیہ السلام کو یہ کہہ کر واپس کر دینا کہ ہم موت نہیں چاہتے دوستی ہی کی بات ہے۔ناں اور اگر یہ وصال ہے۔تو آؤ جلدی لے چلو۔

موت کی مثال آئینے کی سی ہے۔اگر خود حسین وجمیل ہے۔تو آئینہ بھی اس کے لئے حسین ہے۔اور اگر بدصورت نے آئینے کو دیکھ کر آئینے پر تھوک دیا تھا۔تو آئینے نے اس سے ٹھیک کہا تھا میرا کیا قصور ہے۔یہ بھدا پن تو تیرے اپنے اندر ہے۔

جو شخص موت سے ڈرتا ہے دراصل وہ اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔اور اگر موت کو دیکھ کر

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

(میں تمہیں مرد مومن کی نشانی بتاتا ہوں کہ جب اس کی موت آتی ہے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھر جاتی ہیں)

والی بات ہو جائے تو یوں ہی سمجھ لو۔کہ دوستوں کو دیکھ کر چہرے تبسم آشنا ہو ہی جاتے ہیں۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی دکان پر بیٹھے ہیں۔مریضوں اور گاہکوں میں مصروف ہیں۔ایک فقیر آیا۔گداگر نہیں۔فقیر اس نے صدا دی۔بابا کچھ اللہ کی راہ میں دو۔حکیم صاحب نے سنی ان سنی کر دی۔فقیر نے پھر صدا دی۔حکیم صاحب نے کہا۔بابا

Marfat.com

معاف کرو۔ فقیر نے کہا۔ بابا شکر کرو۔ میں تمہارے دروازے پر آیا ہوں۔ اور تجھے سخی بنانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نہ ہوتا تو سخی نہیں بن سکتا تھا۔ اگر کچھ ہے تو دے دو۔ اور سخی نام لکھاؤ۔ اگر نہیں۔ تو اٹھو۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ دونوں مل کر کسی کو سخی بناتے ہیں۔ حکیم صاحب ضد میں آ گئے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ نہیں دیتا۔ فقیر نے کہا۔ موت یاد ہے۔ کہ نہیں۔ مرنا ہے یا نہیں۔ جواب ملا سب نے مرنا ہے۔ میں نے کوئی انوکھا مرنا ہے۔ جا جا اپنا کام کر۔ فقیر نے کہا۔ موت کو آنا ہے اور ہر ایک کے پاس آنا ہے۔ لیکن اس موت کے آنے میں بڑا فرق ہے۔ پولیس کسی کو گرفتار کرنے کے لئے آتی ہے۔ اور کسی کے گھر سلامی دینے کے لئے آتی ہے۔ موت بھی کسی کو شکنجے میں جکڑنے کے لئے آتی ہے۔ کسی کو سلام کرنے آتی ہے۔ مرنا ہے تو ایسے مر۔ جیسے اللہ والے مرتے ہیں کہ موت ان کو آ کر سلام کرتی ہے۔ اور حکم کی منتظر رہتی ہے۔ حکیم صاحب نے کہا جا بابا۔ باتیں نہ بنا۔ دیکھے ہیں ہم نے بھی اللہ والے مرتے ہوئے۔ کوئی فرق نہیں۔ سب ڈھونگ ہے۔ ڈھونگ۔ فقیر نے کہا۔ ڈھونگ نہیں حقیقت ہے حقیقت آ دیکھ اللہ والے کیسے مرتے ہیں۔

فقیر نے چادر اوڑھی اور لیٹ گیا۔ حکیم اس انتظار میں ہے۔ کہ ابھی اٹھتا ہے۔ ابھی اٹھتا ہے۔ جب کافی دیر گزر گئی۔ تو اس ڈھونگ سے پردہ اٹھانے کے لئے اٹھے۔ چہرے سے پردہ اٹھایا۔ دیکھا تو معلوم ہوا۔ ڈھونگ نہیں واقعۃً حقیقت ہے۔

پھر احساس ہوا۔ کہ اچھا۔ یوں بھی لوگ مرتے ہیں۔ مرتے ہیں تو ایسے ہی کہہ دیا۔ حکیم صاحب کو کہنا چاہئے تھا اچھا لوگ یوں بھی جیتے ہیں۔

سلام اس سخی پر جس نے اپنی امت کے لئے مرنا بھی جینا بنا دیا۔ زرہ اور خود سے بے نیاز کر دیا۔

انسانیت کے تڑپتے لاشے کو پھر سے جینے کا ذوق بخشا

اور جینا ایسا کے بعد مُردن بھی جینے ہی کی پڑی ہوتی ہے

Marfat.com

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ

موسم بہار ہے۔ صحن چمن میں ہر طرف حسین وجمیل پھولوں سے کیاریاں بھری ہوئی ہیں۔ اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پھول بکھرے ہوئے ہیں۔ میری چھوٹی گڑیا میرے ساتھ ہے، وہ ان پھولوں سے اٹھکیلیاں کرتی، پھدکتی، پھرتی تتلی سے دل بہلانے لگی۔ اسے اس چمن میں اپنی دلچسپی کی صرف وہی چیز نظر آتی۔ میرے دوست، ان پھولوں کی بہار میں کھو گئے ہیں۔ کوئی پھولوں کی پتیوں کی نزاکت سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ کوئی ان کی مہک میں کھو گیا۔ اور میں ان کے رنگوں کی دنیا سے مسحور سا ہو گیا۔ ایک صاحب کے دیکھنے کی کیفیت ہم سے مختلف تھی۔ انہوں نے پھولوں بھری کیاریوں کے تھالے بھی دیکھے۔ ان کی مہک سے بھی متاثر ہوئے۔ ان کی نزاکت بھی دل موہ لینے والی تھی۔ ان کے رنگوں کی بھی کیا بات تھی۔ لیکن وہ اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ ان پھولوں میں رنگ بھرنے والے کو بھی دیکھ رہے تھے۔ جو ہیں کہیں آس پاس ہی چھپا تھا۔

وہ رنگ بھرنے والا۔ نہ گڑیا دیکھ سکی۔ نہ میرے دوست دیکھ سکے اور نہ میں دیکھ سکا۔ رنگ بھرنے والے کو دیکھنے والے سے ہم نے کہا۔ ہمیں تو نظر نہیں آتا۔ کہنے لگے۔ نظر نہ آنا۔ اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ میرا خیال ہے۔ تمہاری نظر کمزور ہے۔ ہمارے محلے میں ایک ماہر کاریگر رہتے ہیں۔ وہ تمہاری آنکھوں کا معائنہ کر کے بتا سکتے ہیں۔ کہ تمہیں کس قسم کی عینک کی ضرورت ہے۔ نزدیک کی یا دور کی۔ ہر وہ قسم کی نظر کی کمزوری کا علاج بھی کرتے ہیں۔ اگر بینائی درست ہو جائے۔ تو صرف ایک پھول ہی نہیں بلکہ اینما تولوا فثم وجه الله یعنی تم جدھر دیکھو گے۔ اسی کا جلوہ نظر آئے گا۔

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے تے چانن دیوے نوروں
محبوباں نوں ویکھی جاواں کیا نیڑے کیا دوروں

ویسے بھی آنکھ صرف ایک دیکھنے کا آلہ ہے۔ اس کا مقصد صرف دیکھنا ہے اور اگر یہ

Marfat.com

مقصد بغیر آنکھ کے حاصل ہو جائے۔ تو آنکھ نہ ہونے کا کوئی شکوہ نہ کرے۔

مجھے احساس ہوا۔ پوری زندگی، ہم نے ان آنکھوں سے کیا دیکھا۔ چالیس پچاس سالہ زندگی بیکار گئی۔ نہ مالک کو دیکھا۔ نہ اس کو پہچانا تو کیا دیکھا۔ اور کیا پہچانا۔ ہم سے وہ اندھا اچھا ہوا۔ جو آنکھیں نہ رکھتا تھا۔ لیکن دیکھتا تھا۔ سولہ سال کے بعد ملے۔ صرف مصافحہ کیا۔ بات نہیں ہوئی۔ آواز کا تبادلہ نہیں ہوا۔ کہنے لگے۔ ادئے چشتی! مریں کتھے مرکھپ گیا سیں؟ مجھے ان کی بینائی پر رشک آنے لگا۔ اور ان کو اندھا سمجھتے رہنے پر ندامت ہونے لگی۔ اندھا یہ تو نہیں۔ اندھا تو میں ہوں۔

پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک بزرگ حضرت دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ میں نے سات شمعیں جلتی دیکھیں۔ اور حیران ہو گیا۔ اللہ کی قدرت پر قربان جاؤں کہ ہر شمع انسانی شکل اختیار کرتی جاتی ہے۔ پھر ہر شمع ایک تن آور درخت بنتا جا رہا ہے۔ اس کے پتے اتنے گھنے کہ شاخیں چھپ گئیں۔ کبھی وہ پھلوں سے اتنا لد جاتا ہے۔ کہ پتے اور شاخیں نظر نہیں آتیں۔ جب کوئی پھل پک کر پھٹتا۔ تو اس کے اندر سے نور کے کوندے پھوٹتے۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ دیکھی۔ کہ وہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہیں یہ درخت ہی نظر نہیں آ رہے وہ سخت اور چلچلاتی دھوپ میں جھلس رہے تھے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر مہریں لگا دی تھیں۔

ہاں آنکھوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہریں نہ لگی ہوں تو حکم خداوندی ہے کہ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ (الملک) تو تم آسمان کی طرف دیکھو۔ تمہیں کوئی نقص نظر آتا ہے۔ اچھا ایک بار پھر نظر اٹھا کر دیکھو۔ تری آنکھ تھک ہار کر درماندہ ہو کر واپس لوٹ آئے گی۔

اس آسمان کو دیکھنے پھر اس تخلیق میں نقص کی تلاش میں مایوسی وندامت کے ساتھ اصل دیکھنا مقصود تو وہ ہے۔ جو اس میں نقص تلاش کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ پھر ناکام واپس لوٹ آنے کا اعلان کر رہا ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں۔

Marfat.com

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

میرے ایک مہربان ہیں۔ جنہیں دس بارہ سال کی عمر ہی میں ہر چیز اور ہر طرف ''اللہ'' لکھا ہوا نظر آنے لگا۔ ایک دن ان کے والد صاحب نے کہا۔ افتخار! چولہے میں آگ جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹ دو۔ وہ کلہاڑا پکڑ کر لکڑی پر مارنے لگے۔ تو ہاتھ جہاں تھا۔ وہیں رہ گیا۔ لکڑی پر کلہاڑا نہ مار سکے۔ باپ نے کہا۔ لکڑی کیوں نہیں کاٹتا۔ کہنے لگے۔ ابا جی۔ اس پر تو اللہ لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے دیکھا کر کہا۔ دکھا کہاں لکھا ہے؟ دیکھنے والے نے لا کھ دکھایا۔ یہ دیکھیں یہ الف ہے۔ یہ لام ہے یہ دوسری لام ہے۔ اور یہ ھا ہے۔ لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ چونکہ عالم دین تھے۔ بات سمجھ گئے اور کہنے لگے۔ ہم تو اور لائن کے لوگ ہیں۔ تم ہمارے گھر میں کیسے پیدا ہو گئے۔ پھر وہ انہیں راولپنڈی میں ایک چشتی بابا کے پاس لے گئے۔ کہ جناب یہ چیز ہمارے گھر آ گئی ہے۔ آپ کی امانت آپ کے سپرد۔

وہ اب بھی اسی سحر میں گم رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ افتخار صاحب! اگر صرف نام دیکھنے میں اتنی لذت ہے۔ اگر نام والا پردہ نشیں۔ کبھی خلوت سے جلوت میں۔ کبھی حقیقت سے لباس مجاز میں آ جائے۔ تو کیا ہو۔

میرے دوست، کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ۔ فضا دیکھ بینائی درست ہونی چاہئے۔ پھر یار کا جلوہ بہر گام موجود ہے۔

اے نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت، نور العرفان اور نور معرفت کی خیرات بانٹنے والے، کریم۔ کرم فرما تیرے کرم کا یہ کمال بھی تو ہے کہ تو پتھر کو بھی وہ آنکھ عطا فرما دیتا ہے۔ جو تیرے محبوب کو پہچان لے۔ تو درختوں کو، کنکروں کو، سمندروں کو، استن حنانہ کو، دراز گوش کو، قصوی اونٹنی کو، آنکھیں عطا فرمانے والا ہے۔ مجھے بھی وہ آنکھ دے دے کہ۔

میں جب دیکھوں جدھر دیکھوں جسے دیکھوں تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

Marfat.com

اجالا

خشکی پر ہزار رنگ سہی لیکن مچھلی کو نہیں بھاتے، اگر کوئی مچھلی سے کہے۔ کہ تو پانی سے ایک دن ٹھہر کر مل لیا کر اور کبھی کبھی خشکی کی حسین وادیوں کی سیر بھی کر لیا کر وہ کہے گی۔ میں ان حسین زنجیروں کو جانتی ہوں۔ میں اپنے محبوب سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ میرا اس کی رعنائیوں سے ہی ابھی جی نہیں بھرا۔ تو شمع کی طرح دوستی میں بھی مکار ہے۔ کہ وہ پروانے کو بلاتی ہے۔ اپنے قریب لاتی ہے اور جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ میری موت کی چھری تیرے میٹھے بول میں پوشیدہ ہے۔ محبوب سے جدا ہو کر حسین نظاروں میں کھونا، دراصل تیری چھری کی تیز دھار کے نیچے آنا ہے۔ چل پیچھے ہٹ یہ جال کسی اور پر پھینک۔ تو مجھے بھون بھان کر اپنے پیٹ کے جہنم کی آگ بجھانا چاہتا ہے۔ تری ساری عمر خشکی پر گزری ہے۔ تو آب حیات کی لذت کیا جانے۔

پانی کو دیکھ کر میری وہی حالت ہو جاتی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہوئی تھی۔ سکون مل گیا۔ رات کی نیند، دن کا چین، آنکھوں کا نور کیا ملا۔ آنکھوں کی بینائی بھی مل گئی۔

بادام کے چھلکے جلنے لگے۔ تو کہنے لگے۔ اتنے مہنگے داموں خرید کر بھی ہمیں جلا رہے ہو۔ میں نے کہا۔ تمہاری ساری قیمت، تمہاری اصل "مغز" کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے تھی۔ اور تمہاری ساری ذلت اس دوری کی وجہ سے ہے۔ محبوب سے جدا ہونے کی سزا، جلنا ہی ہوتی ہے۔

سن! سورج جو ساری دنیا کو چمکا رہا ہے۔ اگر اپنے "مرکز" سے ذرا بھی ہٹ جائے، تو ساری دنیا کو جلا کر راکھ بنا دے۔ مرکز سے دوری اسے اتنا جلا کر رکھ دے گی۔ کہ اس کی جلن سے ساری کائنات ہی جل کر خاک سیاہ ہو جائے۔

نقش، اپنے نقاش سے جدا نہیں ہو سکتا۔ نقش کا ایک ایک خدوخال اور اس کا ایک ایک خط، نقاش کے برش کے ایک ایک بال کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ یہی

Marfat.com

وجہ ہے کہ دیکھنے والا نقش کو جس انداز سے دیکھے گا۔ وہ نقاش کی ہی تعریف کرے گا۔ ناظر اگر کنجوس نہ ہو تو بے ساختہ پکار اٹھے گا۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (آل عمران) اے ان تمام نقوش میں رنگ بھرنے والے تیرے قربان جائیں۔ تیری تخلیق میں سے تو کوئی ادنیٰ شئے بھی بیکار نہیں ہے۔ تو پاک ہے۔ ہمیں اپنی دوری کے عذاب سے بچالے۔

اگر نقش اپنی صورت خود آپ ہی بگاڑ لے۔ تو نہ جانے کتنے عذاب آندھی کے بگولوں کی صورت اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

لوگوں کی عدم توجہ، تنہائی، بے کسی، ردی کی ٹوکری، کباڑ خانہ، پھر چولہے کی آگ، راکھ کا ڈھیر، یہ سارے عذاب محبوب سے تعلق منقطع ہونے کی سزائیں ہیں۔

اپنے آپ کو محبوب سے جدائی کے زکام سے بچا۔ جو اغیار سے خلط ملط ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ محبوب کی بو سونگھ غیروں کی طرف سے اٹھنے والی پلوشن سے بچ۔

ریڈیو اسٹیشن تو سینکڑوں ہیں۔ لیکن اپنا ریڈیو وہی آواز پکڑتا ہے۔ جس کی ہمیں خواہش ہے۔ اور جس سے ہمارے دل کی وابستگی ہے۔

صبح کا بھولا۔ شام کو گھر لوٹ آئے۔ تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔ اپنے گھر واپس آ تجھے کچھ نہیں کہا جائیگا۔ وہ اربوں کھربوں ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے۔ یہ راز سب کو بتا دو۔

ایک قافلہ ایک سرائے میں آ کر ٹھہرا۔ قافلہ والوں نے سوچا رات یہیں گزارتے ہیں۔ اندر سے آواز آئی۔ سامان باہر رکھ دو۔ اور خود اندر آ جاؤ۔ کہ یہاں سامان کی جگہ نہیں، صاف ظاہر ہے۔ جس جس کو سامان پیارا تھا۔ وہ اندر نہ جا سکا اسے باہر ہی سردی سے ٹھٹھرتے رات گزارنا پڑی۔

گھر لوٹ کے آنے والے۔ اغیار سے لوٹا ہوا مال گھر سے باہر ہی رکھ دے۔ کہ اس گھر میں تیرے اپنے گھر میں تیرے مالک کے گھر میں سامان کی کوئی کمی نہیں۔ وہ ساری کائنات کا بادشاہ ہے۔

Marfat.com

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

ایاز غلام تھا، سلطان محمود غزنوی کا، خداداد صلاحیتوں سے، طالب سے مطلوب۔ عاشق سے معشوق، محبت سے محبوب بن گیا۔ عقل مند تھا۔ دورِ غلامی کی پوستین اور جوتیاں ایک کمرے میں اس نے محفوظ رکھیں۔ ہر روز اس کمرے میں جاتا۔ ان کو پہنتا تاکہ موجودہ عروج پر مغرور نہ ہو جائے۔ حاسد وزیروں نے شاہ سے شکایت کی۔ "اس نے حجرے میں ناجائز دولت، جمع کر رکھی ہے۔ تالے میں بند رکھتا ہے۔ چابی اپنے پاس رکھتا ہے۔ کسی کو اس کمرے میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔

بادشاہ کو تعجب ہوا۔ ہم سے چھپا کر دولت کیوں جمع کی۔ شاہ نے وزیروں سے کہا۔ تالا توڑ دو۔ اندر گھس جاؤ۔ جو ملے وہ تمہارا۔ وہ غلامی کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم سے مال چھپا کر رکھتا ہے۔ جو عشق کا دعویٰ کرے۔ اس کا محبوب کے علاوہ کسی اور چیز کی تمنا کرنا کفر ہے۔

وزیر بڑے خوش ہوئے۔ خزانہ ہاتھ آئے گا۔ وہ شاہ کا خزانچی ہے۔ مال خوب ہاتھ لگے گا۔ اس نے ہر قیمتی چیز اس میں چھپا کر رکھی ہوگی۔

شاہ کو ایاز سے بدگمانی نہیں تھی۔ وہ تو شک کرنے والوں کو آزمانا چاہتا تھا۔ وہ ایاز کو اس تہمت سے پاک سمجھتا تھا۔ لیکن شاہ کا دل لرز بھی رہا تھا۔ کہ اگر یہ تہمت صحیح ثابت ہوئی۔ تو ایاز کو دکھ ہوگا۔ کیونکہ خزانے کا کیا ہے۔ میرے پاس ہو یا اس کے پاس ہو۔ ایک ہی بات ہے۔ پھر کہتا اور دل ہی دل میں کہتا۔ ایاز سے ایسا فعل ناممکن ہے۔ بعید ہے۔

بدگمان انسان، اپنے اعمال نامے کو دوسرے کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ ایاز کی شکایت کرنے والے خود مکار تھے۔ وہ ایاز کو بھی مکار ہی سمجھتے تھے۔ اگر کسی کا اپنا قد ٹیڑھا ہو۔ تو اس کا سایہ بھی تو ٹیڑھا ہی ہوگا۔ شاہ کو اس کی پاکیزگی کا پورا یقین تھا۔ اسی لئے اس نے حاسدوں کو رات کی تاریکی میں حجرہ کھولنے کی اجازت دے دی۔ البتہ شاہ کو اس کی

Marfat.com

پریشانی ضرور تھی۔ کہ اگر ایاز کو اس بات کا احساس ہو گیا۔ کہ میں نے اس کے متعلق بدگمانی کی ہے۔ اور اس کے حجرے کی تلاشی کا حکم دیا ہے۔ تو اسے کس قدر رنج ہو گا۔ لیکن وہ اپنے دل میں یہ بھی سمجھتا تھا۔ کہ ایاز بدگمان نہیں ہو گا۔ وہ یہی سمجھے گا۔ کہ دشمنوں پر حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ حکم دیا گیا ہو گا۔ ’کوئی مصیبت زدہ انسان جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر ترجیح نکال لیتا ہے۔ تو وہ کبھی رنج و غم میں شکست خوردہ نہیں ہو گا‘‘ بادشاہ نے سوچا۔ کہ ایاز اپنے خلوص کی وجہ سے اس واقعہ کی کوئی بہتر ہی توجیح نکال لے گا۔ میں اگر آزمائش کی سو تلوار بھی اس پر ماروں گا۔ تو اس خلوص کا مجھ سے تعلق پھر بھی کم نہ ہو گا۔ کہ میرا اسے تلوار مارنا اپنے آپ کو ہی تلوار مارنا ہے۔

کسی معشوق نے عاشق سے پوچھا۔ تجھے مجھ سے زیادہ محبت ہے یا اپنے آپ سے۔ اس نے کہا میں تو تیری صفات میں گم ہو چکا ہوں۔ اب میں تیرے علم سے عالم، تیری قدرت سے میں قادر، تیرے حسن سے میں حسین، اب اگر میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ تو تجھے رکھتا ہوں۔ اور اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے ہی دوست رکھتا ہوں۔ اب دوئی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

ایاز نے حجرے پر بہت سخت تالا لگا رکھا تھا۔ باشعور لوگ، اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ اور بے وقوفوں کے نزدیک ’’مال و دولت‘‘ جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ حاسدوں نے تالا توڑ دیا۔ وہاں بوسیدہ پوستین اور ٹوٹے ہوئے جوتے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ ہاں۔ ان کے لئے ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ جبکہ ایاز کی وہ ساری کائنات تھی۔ یہی وہ لباس تھا۔ جس نے اسے شاہ کے دربار تک رسائی عطا کی تھی۔ مبارک ہے وہ بیماری جس کی وجہ سے شاہ گھر میں آئے اور مبارک ہے وہ درد جو آدھی رات کو آ کر اٹھا دیتا ہے۔

حاسدوں نے پوستیں اور جوتے کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور خزانے کی تلاش میں فرش کھودنا شروع کر دیا۔ اور دیواروں میں سوراخ کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن وہاں بھی انہیں

Marfat.com

کچھ نہ ملا۔ اب پشیمان ہوئے۔ اپنی خطا چھپا نہیں سکتے تھے اور فرش میں جا بجا گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ اور دیواروں پر سوراخ کر چکے تھے۔ وہ شرمساری سے سر جھکائے ہوئے۔ خالی ہاتھ یوں واپس لوٹ رہے تھے۔ جیسے قیامت کے روز کفار شرمسار ہوں گے۔

شاہ نے قصداً ان سے پوچھا تمہاری جیبیں اور گٹھڑیاں خالی کیوں ہیں؟ تمہارے چہرے بتا رہے ہیں کہ ناکام لوٹے ہو۔ اعمال کے اثرات ایسے ہی چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ بادشاہ سلامت! ہم سب قتل کئے جانے کے قابل ہیں۔ شاہ نے کہا۔ اس معاملے میں سزا یا عطا میرا کام نہیں۔ یہ ایاز کا کام ہے۔ شاہ نے ان حاسدوں کو ایاز کے حوالے کر دیا۔ کہ ظلم یا زیادتی ایاز کے جسم و آبرو پر ہوئی ہے۔

شاہ نے کہا۔ ایاز! اب یہ تیرا معاملہ ہے۔ معاف کر یا سزا دے۔ ایاز نے کہا۔ میرے آقا۔ میرا تو ہر مرتبہ اور ہر عطاء آپ ہی کی دین ہے۔ ورنہ میری حقیقت وہی پھٹی آستین اور ٹوٹا ہوا جوتا ہے۔

شاہ نے کہا۔ یہ چغل خور، قتل کے مستحق ہیں۔ لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔ مجرموں کے بارے میں جلد فیصلہ کر دے کہ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔ ایاز نے پھر عذر کیا۔ مجرموں کا فیصلہ کرنا۔ شاہ کا کام ہے۔ میرے بارے میں ان لوگوں نے دریا میں سے خشک ڈھیلا تلاش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

پھر شاہ نے وہ کام کیا۔ جو شاہوں کی شان ہوتی ہے۔ فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ ہر خطا کار۔ شاہ کے حلم ہی کے سہارے خطا کرتا ہے

میرے جرم روز افزوں
تیرا کرم روز افزوں
میری لاج رکھنے والے
تری بندہ پروری ہے

Marfat.com

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾

''اس نے دوسمندروں (دو دریاؤں) کو ایک ساتھ چلا دیا۔ کہ باہم آپس میں مل جائیں، پھر ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ جو ان دونوں کو حد سے تجاوز نہیں ہونے دیتا''۔

بدبخت اور سنگدل کی تعریف سے عرش الٰہی بھی کانپ اٹھتا ہے۔ اسی ماحول میں رہنے والا۔ کوئی بندہ خدا۔ نظر آئے تو تعریف کر۔ پھر دیکھ۔ رحمت الٰہی کیسے جھوم جھوم آتی ہے۔ ایک ہی جگہ، ایک ہی ماحول میں دونوں دریا جاری ہیں۔ کھاری بھی۔ میٹھا بھی، دونوں کو پانی کی شکل دیکھ کر۔ ایک ہی جیسا خیال نہ کر۔ دونوں میں قدرت نے ایک پردہ حائل کر رکھا ہے۔ جو ان کو باہم خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ صرف قوت ذائقہ کی سلامتی والا ہی فرق محسوس کر سکتا ہے۔ جو خود بدذائقہ ہو۔ وہ فرق محسوس نہیں کر سکتا اس کی نظر میں دونوں ایک سے ہی ہیں۔

چمن میں دو قسم کے بھڑ دیکھے گئے۔ نکھرتے پھولوں کے چہرے چومتے ہوئے۔ دونوں کا جی نہیں بھرتا تھا۔ کبھی اس پھول کی پنکھڑی پر۔ اور کبھی اس پھول کے غالے پر شام کو ایک نے صرف زہر میں بسا ہوا ڈنگ دیا۔ دوسرے نے شہد فرق صاف ظاہر ہے۔

دو نرسلوں اور سرکنڈوں نے ایک ہی جگہ سے پانی پیا۔ کونپلیں نکالیں۔ بڑھے، پھولے، جوان ہوئے۔ ایک صرف خالی سرکنڈا، خشک اور بے ذائقہ ہی رہا۔ دوسرا میٹھا شیریں گنا بن گیا ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران: 191)

جادوگروں کی لاٹھیاں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔ دونوں ایک جیسی تھیں۔ ان میں ستر ہزار سال کی مسافت سے بھی زیادہ کا فرق ہے۔ ایک کا کام اور۔ اور ایک کا اور ایک کے پیچھے اللہ کی رحمت۔ دوسروں کے پیچھے لعنت و پھٹکار۔ میدان میں ایک کی قسمت

Marfat.com

میں ہڈیاں، ندامت، ذلت، شکستگی، دوسری کی قسمت میں کامیابی و کامرانی، عظمت رفعت اور خالق کی ذات تک رہنمائی کا عمل محبت۔

کچھ آنسو، اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ جبرئیل خود آگے بڑھ کر انہیں اٹھالیں اور تبرکاً اپنے جسم پر مل لیں۔ کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار جاتا ہے۔ کتنا مبارک ہے وہ درد، جس کی وجہ سے محبوب خود دروازے پر آ کر دستک دے۔ اور خیر خبر پوچھے۔ کیا ہر درد ایسا ہو سکتا ہے۔ کیا ہر درد والے کا درد دوسروں کو دردمند بنا سکتا ہے۔ ہر فریادی کی بات نہیں سنی جاتی۔ اور نہ ہر فریادی کی فریاد رد کی جا سکتی ہے۔

ہر مستی محمود نہیں ہوتی۔ کچھ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں۔ جو اپنے منہ پر مہر سکوت لگا لیتے ہیں۔ کہ کسی کو راز کی خبر نہ ہو۔ لیکن نظر رکھنے والے۔ بدمست کی مستی اور عشق و محبت کی مستی کا فرق ان کی آنکھوں کی مستی سے لگا لیتے ہیں۔ تو بھی اپنے اندر، امتیاز کی صلاحیت پیدا کر، شیر اور شیر کو ایک سا نہ سمجھ۔ الفاظ ایک سے ہیں۔ ایک درندہ ہے۔ اور پرندہ کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ اور دوسرے کو انسان مزہ لے لے کر پی جاتے ہیں۔ جس نے نمک کا مزہ نہیں چکھا۔ وہ پھٹکڑی اور نمک میں تمیز نہیں کر سکتا۔ شہد اور موم کا فرق بھی وہی کر سکتا ہے۔ جو شہد کا ذائقہ چکھ چکا ہو۔

کھرا سونا اور کھوٹا سونا۔ بغیر کسوٹی کے کیسے پرکھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے دل میں ایمان کی کسوٹی رکھ دیتا ہے۔ وہ یقیناً یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے۔ منہ میں تنکے کی موجودگی کا احساس زندہ کو ہوتا ہے مردہ کو نہیں۔ مردہ کے منہ میں ہزار تنکا ڈال دو اور زندہ جب تک ایک موجود تنکے کو بھی باہر نہیں نکال لیتا۔ اسے چین حاصل نہیں ہوتا۔ مردہ نہ بن۔ احساس زندگی بیدار کر۔ دنیا کے سمندر میں ایک ساتھ بہنے والے دو مختلف ذائقے والے پانی، ایک ساتھ ہمسفر رہنے والے پانی۔ جن کو قدرت باہم خلط ملط نہیں ہونے دیتی۔ ان کو ایک نہ سمجھ۔ نہ وہ ایک ہیں۔ نہ ایک جیسے ہیں۔

ایک تھی طوطی، بہت باتیں کرنے والی۔ بہت باتیں کرنا، عقل مندی کی نشانی تو نہیں

Marfat.com

ہے۔ خالی برتن، زیادہ شور کرتا ہے۔ ایک عطار کی دکان پر اس کی موجودگی، لوگوں کو بہت بھاتی۔ عطار کی دکان، صرف ایک طوطی کی باتیں سننے والوں کا رش ہونے کی وجہ سے بہت چلتی۔ نہ بولنے والے بھی بولنے لگیں۔ تو اچھے لگتے ہیں۔ اور صرف باتوں سے دل بہلانے والے تو تماش بین ہی ہوتے ہیں۔

ایک دن عطار، کسی کام سے گھر گیا۔ پیچھے ایک حادثہ ہو گیا۔ ایک بلی۔ ایک چوہے کے پیچھے دوڑی۔ طوطی نے یہ خوفناک جنگ دیکھی تو گھبرا گئی۔ محبتیں بانٹنے والوں کو۔ جنگ ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ گھبرا کر اچھلی کودی۔ کئی بوتلیں اور شیشیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ کہ گھبراہٹ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

عطار دکان پر واپس پہنچا۔ دکان کی حالت دیکھی تو دل پکڑ کر رہ گیا۔ طوطی کو پکڑا مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اس مار دھاڑ میں اس کے سر کی کھوپڑی سے کھال اتر گئی۔ اب اس کے سر میں اور تھال کے پاتال میں کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔

طوطی اپنی حالت دیکھ کر بہت دل برداشتہ ہوئی۔ البتہ صبر کی ایک بھاری سی سل اپنی زبان پر رکھ لی۔ اور خاموش ہو گئی۔ دراصل یہ خاموشی اس کا ایک خاموش احتجاج تھا۔ کہ خاموشی آں معنی دارد۔ کہ در گفتن نمی آئید کہ خاموشی اپنے اندر اتنے معنی اور مفہوم رکھتی ہے۔ کہ وہ کہنے میں آ ہی نہیں سکتے۔

عطار کو طوطی کی خاموشی سے بڑا دکھ ہوا۔ اپنے کئے پر بڑا نادم ہوا۔ اب طوطی کو منانے اور دوبارہ بولنے پر آمادہ کرنے کے لئے۔ اپنے ذہن کی ساری گتھیاں سلجھا ڈالیں۔ منت سماجت کی۔ پیار کیا۔ خوبصورت مالا لا کر دی چوریاں ڈالیں۔ لیکن سب بے سود۔ طوطی کو نہ بولنا تھا اور نہ بولی۔

عطار اپنے آپ کو کوستا ہائے اس وقت میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹے۔ جب میں شیشوں کو ٹوٹنے پر اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ فقیروں کو خیرات بانٹتا۔ بچوں میں شیرینیاں بانٹیں۔ کہ طوطی دوبارہ بولنے لگے۔ اس کا یہ سارا دکھ۔ کرب اور جتن طوطی کے دکھ۔ درد اور کرب کی وجہ سے

Marfat.com

نہ تھا۔ بلکہ اپنی دکان اپنے مفاد۔ اپنی ضرورت، اپنی ہوس زر کی پرورش تھی۔ اس نے اپنی دمڑی کے لئے ہی تو طوطی کی چمڑی اتاری تھی۔ اس کے طیش میں بھی اپنا مفاد پوشیدہ تھا۔ اس کے عیش میں بھی اپنا ہی مفاد موجود تھا۔ شائد خلوص نیت سے صرف طوطی کی تکلیف کو محسوس کر کے اشک ندامت بہاتا۔ تو اس کی ساری محرومی و مایوسی کے سارے داغ دھل جاتے۔ صرف اپنے نفع حاصل کرنے کے لئے اندھا نہ بن۔ کہ اندھے دید کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ عطار بھی اس اندھے کی طرح محروم ہی رہا۔

دن گزرتے رہے۔ عطار اپنے دکھ میں طوطی اپنے غصے میں اور گاہک میٹھی میٹھی باتوں سے محرومی میں پھنسے ہوئے تھے۔ کہ ایک دن اچانک ایک فقیر ہاتھ میں کشکول لئے۔ ادھر آنکلا اس کا سر طشت کی پشت کی طرح بالکل صاف تھا۔ طوطی نے دیکھا۔ اور بڑے عقلمندوں کی طرح سوچ کر بول اٹھی اور فقیر سے پوچھا۔ تو نے بھی کسی کا تیل گرایا تھا؟

طوطی کے اس قیاس سے پاس کھڑے لوگ سب ہنس پڑے۔ کہ اس نے فقیر، گدڑی پوش کو بھی اپنے جیسا ہی سمجھا۔ سارا عالم، اسی غلط فہمی سے تو گمراہ ہوا۔ بدبختوں اور بدنصیبوں کے پاس دیکھنے والی آنکھ ہی نہ تھی۔ انہوں نے نبیوں، ولیوں کو بھی اپنے جیسا ہی سمجھا۔ اور برابری کا دعویٰ کر بیٹھے۔ ہماری طرح کھاتے ہیں پیتے ہیں، سوتے ہیں، جاگتے ہیں اپنے اندھے پن سے طوطی کی طرح مرج البحرین کے درمیان **بینهما** برزخ کا پردہ نہ دیکھ سکے۔ قانون فطرت نے **لایبغین** کا فیصلہ دے دیا ہوا ہے۔ وہ ان کے ساتھ گھل مل نہیں سکتے۔ یہ کھاتے ہیں تو کینہ، حسد اور بغض پیدا ہو۔ وہ کھائے تو محبتوں کے زمزمے بہائے۔

بظاہر م واؤ، ن میں کوئی عظمت نہیں اور نہ م، ن، الف، ف اور ق میں ذلالت ہے۔ لیکن اگر مومن کو مومن کہیں تو اس کی روح خوشی سے جھوم جاتی ہے۔ اور اگر منافق کو منافق کہیں تو وہ آگ سے بھر جاتا ہے۔ منافق کا لفظ اگر دوزخ کی آگ سے نہیں بنا۔ تو اس میں جہنم کا ذائقہ کیوں ہے۔ یہ فتویٰ اپنے دل سے پوچھ۔ دل کے شعور کی آنکھ بیدار ہو۔ تو اس کا فتویٰ کبھی غلط نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اگر بندر، انسانوں جیسی حرکتیں کرنے لگے۔ تو کیا وہ انسان بن جائے گا۔ ہاں اگر انسان، بندروں جیسی حرکتیں کرنے لگے۔ تو وہ انسان نہیں رہتا۔ اور بندر بھی نہ بن سکا۔ یوں وہ بندروں سے بھی بدتر ہو گیا۔ کہ بندر، بندر ہو کر اشرف المخلوقات جیسی حرکتیں اور انسان۔ انسان ہو کر قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ ہونے لگے۔ تف ہزار بار تف۔ باز چوہے کا شکار کرے تو ذلیل ہو جاتا ہے۔ وہ شیر جو مردہ گدھے کا شکار کرے۔ وہ کتا ہے اور اگر کتا چیتے کا شکار کرے تو شیر ہے۔

جیسے دشمن کے قبضے سے چھڑانے کے لئے قلعہ کو توڑنا پھوڑنا پڑتا ہے۔ پھر دوبارہ نئے سرے سے اس کی فصیلیں تعمیر کرنا پڑتی ہیں۔ اسی طرح نفس کو بھی شیطان سے چھڑانے کے لئے مجاہدات کے ہتھوڑوں کی ضربوں سے توڑنا ہی پڑتا ہے۔

جب تک نفس ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ نہ ہو جائے۔ اس کی جگہ روح کا قلعہ تعمیر نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ قلعہ ہے جس کی روزنوں سے باہر کے بہتے ہوئے دریاؤں کے دھاروں سے امتیاز ہو سکتا ہے۔ حیرانی دو قسم کی ہے ایک وہ جو شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ اور ایک وہ جو محویت کا لطف دیتی ہے۔ محویت بھی دو قسم کی ہے۔ ایک حالت میں طالب اور مطلوب میں امتیاز رہتا ہے۔ اور ایک محویت میں بھی نہیں رہتا۔ ہر طرف ایک ہی ذات کارفرما نظر آتی ہے۔ ہر حیرت زدہ کو دیکھ کر۔ ادب کر، ہو سکتا ہے یہ وہی حیرت زدہ ہو جس کی تجھے تلاش ہے۔ عالم کو دیکھنا بھی عبادت جبکہ مکار کو دیکھنا، بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ
وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ (الفرقان)

”اور وہی ہے جس نے ملا دیا دو دریاؤں کو ان میں ایک بہت شیریں اور ایک سخت کھاری اور ان کے درمیان ایک آڑ مضبوط رکاوٹ کے طور پر رکھ دی۔ وہ دریا تو چلتے دیکھے۔ زمانہ گواہ ہے لیکن وہ آڑ مضبوط رکاوٹ ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا“۔

Marfat.com

کریم کی کرم نوازیاں

میری لغزشوں، میری کوتاہیوں اور میری گھمبیر خطاؤں پر سزا نہ دینا۔ چشم پوشی کرنا، ذلیل ورسوا نہ کرنا، عیب پوشی کرنا، بخشش کی امید دلانا، رحمتوں سے مایوس ہونے والوں کو پسند نہ کرنا، توبہ کا دروازہ کھلا رکھنا، اور ہمیشہ کھلا رکھنا۔ انتہائی ناکارہ خلائق ہوتے ہوئے بھی ایسا ماحول پیدا کر دینا کہ گھر والے، باہر والے، اپنے اور اغیار، آنکھوں پہ بٹھائے پھریں۔ سارے جہانوں کے لئے کسی کو رحمت بنا کر بھیجنا۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفا بعد الف) انہیں رحمت ورافت کا پیکر مجسم بنا دینا۔ انہیں عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ (توبہ: 128) کا خوگر بنا دینا۔ میرے لئے اپنے گھر، اپنے در، کے دروازے کھلے رکھنا۔ یہ کرم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

زمین جیسی بردبار چیز۔ جتنی زور سے پاؤں مارو، اف نہ کرے کھود، اس کا سینہ چیرو۔ تو "ہی" نہ کرے۔ بلکہ زندگی بخشنے والا پانی پیش کرے۔ خزانے اگلے، سبزہ پھل، پھول، غلے، گھنے درخت، سرسبز وشاداب کھیتیاں، شجر سایہ دار پاؤں سے لتاڑنے والوں کو ہر وقت پیش کرتی رہے۔ کیا اس خالق و مالک نے اس بردبار زمین کو، قارون کے لئے عذاب نہ بنا دیا تھا۔ اسی کو اس کے لئے ثالث مقرر کر دیا۔ پھر اس کو اژدھا بنا دیا۔ پھر وہ اس کو اژدھے کی صورت نگل بھی گئی۔ تو کیا وہ میرے لئے اور تیرے لئے اس کو ایسا کرنے کا حکم نہیں دے سکتا۔

وہ قادر مطلق ہے۔ وہ غذا، جس کے حصول کے لئے میری نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ میں جس کو حاصل کرنے کے لئے حرام وحلال کی تمیز ختم کر بیٹھا ہوں۔ جو میرے جسم میں توانائیاں پیدا کرتی ہے۔ میری رگوں میں تازہ خون فراہم کرتی ہے۔ میری قوت وطاقت، اسی کی مرہون منت، مری زندگی۔ اسی سے وابستہ ہاں اگر وہ چاہے تو یہی غذا، میرے لئے

Marfat.com

موت کا سبب بنا دے۔ یہی غذا میرے جسم میں زہر بھر دے۔ اسی غذا کا ایک لقمہ میرے لئے پیغام اجل کر دے۔ اگر وہ ایسا کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ایسا نہیں کرتا۔ تو کیا یہ اس کا کرم نہیں۔

وہ ٹھنڈے کپڑوں میں آگ بھر سکتا ہے اور اگر میرے گرم کپڑوں میں اتنی ٹھنڈک پیدا کر دے۔ کہ بستر پر پڑے۔ لحاف پر لحاف اوڑھتا جاؤں، کہ صبر و چین نہ آئے وہ تریاق کو زہر اور زہر کو تریاق بنانے کی پوری قوت رکھتا ہو اور ہر وقت ایسا کر سکنے کا پورا حق رکھتا ہو۔ پھر ایسا نہ کرنا۔ صرف اس کی کرم نوازی کی بہار ہے۔

کشتی کے بنانے اس کے بنانے کا گر سکھانے کا اصل سبب۔ صرف میری اور تیری حفاظت ہے۔ گہرے سمندروں، دریاؤں، جھیلوں سے پار کرانا، طویل سے طویل سفروں میں آسانیاں پیدا کرنا، سامان لانے لے جانے کی سہولتیں فراہم کرنا۔ سمندروں سے مچھلی اور دیگر اشیاء خورد و نوش اور اس میں چھپے خزانوں کی تہوں تک پہنچانا۔ سب کشتی کا مرہون منت ہے۔ کیا اس کشتی کے بنانے اس کو چلانے اس کو سنبھالنے کا گر سکھانا اس کی کرم نوازی نہیں؟ اور اگر وہ اس کشتی کو، اس جہاز کو، غرق کر دے۔ موت کا سامان بنا دے۔ یا صرف ذرا چند جھٹکے دے کر چھٹی کا دودھ یاد کرا دے۔ تو ہم یا کوئی بڑے سے بڑا۔ اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور اکثر ایسا نہیں کرتا۔ تو کیا کوئی ایسا ہے جو اس کو اس کی صرف اور صرف کرم نوازی پر محمول نہ کرے۔ یقیناً یہ صرف اور صرف اس کی عنایات کریمانہ کی ٹھنڈی پھوار ہی ہے۔

میرے ذہن و فکر اور سوچ کا محور، اگر وہ علم و عمل بنا دے۔ سارے جہاں کے علموں کا خزانہ بنا دے۔ سوچ اور فکر کے زاویے ایسے درست کر دے۔ کہ اس کے سوا کوئی اور نظر ہی نہ آئے۔ آنکھ صرف اس کو دیکھے۔ کوئی اور نظر میں جچے ہی نہیں۔ کانوں میں اس کے سوا باقی ہر ماسوا کو سننے کی حس ہی ختم کر دے۔ ہاتھ پاؤں کی جنبش اور ان کی ساری طاقتیں غیروں کی طرف سے بالکل ہی شل کر دے۔ اور اپنے لئے ان کو قوت کا سرچشمہ بنا دے۔ امن و امان

Marfat.com

کا داعی بنا دے۔ بہاروں کو جل دینے کی صلاحیتیں بخش دے۔ تو کیا یہ اس کی مہربانی اور عنایت نہیں یہ ذہن قارون ونمرود بنانے پر بھی وہ قدرت رکھتا ہے۔ بھٹکنے کے ہزاروں راستے کھلے چھوڑ سکتا ہے۔ قدم قدم ٹھوکریں، لمحہ لمحہ لغزشیں، اور ان کے سامان پیدا کرسکتا ہے۔ وہ ہلاکو و چنگیز کے روپ میں لاکھوں انسانوں کو کھڑا کر کے ظلم وستم وخون کے دریا بہانے کی صلاحیتوں کے استعمال کی اجازت دے کر ہمیں بدترین شخص بننے کی کالک ہمارے ماتھے مل سکتا ہے۔ پھر دنیا بھر کی لعنتوں، پھٹکاروں بددعاؤں کے گندے تھوبے، ہر طرف سے ہمارے لئے تیار کرسکتا ہے۔ اور پھر ایسا نہیں کرتا تو میں تو اسے صرف اور صرف اس کی عنایات فراواں کی جھلک ہی کہوں گا۔

اے انسان! اگر تو اس کو کہے۔ کہ یاالٰہی! یہ کانٹا تو میرے لئے پھول بنا دے۔ تو کیا وہ نہیں بنا سکتا۔ یقیناً بنا سکتا ہے۔ یاالٰہی! میری بیماری کو شفا کی چادر میں لپیٹ دے۔ تو کیا وہ ایسا نہیں کرتا۔ اگر نہیں کرتا۔ تو بتا دوامی شفا کے اثرات کون پیدا کرتا ہے اور دوا میں سے شفا کون کشید کر لیتا ہے۔ اگر تو کہے کہ اس بھٹکتی راہوں میں ہدایت کا راستہ دکھا دے۔ تو بتا اس نے یہ راستہ کس کے لئے بنا رکھا ہے۔ وہ مکھی جیسے کیڑے کو کڑوے کسیلے، پھیکے اور کھٹے رسوں سے شہد جیسی مٹھاس پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تجھے راستہ کیوں نہ بتائے گا۔ اگر تو کہے۔ مجھے اپنے دامن میں پناہ دے دے۔ تو بتا وہ امین کس لئے بنا ہے۔ اگر تو کہے کہ اے میرے مولا تو مجھے پاک کر دے تو اس نے اپنے محبوب کو وَيُزَكِّيهِمْ کی صفت حسین بنا کر کس کے لئے بھیجا ہے۔ صرف تیرے لئے۔ صرف میرے لئے وہ تو بار بار کہتا ہے۔ فانی توفکون کدھر بھٹکتے پھر رہے ہو ادھر آؤ۔ میری طرف یہی امن کی راہ ہے۔ یہی سکون کی جگہ ہے۔ چین وقرار، صرف اس گھر میں ہے۔ واپس آ جا تجھے کچھ نہیں کہا جائیگا۔ اے کریم! اے رحمتوں، کرامتوں، عنایتوں، نوازشوں کے دروازے کھلے رکھنے والے۔ کریم اور کرم، اور کرم اور کرم صلی اللہ تعالیٰ علی رحمۃ للعلمین وراحۃ العاشقین وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

Marfat.com

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ

جس بادشاہ کے دربار میں امین اور خیانت دار میں فرق نہ ہو۔ اور ڈرنے والے مؤدب اور گستاخ میں امتیاز نہ ہو۔ اس بادشاہ کے سر پر خاک۔ دوست کا تو مقام ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ غلام تو غلام۔ کتا بھی وفاداری کرے۔ تو اس کے لئے دل میں سوخوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض، ڈاکو تھے۔ راہزن، انسانیت کو لوٹنے والے۔ قاتل۔ ایسے میں تو انسانیت نام کو بھی نہیں رہتی۔ شاہ کا نام دیکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کہیں بے قدری سے پڑا ہے۔ نہ جانے چنگاری کہاں سے پھوٹ پڑی۔ اس چنگاری نے راہزنی کے سارے جنگل کو پھونک کر رکھ دیا۔ شاہ کا نام اٹھایا۔ چوم لیا۔ آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا۔ آنکھوں کے اندر سے شاہ کے نام نے خشک پتھر سے چشمہ جاری کر دیا۔ اس چشمے سے نکلنے والے۔ پہلے قطرے نے ہی ساری زندگی کو غسل کروا دیا۔ انسانیت سے گرے ہوئے کو بھی۔ اس چھوٹی سی ادا پر شاہ نے اٹھایا۔ اوج انسانیت پر پہنچا دیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (الجمعہ:4)

ایک فقیر بڑے شاہ کے غلام تھے۔ وفادار غلام لیکن جس طرح دنیاوی بادشاہوں کے غلام برابر نہیں ہوتے۔ اسی طرح اس کے غلام بھی ایک سے نہیں ہوتے۔ انہوں نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں بڑی شان و شوکت میں دیکھا۔ زرق برق لباس۔ زیورات سے مزین۔ بے فکری کی انتہاء فقیر اگرچہ بہت اونچے مقام والے تھے۔ نہ جانے کیوں منہ میں پانی آ گیا۔ بڑے شاہ سے عرض کیا۔ میرے مالک اپنے غلام کی غریبی اور مفلسی دیکھ۔ اور عمید خراسانی کے غلاموں کی شان و شوکت دیکھ! تو شہر کے رئیس عمید خراسانی سے ہی غلاموں کو رکھنا سیکھ لیتا۔

یہ بات ہر ایک کو زیب نہیں دیتی۔ یہ تو نازکی بات ہے۔ لیکن شاہ نے کوئی جواب نہ

Marfat.com

دیا۔ جواب نہ دینا۔ بعض اوقات مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔

تھوڑے ہی عرصہ پر رئیس شہر عمید خراسانی پر دشمن نے حملہ کر دیا۔ کہ حاسدوں کو کھٹکتے تھے۔ غلام بھی گرفت میں آ گئے۔ دشمن نے ان کی کھال اتار دی۔ الٹے لٹکا دیئے۔ شدید عذاب کی حالت میں بھی۔ دشمن ان سے راز نہ اگلوا سکا۔

تو بڑے شاہ نے ایک فقیر سے فرمایا۔ میں نے خراسانی سے انداز شفقت کیا سیکھنا تھا۔ تو، غلاموں سے انداز غلامی سیکھ۔ کہ ایاز کی غلامی نے بھی غلامی کو منور کر دیا تھا۔ سیدھے راستے پر چل۔ خوشبو کی طرح۔ عاشقوں کے لئے باغ کا رہنما بن۔ ایاز جیسے غلاموں اور عمید خراسانی کے غلاموں جیسی غلامی دیکھ کر آزاد لوگ بھی غلام ہونے کی حسرت رکھتے ہیں۔ ایسوں کے ایمان کی مثال۔ پانی کے اس قطرہ کی طرح ہے۔ جو سمندر میں ڈال دیں۔ تو وہ سارے سمندر کو ڈبو دے۔ جیسے آگ کی ایک چنگاری سارے جنگل کو راکھ بنا کر رکھ دیتی ہے۔

ایاز چپکے چپکے اپنی پوستین اور ٹوٹے چپل سے باتیں کرتا رہتا تھا۔ عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز۔ محبوب کے تصور سے۔ اس طرح بیان کرتا رہتا ہے۔ جیسے کوئی دوست اپنے دوست سے باتیں کرتا ہے۔ عورت اپنے بچے کی قبر سے لپٹ کر باتیں کرتی ہے۔ وہ اسے زندہ دیکھتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ میری باتیں سن رہا ہے۔ وہ قبر سے یوں چمٹتی ہے۔ جیسے بچے کی زندگی میں اس سے کبھی چمٹتی تھی۔ یہ عشق ہی کی جادوگری ہے۔ یہ ساری آگ ایک وقت کے ساتھ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ لیکن بڑے شاہ۔ کریم۔ کے عشق کی آگ مزید سلگتی ہے۔ پھر سلگتی ہی چلی جاتی ہے۔ ہاں! یہ شاہ کا کرم ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعہ:4)

پتھر سے۔ جب چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔ تو پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ دنیا پھر اسے پتھر نہیں کہتی۔ بلکہ چشمہ کہتی ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعہ:4)

Marfat.com

لیلیٰ کے عاشق کے لئے یہ ساری دنیا ہیچ ہے۔ شاہ کے عشق کا عالم کیا ہوگا۔ عبادت کسبی چیز ہے۔ عشق مالک کا کرم ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (الجمعہ:4)

عشق کرم دا قطرہ ازلی تیں میں دے وس ناہیں

اکنا لبھ دیاں عمر گزاری اکناں دے وچہ راہیں

سانپ کا زہر، سانپ کے لئے زندگی ہے۔ غیروں کے لئے موت ہے۔ پانی پانی کے جانوروں کے لئے زندگی۔ اور خاکیوں کے لئے موت۔ زید کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ اور کسی کے لئے شیطان ہے۔ جس کے لئے وہ سلطان ہے۔ وہ تو اپنے سلطان کی تعریفیں ہی کرے گا اور جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اس کو کافر قرار دے گا۔ اور واجب القتل بھی۔ اگر تو زید کو شکر و سپاس کا سبب بنانا چاہتا ہے تو اسے اس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ۔ پھر تجھے اس سے کوئی شکوہ نہیں رہے گا۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (الجمعہ:4)

محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ۔ اس کے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ نہیں بلکہ اس محبوب کو محبوب کی اپنی نگاہ سے دیکھ یعنی بڑے شاہ کو خود شاہ کی ہی نگاہ سے دیکھ۔ تو پھر تو بھی متخلق باخلاق اللہ بن جائے گا۔ اور یہ فضل الٰہی سے ہی ممکن ہے۔

عبرت اور آگاہی نہ تو صرف کتاب سے حاصل ہوتی ہے اور نہ گفتگو سے۔ بلکہ یہ تو شاہ کا عطیہ ہے۔ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جسے چاہے عطا کرے ”قال رابگزار مرد حال شو“ قول کو چھوڑ۔ باتیں نہ بنا صاحب حال بن۔ صدر سے مل وہ تمہیں بدر کامل بنا دے گا۔ جیسے اونٹ کی مہار کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تیری مہار بھی کسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے اشارے پر چل اپنی مہار اسی کے ہاتھ میں رہنے دے۔ شتر بے مہار نہ بن وہ تمہیں بھٹکنے نہیں دے گا۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (الجمعہ:4)

Marfat.com

بکری، پانی کی تلاش میں نکلی۔ دور اسے پانی نظر آیا۔ زور سے چھلانگ لگائی وہ دلدل تھی۔ اس میں پھنس گئی۔ خواہش کی طلب۔ پانی اور سراب میں امتیاز کی صلاحیت ختم کر دیتی ہے۔ اب وہ جتنا زور لگاتی ہے اور دھنستی جاتی ہے۔ اتنے میں ایک بھیڑیا ادھر آ نکلا وہ بھی پانی اور شکار کی حرص میں نکلا تھا۔ اس نے بھی دور سے چھلانگ لگائی۔ اور وہ بھی اسی دلدل میں پھنس گیا۔ اس حرص اور لالچ کے جنگل میں جو پھنسا کم ہی نکلا۔

بکری نے اس کو دیکھا۔ تو ہنس پڑی۔ ہنسی کا سامان مل جائے۔ تو انسان اپنی تکلیف بھول جاتا ہے۔ بھیڑیے نے پوچھا۔ کیوں ہنستی ہے۔ اس نے کہا۔ جناب! آج تو آپ بھی پھنسے ہوئے ہیں۔ بھیڑیے نے کہا۔ تو بھی پھنسی ہوئی ہے۔ بکری نے کہا۔ میرے پھنسنے اور تیرے پھنسنے میں بڑا فرق ہے۔ میرا مالک، میرا شاہ، جب گھر جائے گا تو اپنی بکریوں کو گنے گا پھر سوچے گا۔ یہ تیس تھیں۔ ۲۹ کیوں رہ گئیں۔ وہ میری تلاش میں نکلے گا وہ مجھے پا لے گا۔ اور نکال کرلے بھی جائیگا۔ تو بتا تیرا کون ہے اور تجھے کون نکال کر لے جائیگا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعہ:4)

پہلے اپنے آپ کو شاہ کے کھونٹے سے باندھ
پھر وہ تمہیں ضائع نہیں ہونے دے گا

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعہ:4)

Marfat.com

پاکستان ہمارا ہے اور ہم کس کے ہیں؟

پاکستان ہمارا ہے۔ کہ ہم نے بنایا ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد فرنگی استعماریت کا اصل نشانہ ہم رہے ہیں۔ جب سے لیکر تحریک پاکستان کے ایک ایک لمحہ تک کی سفارت کے سفر کے سفیر ہم رہے ہیں۔ جرأت وجسارت اور ہمت کے پیکر اور عزائم کے کوہ گراں حضرت فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جزیرہ انڈیمان کی جلا وطنی میں مزاج گردش ایام کا رخ بدل گئے۔ مجاہدین آزادی نے ساری سزاؤں کو بطیب خاطر قبول کیا۔ دشت وفا میں مسلسل چلتے رہے۔ اور کسی بھی موڑ پر پچھتائے نہیں۔

ہم نے ان کے سامنے پہلے تو خنجر رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

نظریہ پاکستان کا واضح تصور، دوقومی نظریہ مجدد مائۃ حاضرہ حضرت العلام الشیخ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں لاکھوں کے اجتماع میں ہزاروں علم وفضل کے شہنشاہوں نے پاکستان کی تحریک کو اجاگر کیا۔ حضرت امیر ملت السید پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک لاکھ روپیہ کی خطیر رقم کا عطیہ دیا۔ اور قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد خطوط کے ذریعے دعاؤں اور یقین دہانیوں کے پیغام ارسال کئے۔ حضرت العلام پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک نیلی پوش اور دیگر سربراہیوں پر لات مار کر مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ پیر آف کچھوچھا شریف، پیر آف مانکی شریف، پیر آف سیال شریف اور پیر آف تونسہ شریف نے میدان جہاد میں کفن باندھ کر ساتھ دیا۔ گلی گلی، کوچہ کوچہ، بستی بستی، قریہ قریہ، جو بہ جو لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان کا نعرہ کی گونج ڈال دی۔ لیکن نہ جانے کیا ہوا۔ کہ ہم تخلیق پاکستان کے سفر میں

Marfat.com

جاگنے والے اور جگانے والے، تخلیق پاکستان کے بعد اچانک کوٹھیوں، حجروں میں جا کر سو گئے۔ کہ ٹھیک ایک سال بعد قائداعظم محمد علی جناح کا جنازہ پڑھانے کے لئے ہم میں سے کوئی نظر نہ آیا۔ کیا اس وقت کراچی میں حضرت علامہ مولانا عبد الحامد بدایونی، تحریک پاکستان کے ہراول دستہ کے قائد موجود نہ تھے۔

تاریخ کی ترتیب کے صفحات سے ہمارے نام کھرچ دیئے گئے۔ کسی نے انگڑائی نہ لی۔ نصابی کتب میں ان کے نام آئے۔ جو شریک سفر نہ تھے اور جو قائدین تھے، جانثار تھے وفا کے پیکر تھے وہ قعر نسیاں میں گرا دیئے گئے۔ کسی نے ٹھیس محسوس نہ کی۔ ہمارے دینی مدارس کے فارغ التحصیل حضرات کو فوجی بارکوں میں داخلے کی اجازت نہ ملی۔ اس سلسلہ میں اگر کاوشیں ہوئیں بھی تو وہ یا تو انفرادی تھیں یا مضبوط ہاتھوں سے نہ ہوئیں کہ نتائج خاطر خواہ نکلتے۔ ہمارے اوقاف پر روز بروز منکرین کا قبضہ ہوتا جا رہا ہے۔ سیاسی قوت کا بازو۔ یوں چور چور ہوا ہے کہ کوئی ماہر ترین انسان بھی شاید اب اس بازو کو وہ قوت نہ دے سکے۔ جس قوت بازو سے کوئی سینہ تان کر کھڑا ہو سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں تحریک پاکستان کے دشمنوں کا قبضہ ہے۔ جو کہا کرتے تھے۔ کہ ہم پاکستان کی (پ) بھی نہ بننے دیں گے۔ میدان جہاد میں ہیں اور جہاد کا نام لے کر اپنی دھاک بٹھائے بیٹھے ہیں۔ اور پاکستان بنانے والے پاکستان کی حفاظت کرنے والے۔ اس کو مضبوط کرنے یا اس میں نظام مصطفوی ﷺ کا نفاذ کرنے والوں کی آواز کیوں دب گئی ہے۔

ہماری اپنی کوتاہیوں) سے گوشہ نشینیوں سے جبہ و دستار کے کلف کی حفاظتوں سے اپنے منبروں، محرابوں کی مستیوں سے کلاشنکوف مافیا کے پروان چڑھنے سے۔ ڈھول کی دھمالوں سے کوئی مانے نہ مانے۔ بات تلخ ضرور ہے۔ کیا ساٹھ سال کی آزادی کے طویل سفر کی خوفناک تصویر پڑھنے کے لئے کوئی تیار ہے۔ یہ کلنک کا ٹیکہ۔ کس کے ماتھے پہ تلاش کریں۔

کس نے کس کا خون کیا ہے کس کس کو تم ڈھونڈو گے
دنیا والے رکھ لیتے ہیں ہاتھوں کو دستانوں میں

Marfat.com

ہماری مجموعی طاقت سلیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے احتجاج سے ایوان اقتدار کی دیواریں نہ ہلا سکی۔ داتا دربار کے تقدس کو پامال کرنے والے بوٹوں کے تسمے تک ڈھیلے نہ کر سکی۔ پریس ہماری آواز نہیں سنتا۔ اجتماعی سیاست کی قیادت کے میدان میں اس حالیہ انتخابات کا گراف دیکھئے ہمارا نام کتنے نمبر پر آتا ہے۔ انتظامی گرفت بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتے ہوئے بھی پاکستان ہمارا ہے کا نعرہ۔ مزید خوش فہمیوں میں مبتلا تو کر سکتا ہے۔ مزید سہارا نہیں دے سکتا۔ سائنسی میڈیا کے جدید منفعات سے انتفاع حاصل کرنے کے لئے سفر کا آغاز ہی نہیں ہوا۔ صحافتی دنیا کے میدان میں کودنا ابھی باقی ہے۔ منبر رسول ﷺ سے اٹھنے والی آواز میں جدید عصری تقاضوں کی تحقیقات ناپید ہیں۔ تقاریر کی کتابوں سے رٹی رٹائی تقریروں کا رجحان ابھی بالکل ماند نہیں پڑا۔ دینی مدارس میں تدریسی عہدے اہل معلمین سے خالی خالی نظر آرہے ہیں۔ 50 فیصد سے زائد آبادی، مستورات، کی ذہنی وفکری تربیت کرنے والے اداروں کی تعداد دو تین انگلیوں کے پوروں پر گنی جاسکتی ہیں۔ کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔ جبکہ گھر کی کسی دیوار پر میرا نام نظر نہیں آتا۔ تو گھر کے مالک ہونے کے دعویٰ کی قلعی کھل نہیں جائے گی۔

جس گھر کی اینٹ اینٹ پہ لکھا ہے میرا نام
اس گھر میں آج مجھے کوئی پہچانتا نہیں

Marfat.com

غلامی و آزادی

غلاموں کی بصیرت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اندھے کی آنکھ۔ اندھیرا ہی دیکھتی ہے۔ لاکھ بار سورج طلوع ہو۔ وہ نہیں دیکھ سکتا۔ حسن ذوق و زیبائی سے محرومی ہی غلامی ہے۔ غلام مرد نہیں ہوتا۔ یعنی مرد میداں نہیں ہوسکتا۔ باتیں بہت اونچی۔ شور بہت زیادہ۔ لیکن فقر بوذر و صدق سلیمانی سے محروم وہ سپاہی کے لبادہ میں ہو یا حجرہ درویش میں گوشہ نشیں۔ وہ ہر انداز میں روشن مستقبل کے سمندر سے لولوء لانے۔ نکالنے والا۔ امروز پیدا نہیں کرسکتا۔ اس کی ضرب، کوہ شگاف نہیں ہوسکتی۔ شیروں کے ہوش اڑا دینے والی۔ نگاہ گرم سے محرومی۔ غلام کی غلامی کی بھیک ہے۔

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سردامن، بھی ابھی چاک نہیں ہے

آزاد، شمشیر پہ بھی بھروسہ نہیں کرتا۔ آزاد، مومن ہے۔ اور خود آپ تقدیر الٰہی ہے۔ دل بیدار فاروقی اور دل بیدار کراری۔ اس کا انعام ہیں۔ اس کی اذاں، کوہ و دامن کو۔ پہاڑوں کو، بڑے بڑے پہاڑوں کو رعشہ سیماب کی صورت لرزا دیتی ہے۔ تیری ضرب بھی کاری نہیں اور میری ضرب بھی کاری نہیں ہوسکتی ہے۔ جب تک آزاد کے سینے کے پہلو میں دل بیدار نہیں۔ دل خوابیدہ جاگتا ہی نہیں آنکھ کھلنے ہی نہیں دیتا۔

نہ جانے، غلاموں کو ملنے والی بھیک کی چکا چوند آنکھوں کو اس قدر خیرہ کیوں کر گئی ہے۔ نہ جانے، فرعون کی چوکھٹ پہ سرافگندگی سے غلام ''مشرف'' کیوں ہو رہے ہیں۔ نہ جانے شاہین بچوں کو خاکبازی کی بازی کیوں پسند آ گئی ہے۔ نہ جانے، اس کی بے نیازی کے تاج اتر کر نیچے کیوں آ گرے ہیں۔ نہ جانے، الورات کے ''شہباز'' کیسے بنا دیئے۔ ''تیرے بلند مناصب'' کی خیر تیرا جوہر ادارک کیوں الٹ گیا۔

Marfat.com

بندہ مومن کی آنکھ، غمناک ہے۔ بے نور سینوں میں دل، تسلی سے محروم ہیں۔ مشینوں کے دھویں سے، افرنگ کے گھر کی طرح۔ میرے گھر بھی تاریک کیوں ہو گئے۔ شیر کی شیری کا فسانہ کیوں باقی نہ رہا۔ غلام غلامی پہ ہی رضامند کیوں ہو گئے۔ ہائے شکم، واقعی تو سامان موت ہے۔

تیرے شہر میں شاعر بھی ہیں۔ علماء بھی، حکماء بھی۔ لیکن غلامی کے زمانے، ضمیر جہاں کو سلا گئے اور اونچے چباروں پہ بیٹھ کر۔ مفتیوں کو فتویٰ بازی، شاعروں کی شاعری، علماء کی علمیت، حکماء کی حکمت، سیاست بازوں کی یک جہتی، تنزلی سے خوش ہو رہے ہیں۔ بڑی خوبصورت اور حسین و جمیل، ''بینظیر'' و بے مثال چھپکلیاں بھی۔ آتش نمرود کو پھونکیں مار مار کر تیز کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہی ہیں۔

پروفیسروں کی پروفیسریوں کا سارا زور۔ کلیساؤں کے لات ومنات کی جعلی سطوتوں کو چومنے والوں میں شامل ہو کر۔ پچھلی صفوں میں سر اونچا کر کے تصویریں کھنچوانے پہ لگ رہا ہے۔

میری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن
زمانہ دار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی

پیروں کی کرامتیں، میروں کی میریوں کا زور، یوں ٹوٹ پھوٹ گیا۔ جیسے یہ غلام صدیوں سے غلامی کے خوگر ہیں ان غلاموں کی خوئے غلامی اور پختہ ہو گئی ہے۔ دین، فلسفہ، فقر، سلطانی، پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر ہوتے ہیں۔ غلامی کی بے یقینی سے نہیں۔

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل خوار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

غلام، لاکھ ہوں، یا کروڑ وہ آقا کی نیند حرام نہیں کر سکتے۔ وہ تو اس کے قدموں میں بیٹھ کر اس کے قدم سہلاتے ہیں۔ مردحر، صرف ایک مرد حر، کروڑوں آقاؤں کے تاج روند ڈالتا ہے۔ وہ تقدیر امم کا مالک ہے۔ وہ حریف کی قوت سے حراساں نہیں ہوتا۔ حریف کو،

Marfat.com

قوت وطاقت کے ساماں کو، حراساں کرتا ہے۔ لرزاں کرتا ہے۔ خوف زدہ کرتا ہے۔ تڑپاتا ہے۔ تلملاہٹ، اس کے ذہن کی جھولی میں بھر دیتا ہے۔ اس کے محلات زمیں بوس کرتا ہے۔ جینا بھی حرام کرتا ہے۔ مرنا بھی حرام کرتا ہے۔ کلیساؤں کی آبروئیں۔ خاک میں ملاتا ہے۔ مردحر، صرف ایک مردحر، روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے بدن کا محافظ وامیں ہے۔ وہ فاقہ کش، ایسا موت سے پیار کرتا ہے۔ لیکن موت بھی۔ ڈرتی کپکپاتی۔ اس کے قریب نہیں آتی۔ وہ اہل حرم کی روایات کا امیں۔ وہ غواص فطرت وہ سلطانی، جاوید کا مالک۔ وہ فرنگیوں کی موت، وہ مردحر، صرف ایک مردحر

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت
فیصلہ تیرا، تیرے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم

Marfat.com

حفاظت قرآن کے انوکھے انداز

قرآن پاک کے علاوہ دنیا کی جملہ کتب سماویہ اور دینی کتب اصلاحیہ جو ان کے مصلحین نے اپنے ماننے والوں کو دیں۔ ان میں کوئی ایک کتاب بھی بعینہٖ اس زبان میں، ان الفاظ میں، اس انداز تحریر میں، اس انداز قرأت میں موجود نہیں۔ تورات صرف دو الواح پر مشتمل تھی۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکھی لکھائی کوہ طور پر عطا کی گئی تھیں۔ ہر دو الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، جب موسیٰ علیہ السلام میدان میں تشریف لائے۔ اور اپنی قوم کو ایک بچھڑے کی عبادت میں مصروف پایا، آپ غیرت ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے۔ اور ان کی گوسالی کو برداشت نہ کر پائے۔ اور دونوں لوحین پھینک دیں۔ اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو جا پکڑا۔

انجیل مقدس کی بات سن لیں۔ انجیل کے نام میں عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں، انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا۔

متی کی انجیل کی حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب سے پہلے عبرانی زبان میں شہر زاواقع شام میں لکھی گئی۔ اس عبرانی زبان کا اصل نسخہ دنیا سے ناپید و عنقا ہے اس کا ایک ترجمہ یونانی زبان میں ملتا ہے۔ لیکن کوئی عیسائی، کوئی پادری، اور کوئی پوپ یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ یہ ترجمہ کب ہوا۔ کہاں ہوا اور کس نے کیا۔ اصل نسخہ موجود نہ ہونا ہی ثقاہت کو مجروح کرتا ہے۔ ترجمہ تو اور بھی مشکوک ہوا۔

انجیل لوقا کا مصنف لوقا پولوس کا شاگرد تھا۔ اس نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت نہیں کی۔ اس کے استاد پولوس نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں ان کی موافقت نہیں کی بلکہ مخالفت کی۔ لوقا نے یہ انجیل انطاقیہ میں یونانی زبان میں لکھی لوقا نے خود تو اس کی صحت کا اعلان کیا۔ لیکن لوقا انجیل کا شارح نوائن لکھتا ہے۔ کہ "جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے، ان میں جھوٹی روایتیں شامل ہو گئی ہیں۔ اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا

Marfat.com

ہے۔اور اس زمانہ میں جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنا مشکل ہے۔(کتاب الاسناد ص ۶۱)

اس بات سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔کہ جس کتاب میں سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے۔وہ کہاں تک محفوظ تصور کی جا سکتی ہے۔

انجیل مرقس، شمعون نے لکھی۔جو پطرس کا شاگرد تھا۔یہ کتاب بھی یونانی زبان میں انطاقیہ ہی میں لکھی گئی۔جبکہ مرقس اور لوقا میں باہمی زبردست تضاد اور اختلاف موجود ہے اختلاف عبارت کتاب کی ثقاہت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

انجیل یوحنا: یوحنا بن سندائی کی تحریر ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسیح کا شاگرد تھا۔حالانکہ اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کی آمیزش واضح طور پر نظر آتی ہے۔پادری فرنچ واضح الفاظ میں اقرار کئے بغیر رہ نہ سکا۔کہ ان چاروں انجیلوں میں چار پانچ آیات میں تحریف بھی ہوئی ہے۔اور اسے یہ بھی اعتراف ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں۔

ان چاروں انجیلوں کا مجموعہ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔ایک سو صفحے کی تحریر میں اگر تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا تصور کرنا بھی حماقت ہے۔

غور طلب۔حیران کن، عبرت انگیز بات یہ ہے کہ عبرانی زبان جو تورات کی زبان تھی۔دنیا کسی خطے میں کسی ملک، علاقہ، ضلع، تحصیل اور قصبہ میں نہیں بولی جاتی۔قدرت نے اس زبان کا وجود ہی ختم کر دیا۔تاکہ احساس زندہ رہے کہ اس زبان میں اترنے والی کتاب کی وہ حیثیت جس حیثیت میں وہ نازل ہوئی تھی۔بالکل ختم ہو کے رہ گئی ہے

خالدی زبان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان تھی۔اس کا وجود بھی صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے۔جبکہ عیسائیت کے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہیں۔جو لوگ اپنے نبی کی زبان محفوظ نہیں رکھ سکے۔وہ تعلیمات عیسوی اور کتاب عیسوی کی حفاظت کیا خاک کریں گے۔

سنسکرت جو قدیم "وید" کی زبان ہے وہ بھی دنیا کے کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی خطے میں نہیں بولی جاتی۔قدرت نے ان زبانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور یہ بتا دیا کہ اب

Marfat.com

انسانوں کو ان کتابوں کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

جبکہ قرآن پاک آج بھی ایک ایک حرف اور ہر حرف کی زبر زیر پیش شد مد میں من وعن اسی طرح لکھا۔ پڑھا جاتا ہے جس طرح ایک ہزار چار سو سال پہلے پڑھا جاتا تھا۔ حجاز مقدس کی کسی چھوٹی سی بستی میں بھی اسی انداز سے پڑھا جاتا ہے۔ جس طرح چین اور کسووا، یورپ وانٹار کیٹکا میں پڑھا جاتا ہے۔ لہجہ بھی محفوظ تحریر بھی محفوظ، الفاظ وحروف بھی غیر متبدل۔

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کاتب وحی الٰہی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن مجید کے سات نسخے تیار کروائے۔ ان نسخوں پر مہر رسالت ثبت فرمائی۔ جو سرور کائنات ﷺ خود مخطوطات یا ضروری کاغذات پر استعمال فرماتے تھے اور پھر خلیفۃ المومنین ہونے کی حیثیت سے اپنی مہر اور دستخط فرمائے۔ اور مختلف سات ممالک میں اپنے نائبین کو بھیجے۔ اور دنیا کے لئے ایک دلیل فراہم کردی۔ اگر دنیا میں کوئی بھی کبھی بھی کسی نقل کو دیکھنا چاہے۔ اور ضرورت محسوس کرے کہ آیا یہ نقل اصل کے عین مطابق ہے۔ تو اس کے لئے موقع موجود ہے۔

اس سے ایک بات یہ بھی پیش نظر تھی۔ کہ آئندہ رسم الخط میں بھی کوئی ردوبدل ممکن نہ ہو۔ کاتب وحی کا قلم، جس پر خود حامل وحی الٰہی حضور پرنور ﷺ کو اعتماد واعتبار۔ اس پر مہر رسالت کی توثیق وتبویب اور خلیفہ وقت کی مہر ودستخط ثقاہت کا بہترین ثبوت ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے وقت خلافت میں کچھ فقہی اختلاف تاریخی صفحات کے لکھنے کا انداز صفحات میں محفوظ ہیں۔ غیر محرم کے شکار کردہ جانور، احرام باندھے ہوئے شخص کے لئے جائز وناجائز ہونا اور منیٰ میں نماز قصر پڑھنے اور نہ پڑھنے کے اختلاف مخفی نہیں۔ ان پر ہر شخص کھل کر اظہار خیال کرتا رہا۔ تو کیا خدانخواستہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تدوین قرآن میں کوئی کوتاہی یا لغزش ہوئی ہوتی۔ تو دنیا معاف کرتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کثیر اختلاف کے باوصف اہل شام کے مصحف عثمانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ جب سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر

Marfat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ صفین میں جب اہل شام نے قرآن پاک بلند کر کے اس کو فیصل بنانے کا اعلان کیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے کسی ساتھی نے بھی اس نسخہ قرآن کو حکم تسلیم کرنے سے انکار نہ کیا۔ اگر کسی شخص کو اس نسخہ پر اعتراض ہوتا۔ تو اس پر ایسے وقت میں بتایا جا سکتا تھا۔ اس لئے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ کہ نسخہ قرآن پاک جو آج پوری کائنات میں لکھا۔ پڑھا اور سنا جا رہا ہے۔ وہ بالکل عین اسی طرز پر ہے۔ جس پر حضور ختمی مرتبت حضرت محمد رسول ﷺ نے اپنی زیر نگرانی تحریر فرمایا تھا اور جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ذات باری تعالیٰ نے قبول فرمائی ہوئی ہے۔

قرآن پاک کے عین وحی الٰہی کے مطابق ہونے کی ایک یہ دلیل بھی بہت ثقاہت کی حامل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دنیا اسلام کا رقبہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ اہل اسلام کی تعداد لاکھوں تک نہیں بلکہ کروڑوں تک پہنچ چکی تھی۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے معمول عادلہ کے مطابق پانچ نمازوں میں سے تین نمازوں میں امام صاحب کا بلند آواز میں قرآن پاک کا کہیں سے بھی پڑھنا اور تمام نمازیوں کا اس کو بغور سماعت کرنا اور کبھی بھی کسی مقام سے نقطہ اعتراض نہ اٹھنا۔ حج کے موقع پر لاکھوں انسانوں کا اجتماع ہونا اور دنیا کے ہر مسئلے پر گفتگو ہونا۔ ان پر غور وخوض ہونا۔ اور ان تمام مسائل میں قرآن پاک کے نسخہ پر کوئی ایک اعتراض نہ ہونا۔ جبکہ صحابہ کرام کی تعداد بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو۔ اور کلمہ حق کہنے میں کبھی ان میں سے کسی سے کوتاہی بھی نہ ہوئی ہو۔ اور ان کی طرف سے بھی کوئی بات نہ ہونا۔ یہ سب اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ کہ قرآن پاک بالکل بعینہ اسی طرح محفوظ کیا گیا۔ محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمانا چاہی۔

دنیا کی کوئی ایسی کتاب، جو اتنی جامع اور مانع ہو۔ دکھا دو جس کے حروف گن لئے گئے ہوں۔ اگر آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے قرآن میں مسطور ''الف'' کی تعداد 48992 تھی۔ تو آج بھی ان کی تعداد اتنی ہی ہے۔ اگر ''م'' کی تعداد 26515 تھی۔ تو آج بھی میم کی تعداد میں کمی بیشی نہیں آئی۔ اگر اس کے کل حروف کی تعداد 346998

Marfat.com

تھی۔ تو ان میں ایک حرف بھی نہ کم ہوا اور نہ بیش۔

مغربی اقوام، جو اسلام دشمنی میں پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خونخوار درندوں کی طرح پھنکار رہی ہیں۔ وہ اہل اسلام کو تو اپنے دام ہائے میں پھنسا سکتے ہیں۔ ان کو بکاؤ مال بھی مل جائے گا۔ صاحب سلامت کرنے والے بھی لاکھوں ہوں گے۔ کئی فری میسن، کئی را ایجنسیاں، کئی مشنری ادارے۔ اپنے عفریتی پنجوں میں اہل اسلام کو جکڑ سکیں گے۔ لیکن ان کے پوری کمپیوٹرائزڈ علمی جال اور کاوشیں۔ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَ قُرۡاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ (القیامہ) کی صدائے الٰہی کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ شاید وہ اندر ہی اندر کتنی تلملاہٹ سے اپنے دانت پیس رہے ہوں پیس لیں۔ پیستے رہیں گے۔

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَ لَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا ﴿۸۸﴾ (الاسراء)

کا چیلنج ید اللہ کا زوردار تھپڑ بن کر ان کے چہرے پر ایسا ثبت ہو چکا ہے۔ کہ بے بسی و ندامت کی انگلیوں کے سیاہ داغ دیکھنے کے لئے کسی آلے کی ضرورت نہیں۔ دور جہالت کے شعرائے قدیم سے لے کر آج تک تحفیظ القرآن الحکیم کی مانند کوئی کتاب حفظ نہیں کی گئی۔ یہ بات تسلیم! کہ صفحات تاریخ میں کئی ایک کتابیں مقبولیت کے بام عروج تک پہنچیں، ان کے ہزاروں ایڈیشن مہینوں میں شائع ہوئے۔ انکا حرف حرف پڑھا گیا۔ نئے نظریے قائم ہوئے، جغرافیائی حدوں کو ٹاپ کر اغیار کو دعوت نظر دیتی رہیں۔ لیکن تابہ کے کب تک سدا رہے نام اللہ کا۔ چند مہینوں اور چند سالوں کے بعد صفحہ ہستی سے بالکل دھودی گئی۔ دنیا مین صرف ایک کتاب ہے جو اپنا تعارف وکتاب وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ﴿۳﴾ (الطور) سے کرائی ہوئی۔ سطروں میں محفوظ ہے۔ نشر واشاعت کے افق پر خوب سے خوب تر کی معراج پا رہی ہے۔ حفاظت قرآن پاک کے انوکھے انداز کی کوئی مثال تو لائے۔

فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۪ وَ ادۡعُوۡا شُهَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۳﴾ (البقرہ)

Marfat.com

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

انسان کی فکر و دانش نے مریخ و ثریا کو زیر قدم کر لیا ہے۔ چاند کی سرزمین کو کئی ایک انسان اپنے پاؤں تلے روند چکے ہیں۔ فضاؤں اور خلاؤں کی بسیط وسعتوں کو ماپا جا چکا ہے۔ زمین کی پہنائیوں کی عمیق گہرائیوں تک رسائی حاصل کی جا چکی ہے۔ سمندر کا چپہ چپہ کھنگال مارا ہے۔ لیکن اس تسخیر کائنات میں مصروف انسان نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تار کی سحر کر نہ سکا

حضرت انسان کی سوچ و فکر کے زاویے نے کبھی اپنا رخ اس طرف موڑا ہی نہیں کہ میری زندگی کا حاصل کیا ہے اور کیا میری زندگی کی منزل اور کیا میرا مقصد تخلیق یہی ہے۔ کہ میں ان چاند ستاروں کے پیچھے دوڑتا پھروں، جن کو مسخر کرنے اور میرا غلام بنانے کا اعلان چودہ سو سال پہلے کیا جا چکا ہے۔ ابھی اس پر یہ راز منکشف ہی نہیں ہوا۔

کسی حقیقت شناس اور نگاہ رسا کے مالک نے کیا خوب کہا تھا کہ دنیا اور مافیہا ایک سائے کی مانند ہے۔ اس کی طرف جتنا دوڑو گے یہ مزید آگے بلکہ اور آگے بڑھے گا اور اگر اس سے دامن چھڑا کر سمت مخالف چلو گے تو یہ تمہارے پیچھے پیچھے آنے پر مجبور ہوگا۔ اس لئے آج ترقی یافتہ دور میں کوئی انجینئر، کوئی سائنس دان مکمل تسخیر کائنات کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جبکہ تقدیر کے قاضی کا فتویٰ صفحات قرآن میں آج بھی مرقوم ہے کہ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ (آل عمران) یعنی اے بندہ مومن اگر تو اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دل میں اجالا کر لے۔ اگر احمد مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اپنے دل میں

Marfat.com

مقامی کر لے تو یہ بادل، یہ گھٹائیں، یہ گنبد افلاک کی خاموش فضائیں یہ کوہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں، یہ سب کچھ تمہارے تصرف میں ہوں۔

ایک کوتاہ بیں کی نظر میں دولت وثروت کی ریل پیل کامرانی کا زینہ ہے۔ مادیاتی دنیا کا پروردہ ذہن دنیوی رعنائیوں اور وقتی لذتوں میں فرحت وانبساط تلاش کرتا ہے۔ جسم ظاہر کے آرام وسکون کو چین وقرار سے تشبیہ دیتا ہے۔ اس لئے تن آسانی اور تن پروری کے لئے محیر العقول آلات اور اشیاء منصہ شہود پر لا چکا ہے۔ خورد ونوش اور کام ودہن کے ذائقے کے لئے بیسیوں قسم کے کھانے پھل مٹھائیاں مشروبات پر تجربات کر رہا ہے۔ ایک مٹی کے دیئے سے ترقی کر کے ہزار ہا قسم کی برقی روشنیاں قمقمے، لائٹیں ایجاد کر کے ویرانوں، سڑکوں، گلیوں اور گھروں کو بقعہ نور بنا چکا ہے۔

دل کی دنیا میں روشنی درکار ہو تو یہ صرف اس در سے میسر ہو سکتی ہے۔ جس کی خاطر تخلیق کائنات کا کھیل رچایا گیا ہے۔ اور جن کی غلامی سے عرب کے گڈریے ہمدوش ثریا ہو گئے۔ ان کے انگلی کے اشارے تقدیر الٰہی بن گئے۔ ان کے دل کی دھڑکن اور ان دھڑکنوں میں بسنے والے خیالات کی ترجمانی آیات قرآنیہ سے ہونے لگی۔ تاج قیصر وکسریٰ کے کروفران کے پاؤں کی دھول بن گئے۔ یہ فضائیں یہ ہوائیں ان کی مواصلاتی پیغام رساں بن گئیں۔ جنگلوں بیابانوں کے چرند پرند اور درندان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے لگے۔

جو کرنی ہو جہانگیری محمد ﷺ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا

کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے باوفا شاہینو! اور ان دیکھے خدا پر پختہ یقین کے پیکرو! یہ تاریخ ہماری ہے۔ یہ ہمارا وہی گردوں ہے جس کے ہم ٹوٹے ہوئے تارے ہیں۔ وہ غازی وپراسرار بندے ہمارے ہی آباء تھے۔ اگر آج ہم محمد ﷺ کی غلامی اختیار کر لیں جو زبانی دعووں تک محدود نہ ہو۔ بلکہ عشق ومحبت کی وارفتگی میں ہماری زندگی کا ہر سانس اور ہمارے دل کی ہر دھڑکن ان کے حکم کی پابند ہو جائے۔ تو گردوں سے فرشتے قطار اندر قطار ہماری

Marfat.com

نصرت کو اب بھی اتر سکتے ہیں۔ آگ بھی آج انداز گلستاں اختیار کر سکتی ہے۔ آج بھی کئی خشک دریاؤں کے سوتے ہمارے حکم کے منتظر ہیں۔ کئی دارا و سکندروں کے تاج ہماری راہ دیکھ رہے ہیں۔ جو اس خون عرب کی قبا سے آج رنگین ہونا چاہتے ہیں۔ انتظار تو اس بات کا ہے کہ تیرا ضمیر کب جاگتا ہے اور فطرت کی آواز کب سنتا ہے جو کہہ رہی ہے کہ

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Marfat.com

زورِ حیدر، فقرِ بوذر اور صدقِ سلمانی

جس فضا میں حلاج کی سولی لٹک رہی ہو۔ جہاں جور و استبداد کے ساتھ ساتھ فرعونوں کی فرعونیت اپنے عروج پر ہو۔ جہاں شعوب وقبائل کی بنیاد پر، نسلی امتیازات کی تفریق پر، جغرافیائی حدود کے امتیازات پر، معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی ۔ ہو۔ زنجیر وسلاسل کی زبان میں گفتگو کی جاتی ہو۔ نادر شاہی احکامات چلائے جاتے ہوں۔ خدایان بحر وبر، کبر ونخوت کے بہت اونچے ریت کے ٹیلوں کو کبھی نیست ونابود نہ ہونے والے محلات تصور کر کے نیچے والوں کو نفرت وحقارت سے حقیر وذلیل سمجھ لیں۔ جب اہل بیت کے چھیر لگانے والی شمشیریں انسانیت کے خون کی پیاسی ہی رہنے کی عادی ہوں۔ جب گفتگو کے اسلوب و سلیقے پہ قابو پانے کی خودم توڑ جائے تو

اس دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہوں تہہ و بالا

عیش جہاں کو دوام نہیں۔ گردش دوراں کی مانند، کبھی اٹھتی لہر، کبھی ڈوبتی موج، کبھی روشن کبھی تاریک، کبھی طوفان کبھی حبس ایسے میں کوئی مرد قلندر، فرعونوں کو فرعونیت سمیت غرق کرنے کے لئے کردار موسوی ادا کرنے کو پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ کوئی مرد مجاہد اس زمانے کے وسیع سمندر سے قوت وطاقت حیدری کی موج کی صورت ابھرتا ہے۔ اودنیا کی کبر ونخوت کی بلند ترین عمارات کی چوٹیاں راکھ کا ڈھیر بنا ہی دیتا ہے۔ کئی بش ٹھس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کذب وفریب کی ریشہ دوانیوں کی جھوٹی چکا چوند کو بجھانے کے لئے صدق سلمانی کے کردار کا روشن آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اور سارے عالم کو منور کر دیتا ہے۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

Marfat.com

حیدری زور، بوذری فقر اور سلمانی صدق وصفا کے امینوں کو استغنا و بے نیازی کی زرہ، سکوں کی جھنکار کے نیزوں سے زخمی نہیں ہونے دیتی۔ چنگیزیت صفت افرنگیوں اور آئی ایم ایف کے غرور کے بھالے۔ توپوں کے گولے میزائیلوں کی میزائیلیاں اور ان کی دہشت سامانیاں، خود ہی وحشت وحیرت میں گھٹ کے مر جاتی ہیں۔ ان کا جینا مرنے سے بدتر اور مرنا عبرت کا نشان بن جاتا ہے۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

شکوہ سنجر و سلیم ہو، یا سطوت سلطانی، آئین جہانگیری ہو یا انداز کوفی وشامی، زر وسیم کا نصاب از بریاد کرنے والے ہوں یا تاتاری ظلم کی بات، عقل روباہی ہو یا حیلہ افرنگی، ان سب کا توڑ، فقر وبوذر، مقامی شبیری جذب ومستی، جبرئیل، قبل از وقت قیامت برپا کر دینے والے شاہین کا تجسس، آزادی وموت سے کسی ایک کے انتخاب کا جذبہ ہے۔ زور حیدر ہے۔ فقر بوذری ہے اور صدق سلمانی ہے۔ باقی تمام بتان آذری یا آتشکدہ نمرودی۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن، فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

بے تیغ وسنان فقر بوذر، اللہ کی شان بے نیازی، مقام شبیری ایسے عناصر ہیں۔ جن کے حضور، بزم خاوراں دولت وثروت کے نشہ میں اندھی آنکھیں۔ دولت وقمار بازی کی بساط میں الجھے ہوئے سرہائے پرغرور۔ سجدہ ریزیاں کرنے پر ہمیشہ مجبور رہے ہیں۔ گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برھان صفت لوگ کفر وطغیان کے کوہ وبیاباں میں بکھرے کانٹے مسلتے ہی رہے ہیں، اہل کلیسا ہوں یا گراں خواب زر وسیم، یورپ ومغربی اقوام کے بلند پرواز کرگسوں کے غول ہوں۔ یا فرنگیانہ تعلیم سے ابھرتے ہوئے بگولے۔ سب کے سب تقدیر

Marfat.com

کے پابند رہے ہیں اور تقدیر امم کی زمام ہاتھوں میں تھامنے والے فقر حیدری اور صدق سلمانی کے وارث کائنات کی تقدیریں۔ گھوڑے کی باگ کی طرح۔ خود اپنی مرضی سے موڑتے ہی رہے ہیں۔

الٹ جائینگی تدبیریں، پلٹ جائیں گی تقدیریں
حقیقت ہے، نہیں میرے تخیل کی یہ خلاقی

چوب کلیم سے لگائی گئی ضرب کلیم اور غیرت وحمیت انسانی کی آب سے چمکی ہوئی تیز دھار شمشیر محمدی، جہاں جہاں بھی چمکی۔ اس نے محکوموں کے سر اٹھائے۔ رشک اوج ثریا بنائے۔ ان بادلوں میں چھپی پرانی، بجلیوں کو از سر نو چمکنے کی خو بخشی۔ تو دوسری طرف، روم و شام اور قیصر و کسریٰ کے تاج قدموں میں ڈھیر ہو گئے۔ جبر مسلسل کے دھنی بازو توڑے۔ نخوتوں کے ناپاک بوجھ سے بھاری قدموں ہڈیاں مسلیں۔ فقر بوذری، زور حیدری اور صدق سلمانی نے رحمتوں کی پھوار بھی بکھیری۔ صدیوں سے مظلومی کی جھلستی آگ سے جھلستے لوگوں کے جسم پر مرہم رکھا۔ ان کو ٹھنڈک بخشی۔ پرسکون نیندیں عطا کیں۔ ان کی راتیں، چین و سکون کی امین بنیں۔ اور دوسری طرف اسی تلوار نے استبدادوں کی استبدادیوں کے سر کچلے۔ پھر یا تو خود ان کے اندر فقر غیور کی چنگاریاں پھوٹیں اور غیرت و حمیت کے بادل بن کر برسے۔ یا پھر عبرتوں کا نشان بن کر ابو جہلی اور ابولہبی مسندوں پر بیٹھ کر لعنتوں اور پھٹکاروں کے سزاوار ٹھہرے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ انتہائی تلخ نوائی کی صورت میں گوارا کرنا ہی پڑتا ہے۔ شیروں کے دل دہلا دینے والے شیر دل، اہل ایمان نے طلسم ہائے رنگ و بو میں غرقابوں کو، نادر شاہی اور تاتاری نوابوں کو اور کوشک سلطانی کے نشے میں ڈوبے خرابوں کو، صنم کدہ جہاں پر زیادہ دیر تک بوجھ بن کر کرنہ رہنے دیا۔ وہ خود مثل ابراہیم آتش نمرود میں کود ے۔ اور تقدیر

Marfat.com

کے قاضی کے حکم سے وہ آگ ان کے برداوسلامات بنی۔ لیکن پھر بے بسی اور بے چارگی کی آگ نے نمرود اور سارے نمرودیوں کو جس آگ میں جلایا۔ ایسے میں اعلان ہوتا ہے۔ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴿۶۹﴾ (النمل) یعنی ذرا دیکھ۔ اس وقت مجرموں، ظالموں کا کیا حال ہو رہا ہے۔

ہاں آج بھی اس قافلہ میں، قافلہ سالاروں کی بھیڑ ہے۔ دوسری طرف آج بھی فرعون بے بسی اور بے چارگی کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ اب یہ جھلتے رہیں گے۔ ان کی نیندیں حرام ہوئی ہیں۔ حرام ہی رہیں گی۔ ان کے گھر قبرستان بنے ہیں، بنے ہی رہیں گے۔ مثل خلیل آگ میں کودنے والوں کی کمی نہیں۔

دنیا میں قومیں بے معجزہ نہیں ابھرتیں۔ کلیمی میں کارگر ضرب کلیمی نہ ہو۔ تو فلک بوس محلات مٹی کا ڈھیر نہیں بنتے۔ اس لئے اب جاگنے کا وقت ہے۔ زور حیدر، فقر بوذر اور صدق سلمانی کے معجزے دکھانے کا وقت ہے۔ اٹھ جاگ، ہوش میں آ، تیرے پاس کس چیز کی کمی ہے۔

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا، وہ کیسا دہقاں
اپنی خود پہچان، او غافل افغان
ڈھونڈ کے اپنی اک میں جس نے پایا اپنا آپ
اس بندے کی دہقانی پہ سلطانی قربان
اپنی خود پہچان، او غافل افغان

Marfat.com

محبت

محبت ماں کی ہو۔ یا مال کی۔ محبت، محبّ کو اندھا کر دیتی ہے۔ اور محب، محبوب کی محبت میں ایسا اندھا ہوتا ہے۔ کہ محبوب میں ہزار عیب ہوں وہ اس کو نظر ہی نہیں آتے۔ مال و دولت کی محبت میں ڈوبنے والوں کو دیکھ لو۔ مال اپنی ہزار چکا چوند کے باوجود۔ اپنی کمزوریاں زمانے سے چھپا نہیں سکتا، مال جتنا بھی زیادہ ہو۔ اس سے دل نہیں بھرتا۔ گھر بھر لو۔ تجوریاں بھر لو۔ بینک بھر لو۔ سب کچھ بھر جائے گا۔ نہ دل بھرتا ہے نہ آنکھیں، کیا یہ عیب، کوئی چھوٹا سا عیب ہے۔ اس کے باوصف اس کی محبت میں غرق لوگوں کی بے بسی پر رحم آتا ہے۔

مال و دولت کی محبت میں غرق ہونے والا خوب جانتا ہے کہ اس کم بخت کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ تن کی چھاؤں ہے آتا ہے دھن، جاتا ہے دھن، ابھی میری جیب میں تھوڑی دیر بعد۔ تمہاری جیب میں، آج میرا، کل تیرا۔ آئے تو غرور میں اندھا کر دے بس اپنے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ اگر نظر آئے بھی تو ہیچ در ہیچ۔ جائے تو آنکھ، دل، فکر، سوچ، عقل، سب کچھ لوٹ کر لے جائے۔ کچھ نہ چھوڑے۔ عزیز، اقرباء، چھوڑ جائیں۔ بہن بھائی چھوڑ جائیں، عزت آبرو چھوڑے، سب روٹھ جائیں اپنا بیگانہ سب چھوڑ جائیں حتیٰ کہ سایہ بھی ساتھ نہ دے۔

تیرے آنے سے دل دھڑکے، تیرے جانے سے دل روئے
تیرا آنا، تیرا جانا، نہ یہ اچھا، نہ وہ اچھا

اس کے اس بے وفائی کے نقص کے باوجود اور اس کی اس حرکت کو جانتے ہوئے بھی، ہر کوئی اس پر مرمٹ رہا ہے۔ اس کی محبت میں ایسا مدہوش کہ اس کی طلب و چاہت میں ہر قانون ہر اصول اور ضابطہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز ختم۔ بس اس کے سامنے پیسوں سے بھری ہوئی جیب ہونی چاہئے، خواہ کسی کی ہو۔ اس جیب تک رسائی حاصل کرنا، اس کی سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ ماں، باپ، بھائی، بہن اپنا بیگانہ جس کی جیب بھی ہو۔ اس کی جیب سے سب کچھ نکال لینا، بلکہ کچھ کھرچ لینا ہی اس کی چاہت

Marfat.com

کی معراج ہوگی۔ وہ تمام تر صلاحیتیں اس کے لئے خرچ کردے گا۔ کسی کا تڑپنا، بلکنا، چیخنا، چلانا اس کی ہوس کی انتہا میں لغزش نہیں لائے گا۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے، جو جتنا زیادہ پیسے والا ہے، وہ اتنا زیادہ محتاج ہے۔ یہ محتاج بیچارہ پھر اس کے بعد کسی اور شکار کی تلاش میں ہوگا جو شکار نظر آئے گا اس پر جھپٹ پڑے گا جھنجھوڑے گا، بھنبھوڑے گا۔ چھینا جھپٹی میں جب کچھ چھین لے گا، خوش ہوگا۔ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ (حمزہ) مال جمع کرے گا اس کو بار بار گنے گا اور خیال کرے گا کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ کلا ہرگز نہیں لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝ (حمزہ) بلکہ آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اگر آگ میں مال جائے گا تو مال والا بھی تو جائے گا۔ بلکہ مال جائے نہ جائے وہ ضرور آگ میں پھنکا جائے گا۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ (حمزہ) اور تو کیا ادارک کر سکتا ہے کہ حطمہ کیا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ (حمزہ) وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے۔ توڑ پھوڑ کر دینے والی۔ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ (حمزہ) جو بدن کو لگتے ہی دلوں تک پہنچ جائے گی۔ دنیا کی آگ میں یہ کیفیت نہیں۔ وہ جسم کو لگتی ہے، جسم کو جلاتی ہے اس کے دلوں تک پہنچنے سے پہلے ہی آتش زدہ انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ اسی لئے دلوں تک آگ کے پہنچنے کے دکھ کا ادراک نہیں ہو سکتا اور یہ آگ جو اللہ تعالیٰ نے سلگھائی ہوئی ہے اس انداز سے مال کو اکٹھا کرنے والے کے جسم کو لگتے ہی دل تک پہنچ جائے گی اور موت پھر بھی نہیں آئے گی۔ پھر اس آگ سے فرار ممکن نہیں ہوگا، کیونکہ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (حمزہ) کہ ایسے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے اور آگ کے گھیرے میں ہوں گے کہ فرار ممکن نہ ہوگا۔

یہ آگ وہی ہوگی جو اس نے غرباء، فقراء امراء، اپنوں، بیگانوں سے ان کا مال چھینتے ہوئے ان کے دلوں میں لگائی تھی۔ ایک وقت آئے گا یہ آگ حطمہ کی شکل میں اس کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ الامان والحفیظ یہ تھی مال کی محبت اور یہ ہے اس کا انجام جس کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔

Marfat.com

دوسری محبت، مال کی یعنی انجام کی محبت ہے کہ دنیا جیسی گزرے سو گزرے انجام بخیر ہو، انجام محمود ہو دنیا کو زوال ہے، اس کو فنا ہے، اس کے بعد زندگی کو دوام ہے، اس لئے دنیا اور مال سے محبت کرنے والے دنیا اور مال فنا ہونے کے بعد خود بھی فنا ہو جاتے ہیں، محبت بھی فنا ہو جاتی ہے اور انجام کی فکر کرنے والے کو انجام کے بعد دوامی زندگی کی وجہ سے انہیں بھی دوام بخشتی ہے۔

یہ محبت یہ نعمت ہر ایک کی قسمت میں نہیں ہوتی، قدرت بڑی فیاض ہے۔ لیکن اس فیاضی میں بے قدری کی فضا پیدا نہیں ہونے دیتی۔ جس کو یہ نعمت، محبت مال مل جائے ان کو بڑی فیاضی سے ملتی ہے۔ اس محبت کا مرکز لازوال ہستی ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس لازوال ذات کی محبت بھی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ لیکن اس اندھے اور دوسرے اندھے میں فرق یہ ہے کہ مال کا اندھا ایسا ہوتا ہے کہ اسے مال کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ جبکہ مال اور انجام پر نظر رکھنے والے کو مال بھی نظر آتا ہے اور اس کا انجام بھی۔ وہ مال کو دیکھتا ہے اور اس کے زوال کو بھی دیکھتا ہے۔ اس کی بے ثباتی کو دیکھتا ہے۔ اس کی بے وفائی کو دیکھتا ہے، اس کی موجودگی میں پیدا ہونے والی رذیل صفات کو دیکھتا ہے، اس کے تمام عیوب و نقائص اس کی نظر کے سامنے ہوتے ہیں، اس کے بھیانک خوفناک اور عبرت ناک انجام کو دیکھتا ہے۔ بلکہ مرنے کے بعد وارثوں میں جنگ و جدل کو دیکھتا ہے۔

دوسری طرف لازوال ذات کی لازوال نعمتوں، عنائیتوں، کرم نوازیوں کو بھی دیکھتا ہے۔ پھر اس کے حسن میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کے سوا اس کو پھر کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کی فکر اس کی حد اس کی سوچ اس کی چاہت کی انتہا اور اس کی محبتوں کا مرکز و محور صرف وہی ذات گرامی ہوتی ہے۔ اس لازوال ذات کے حسن میں ڈوب کر بھی اگر کسی اور کا حسن مسحور کرتا ہے تو وہ اس کا حسن ہے جس نے اس وحدہ لاشریک کا راستہ بتایا۔ اس ذات سے متعارف کرایا۔ وہ سوچتا ہے۔ مجھے اس مقام تک لانے والا کون ہے۔ یہ راستہ کس نے بتایا ہے۔ اس ذات کے حسن و جمال سے شناسائی بخشنے والا کون ہے۔ ان دیکھے محبوب کی چاہتوں

Marfat.com

سے مسحور کس نے کیا ہے۔ پوری کائنات میں گھوم پھر کر دیکھنے کے بعد صرف مدینے والے ہادی و مولا، کریم و شفیق، مخبر صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی نظر آتی ہے۔ جو اس ذات سے واقف ہے، اس سے اس کا بلا واسطہ رابطہ ہے۔ اور ہمہ وقت رابطہ ہے۔ چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کو بلکہ اس کے درجے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس سیڑھی کا ہر درجہ مطلوب تک پہنچانے میں معاون بنتا ہے۔ ذات باری تک مدینے کا والی اور مدینے کے والی کی ہر ادا سیڑھی کے اسی درجے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے سوا اس ذات تک رسائی کا اور کوئی راستہ نہیں۔

خلاف پیمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

البتہ اس لازوال ذات سے محبت اور اس لازوال سے رابطہ کرانے والی ذات سے محبت میں فرق یہ ہے کہ اس طرح دیوانگی بھی چل جاتی ہے ادھر محبت میں اندھا ہونے سے پرہیز ہے۔ با خدا دیوانہ باش و با محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوشیار

Marfat.com

عود و عنبر کی خوشبو سے معطر حروف

☆......میرے پاس کوئلے کا تاجر آیا۔ میں نے اس سے کہا، اس کام میں ہاتھ کالے ہوتے ہیں اس نے جواب میں کہا ہاتھ ہی نہیں، منہ، بدن اور کپڑے بھی کالے ہوتے ہیں۔ میرے دل میں آئی، کالے کاروبار سے کالا پن (کالک) ہی بڑھ سکتا ہے۔

☆......داناؤں کی ہمیشہ یہ دعا رہی ہے کہ اے خالق ہمیں تنگی دے نہ فراغت، بالکل ایسے جیسے پاؤں کی جوتی، جو پاؤں میں ٹھیک بیٹھے، تنگ ہوگی تو چبھے گی اور تکلیف دے گی۔ کھلی ہوگی تو منہ کے بل گرائے گی۔

☆......عظیم آدمی غریب ہو سکتا ہے، خوشامدی نہیں ہو سکتا اور خوشامدی امیر تو ہو سکتا ہے عظیم نہیں۔

☆......مجھ ضعیف آدمی سے اگر کوئی یہ کہے، کہ ابو جہل کی شخصیت کا چار الفاظ میں احاطہ کروں، تو میں یوں کہوں گا۔ تکبر، سازش، خودغرضی اور شقاوت، اس کی فطرت میں شر تھا۔ اس کی زبان میں زہر بھرا ہوا تھا۔ اس کے لہجے میں کمینگی تھی۔ اس کی طنز سے آگ برستی تھی۔ بات کرتا تھا تو لگتا تھا تیزاب کے چھینٹے اڑ رہے ہیں۔ وہ جوڑ توڑ کا ماہر تھا۔ اس کی اصل طاقت، اس کا سازشی ذہن تھا۔ وہ لڑتا کم، لڑواتا زیادہ تھا۔ الغرض اس میں مخالفت صراط مستقیم کے ساتھ ساتھ ہر برائی موجود تھی۔

☆......غصیلے الفاظ، درد اور دکھ ہی بانٹتے ہیں۔

☆......غریب وہ ہے جو، دوستی کی نعمت سے محروم ہو۔

☆......مظلوم وہ ہے، جس کے دوست اس کے دشمن ہوں۔

☆......بے بس وہ ہے، جو گناہوں کو چھوڑ نہیں سکتا۔

☆......نامراد وہ ہے، جسے نیکی کی توفیق حاصل نہ ہو۔

Marfat.com

☆......قابل رحم وہ ہے، لوگ جس کے ظاہری حسن میں گرفتار ہوں اور وہ خود باطن میں بدکردار ہو۔

☆......قابل رشک وہ ہے، جو کثیر مخلوق کا محبوب بن کر بھی خالق حقیقی کا محب بنا رہتا ہے۔

☆......حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے کسی نے کہا۔ آپ صدقات میں بہت اسراف سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اسراف کی عادت پڑ چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کو عطا کی۔ اب گر میں اپنی عادت بدلتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہیں اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت نہ بدل لے۔

☆......درویشوں کے قافلے میں جو لذت اور راحت ہے وہ امیروں کی معیت میں کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

☆......پاؤں میں چبھے ہوئے کانٹے کا نکالنا مشکل ہے، تو دل میں چبھے ہوئے کانٹے کو نکالنا کونسا آسان ہوگا۔

☆......سن لے اور غور سے سن لے۔ سورج، جس نے سارا جہاں چمکا رکھا ہے، اگر ذرا سا قریب آجائے تو سارے جہان کو جلا کر راکھ کر دے۔

☆......دل کی بیماری کا علاج، کوئی صاحب دل، رہبر کامل ہی کر سکتا ہے۔

☆......سچوں کے وعدے، دلوں کو اطمینان بخشتے ہیں اور جھوٹوں کے وعدے پشیمانی۔

☆......سونے کی محبت عقل کو دیوانہ کر دیتی ہے، خصوصاً مفلس کو بہت ذلیل کرتی ہے۔

☆......عشق مجازی، چونکہ صفت سے ہوتا ہے اس لئے پائیدار نہیں ہوتا۔ صفت ضائع ہوئی، تو عشق بھی روانہ ہوگیا، ذات لازوال کا عشق بھی لازوال ہوتا ہے۔

☆......اگر بانسری کی طرح یار کے ہونٹوں سے ملا ہوتا تو بانسری کی طرح سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی باتیں کرتا۔

☆......جس طرح گندہ تیل مشین کی نالیوں کو خراب کر دیتا ہے، رزق حرام بھی دل کی نالیوں کو خراب کر دیتا ہے۔

Marfat.com

☆ حیرت ہے تو ڈاکٹر کی بات مانتا ہے کہ ڈاکٹر نے فلاں چیز کا پرہیز بتایا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان بھول جاتا ہے، کہ فلاں چیز کھاؤ اور فلاں نہ کھاؤ ورنہ دل بیمار ہو جائے گا۔

☆......اندھا دیکھ نہیں سکتا پھر بھی اسے اکثر باتوں کا حق الیقین سا یقین حاصل ہوتا ہے۔ تو آنکھیں رکھتے ہوئے بھی شک کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

☆......بچہ، جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہیں تھا، باپ کی گردن پر سوار تھا۔ جب ہاتھ پاؤں استعمال کرنے لگا مصیبتوں اور مشقتوں میں پھنس گیا۔ اپنے اعضاء پر بھروسہ کرنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ اعضاء کام کے لئے ہیں بھروسہ کے لئے نہیں۔ بھروسہ اس پر کر جس نے اعضاء بخشے ہیں۔

☆......بھلے کی تو ہر شے بھلی لگتی ہے، ذرا میری آنکھ سے دیکھ۔

☆......دنیا کیا ہے شاہ سے غافل ہو جانے کا نام، نہ کہ سونے چاندی، بیوی اور بچوں کا نام۔

☆......کشتی پانی کے بغیر نہیں تیر سکتی، پانی کشتی کے نیچے ہی رہے تو تیرے گی اور اگر پانی کشتی کے اندر آ گیا تو ڈوب جائیگی۔ تو دنیا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اسے قدموں کے نیچے رکھ اگر یہ دنیا دل کے اندر گھس گئی تو غرق کر کے رکھ دے گی۔

☆...... وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (النحل:68) گواہ ہے کہ شاہ نے شہد کی مکھی کو جو علم سکھا دیا ہے وہ ہاتھی، گدھے اور گورخر کو کہاں نصیب ہے۔

☆......احد اور احمد سے تعلق پیدا کر، ان کے نام سے بلندیاں نصیب ہوں گی۔

☆......جب اللہ تعالیٰ کسی کے عیب ظاہر کرنا چاہتا ہے، تو اس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی کی طرف کر دیتا ہے۔

☆......جہاں پانی بہتا ہے وہاں سبزہ ہوتا ہے، اپنی آنکھیں گریاں رکھ، تیری روح کے آنگن میں بھی بہار آئے گی۔

☆......کوہ طور، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کے صدقہ انوار الٰہی کا مرکز بنا، جبھی تو وہ

Marfat.com

آپ کے قدموں کو چوم کر باکمال ہوگیا۔ اور نقص سے پاک ہوگیا۔ پاکوں کے قدم پاکیزگی دیتے ہیں۔

☆...... پتھر کا ایک ٹکڑا، کئی گھڑے توڑ سکتا ہے کسی چشمے کا منہ نہیں بند کر سکتا۔ لوگوں کی آس اور امید کے گھڑے توڑنے والا پتھر نہ بن پتھر کے بت توڑنا تو بہت آسان ہے، لیکن نفس کے معاملے کو آسان سمجھنا نادانی ہے۔

☆...... نفس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔

☆...... نفس کے ہر سانس کے ساتھ ایک مکر پوشیدہ ہے اور ہر مکر میں سو فرعون غرق ہیں۔

☆...... عقلمند، دونوں جہان کے لئے رحمت ہوتا ہے۔

☆...... تھوڑی دیر کے لئے شاہ کے دوستوں سے مل بیٹھنا، سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

☆...... جب نام احمد ﷺ کسی کا یار ہوتا ہے۔ تو ایک مضبوط قلعہ بن جاتا ہے یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا۔

☆...... اہل باطن کا ہم نشین بن، انعام بھی ملے گا، مراد بھی۔

☆ بہت دولت اکٹھی کرنے والے عقلمندوں کے لئے ہنسی کا سامان بن گئے۔ فرعون کے لاکھوں نیزے اور لاٹھیاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا لقمہ بن گئے تھے۔ اچھی صورت، بری عادات کی وجہ، جو کے چار دانوں کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی۔

☆...... تنقید کرنے والے اور نکتہ چینی کرنے والے ہمیشہ فیض سے محروم رہتے ہیں۔

☆...... مومن کا دل ایمان کی وجہ سے قیمتی ہوگیا، جبکہ ایمان سے محروم کافر کا دل مٹی کا ڈھیر ہے۔

☆...... اگر آپ منزل سے محبت کرنے لگیں تو راستے کی سختیاں بھی خوشگوار ہو جائیں گی۔

☆...... حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے ایسے چھوڑے ہوئے ہیں، جو ہر وقت یہ دعا مانگتے رہتے ہیں یا اللہ کسی سخی کو ذلیل نہ کرنا۔

☆...... دنیا میں دنیا کے کاموں کی اجرت ملتی ہے، اور آخرت میں آخرت کے کاموں کی اجرت ملے گی۔

Marfat.com

کسب رزق حلال، سیرت طیبہ کی روشنی میں

خالق ارض وسما نے حضور رحمت عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو پوری انسانیت کے لئے بہرانداز بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ عبادت، ریاضت، اخلاق وکردار، قول وفعل، نشست وبرخاست، رہن سہن، لین دین، غرض ہر وہ شعبہ جسے عقل انسانی حسن کردار سے تشبیہہ دیتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اخلاق کے ہر اس پہلو کی اس انداز سے تکمیل کر دی ہے اور اس کے لئے ایسا اعلیٰ نمونہ اور مثالی کردار چھوڑا ہے کہ اس کی مثال کسی اور عام و خاص انسان سے ممکن نظر نہیں آتی۔

معیشت اور انسانیت دونوں ایسے لازم وملزوم ہیں جیسے انگلیوں کے ساتھ ناخن، ناخن انگلیوں سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ اسی طرح معیشت اور انسان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ انسانیت کے ایسے جزو لاینفک اور اہم ترین شعبہ میں انسانیت نے ایسے ایسے دھوکے کھائے ہیں۔ اور ایسے ایسے قدم اٹھائے ہیں کہ بعض اوقات سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ پیٹ کی آگ مٹانے کے لئے، قتل وغارت، ظلم وستم اور بربریت کے ایسے انداز اختیار کئے ہیں کہ درندوں کے سر بھی شرم وخجالت سے جھک جاتے ہوں گے۔ حلال وحرام کے پیمانے توڑنا۔ غاصبانہ قبضوں کی طرح ڈالنا، چوری قذاقی اور رہزنی کے راستوں کی بنیاد ڈالنا۔ یہ سب شاخسانے اسی معیشت کی راہ کے کانٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے اس میدان میں انسانیت کی راہنمائی فرمائی۔ اپنے قول اور عمل سے روشن راہ دکھائی۔ اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ نے بکریاں چرائیں۔ اونٹوں کی رکھوالی کی۔ تجارت فرمائی۔ اور اس دور میں جبکہ انسانیت کا ضمیر بالکل مردہ ہو چکا تھا۔ تجارت میں امانت وصداقت کے ساتھ عمل فرمایا اور رزق حلال کھانے اور کاروبار حیات میں ایسا کردار ادا کیا۔ کہ دنیا نے امین وصادق کے حسین القابات سے یاد کیا۔

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ نے رزق حلال کمانے اور رزق حلال کھانے کے لئے اپنے ارشادات وفرامین سے بھی پوری انسانیت کی راہنمائی فرمائی۔ اعلان نبوت کے بعد چونکہ منصب نبوت کی ذمہ داریاں اس قدر بڑھ گئیں کہ خود معیشت کی راہ پر چلنا مشکل تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کے لئے خود انتظامات فرما دیئے۔ جیسے مال غنیمت میں خمس وغیرہ اس لئے حضور معلم علم وحکمت ﷺ نے اس شعبہ زندگی میں ارشادات کی روشنی میں خصوصی راہنمائی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے معاشی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ (المائدہ:5) اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ اشیاء، حلال کی گئی ہیں مزید ارشاد ہوا۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِیْهَا فَاكِهَةٌ ۪ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ﴿۱۲﴾ (الرحمٰن) ہم نے جانداروں کے لئے زمین بنائی اور اس سے پھل اور خوشوں والی کھجوریں اور بھس والا اناج اور خوشبودار پھول پیدا کئے۔ ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے۔ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ (عبس) پھر ہم نے زمین کو پھاڑا۔ اس میں اناج، انگور، سبزیاں، زیتون، کھجوریں، گھنے باغات اور گھاس اگائے۔ یہ سب تمہارے لئے اور تمہارے چوپائیوں کے فائدہ کے لئے ہیں۔

رزق حلال کے پوری انسانیت کے لئے یکساں مواقع فراہم کر کے ارشاد فرمایا۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ (النجم) (انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کے لئے اس نے کوشش کی) پھر فرمایا وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ (النجم) اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اس کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے گا۔

پہلے ہر قسم کے مواقع فراہم کئے۔ پھر کوشش محنت اور سعی وکاوش کی راہ دکھائی پھر اس کے بعد حلال وحرام کے پیمانے خود بنائے، پوری کائنات کا رب ہی بہتر پیمانے بنا سکتا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا

Marfat.com

يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ (یونس)

"اے محبوب ﷺ ان سے کہہ دیں۔ تم لوگوں نے کبھی سوچا ہے۔ کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتارا ہے اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حلال اور کسی کی اجازت دی تھی۔ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا بازی کر رہے ہو"۔

حلال اور طیب رزق کے احکام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَآيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ (البقرہ)

"لوگو جو حلال اور پاک چیزیں ہیں۔ انہیں کھاؤ اور شیطان کے راستے پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

یہ مختصر مضمون حضور معلم انسان و جاں ﷺ کے اخلاق حسنہ اور سیرت مقدسہ کی بہترین مثال قرآن پاک کے ہر صفحہ کے حوالہ سے دینے سے معذور ہے۔ البتہ اختصار کے ساتھ آپ کے ارشادات اور عمل کے حوالہ سے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں اور آپ کے عمل مبارک کے چند بہترین نمونے ذہن و فکر کو جلا دینے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی کبھی بھی اپنے بھائی کی کسی چیز کو بلا اجازت نہ سنجیدگی سے لے نہ مذاق سے اور جب کوئی اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے۔ تو اسے واپس کر دینا چاہئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ظلم و زیادتی سے کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ہتھیا لی۔ اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کے طوق ڈالے گا۔ رزق کے حصول کے لئے ہر ناجائز راستے کو ناپسند فرماتے ہوئے۔ اس سے باز رہنے کے ارشادات واضح ہیں۔ بھیک مانگنا اور مفت میں

Marfat.com

جھولی بھرنا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ناپسند تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بھیک مانگ
ہے کل قیامت کو اس کے چہرے سے گوشت نوچ لیا جائیگا۔ اسی طرح ایک شخص آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مالی معاونت کی درخواست کی۔ آپ نے فرما
تمہارے پاس کچھ ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میرے پاس ایک پیالہ اور ایک کمبل گھر میں
موجود ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ منگوا بھیجا۔ پھر آپ نے صحابہ سے اس کی بولی لگوائی۔ اس کی
قیمت سے ایک کلہاڑا خریدا اور لکڑی کا دستہ کلہاڑے میں ٹھونک دیا۔ اور فرمایا دست سوال
دارز کرنے سے محنت ومزدوری کرنا بہتر ہے۔ جاؤ لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور فروخت کرو۔

اس انداز سے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے بہترین کمائی اپنے ہاتھ کی
کمائی ہے۔ اور میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کماتے تھے۔ ایک اور
مقام پر ارشاد ہوا۔ کہ اپنے ہاتھ سے رزق حلال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ غرض
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ رزق حلال کمانے
محنت ومزدوری کرنے میں عار محسوس کرنا۔ مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ اس کا کام کرنے پر فخر کرنا
ہے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کر کے ہمارے لئے بہترین راہ
عمل تیار فرمایا ہے۔ اپنے کپڑے خود سی لینا۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لینا۔ اپنی بکریاں خود دودھ
لینا۔ گھر کا پانی خود بھر لینا۔ یہ سب وہ بہترین سیرت طیبہ ہے۔ کہ مسلمان کے لئے باعث فخر
وانبساط بھی ہے اور اپنے ہاتھ سے محنت ومزدوری کر کے رزق حلال کمانے کا بہترین لائحہ عمل
بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

درس قرآن مجید

ابتدائی آیات سورۃ مریم

کھیعص حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معانی کے اظہار میں، مخاطب اول قرآن ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس لئے بندہ مومن کے لئے خاموش رہنے کا مقام ہے۔ یہ حروف شان رسالت کی سند ہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا اور آپ جانتے ہیں۔ ان کے معانی کا تعین حضور ﷺ سے تقدم نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (الحجرات: 1) ترجمہ: منشا یہ ہے کہ بولنے کے مقام پر بولنا اور خاموش رہنے کے مقام پر خاموش رہنا حق ہے۔ بولنا بھی علم کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اور خاموشی بھی علم کے ساتھ ہونی چاہئے علم ہوتے ہوئے۔ آپ خاموش رہے۔ یہ شان رسالت ہے۔

حروف مقطعات، شاہد اعظم ﷺ کی رفعت شان کی سند ہیں۔ علم مطلق کے فرمان کا یہ حصہ اسی ذات بابرکات کے لئے ہے۔ جس پر قرآن کا نزول ہوا۔ قرآن پاک کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی اس بات کی سند ہے۔ کہ علم الٰہی کے حوالے سے شاہد اعظم ﷺ کا مقام و مرتبہ تمام لوگوں سے بلند تر ہے۔ بولنے کے مقام پر خاموش۔ اور خاموشی کے مقام پر بولنا۔ حق کی تعلیمات کے منافی ہے۔ بلکہ بولنے کے مقام پر بولنا اور خاموش رہنے کے مقام پر خاموش رہنا ضروری ہے۔

رحمت ربی مطلوب ہو۔ تو اللہ کے ان بندوں کی صفات اختیار کرنی چاہئیں جن کو رحمت ربی سے نوازا جاتا ہے،

ربک۔ سے احساس بیدار ہوتا ہے۔ کہ وہ رب تو دراصل محبوب ہی کا ہے۔ بس ان کے صدقے میں وہ سب کا رب ہے۔

اے رب تو کتنا عظیم رب ہے، کہ محبوب کا اصل رب تو تو ہے اور ان کے صدقے

Marfat.com

یزیدیوں کو بھی رزق عطا فرما رہا ہے۔

روزی پیا دیویں تو یزیدیاں نوں
ہو کے کربلا والے حسین دا رب

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ (مریم)

"مانگنے والا، جانتا ہے تیرے دربار سے جب بھی مانگا ہے۔ محروم نہیں رہا ہے۔ اس دعا نے اس مانگنے نے۔ ہمیشہ میرا مقدر سنوارا ہے۔ نہ ہونے کو ہونے میں بدل دینا۔ تیرے لئے کیا مشکل ہے۔ میرے حال پر رحم فرمانے والے۔ کرم کی برکھا اور برسا"۔

نِدَآءً خَفِيًّا دعا اپنی ذات کے لئے ہو۔ تو نداء خفیا ہی ہونی چاہئے۔ یعنی خاموشی سے۔ تنہائی میں۔ خلوت کی جاگزینی میں اور اگر دعا جماعت کے لئے۔ تو بلند آواز سے تاکہ اجتماعی شعور بیدار ہو۔

رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ (مریم)

"وہ شخص انتہائی بدبخت ہے۔ اپنے پیچھے برے اعمال، برے اثرات، برے خیالات، اور بری اولاد چھوڑ گیا۔ وہ تو اس کے بعد بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح۔ اپنا ورثہ چھوڑنے کے لئے نیک اور صالح اولاد مانگ"۔

شیطان کی خواہشات کے پیچھے نہ چل۔ تجھے اس کی نیت کا علم نہیں۔ وہ بدترین اور کمینہ ترین دشمن ہے۔ جس طرح گائے کو۔ قصاب کی نیت کا علم نہیں۔ اگر گائے کو اس کی نیت کا علم ہو جائے۔ کہ وہ ذبح کرے گا۔ حلال کرے گا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچ ڈالے گا۔ کھال اتار دے گا۔ ٹانگیں توڑ پھوڑ دے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو وہ کبھی اس کے پیچھے پیچھے سر جھکائے نہ چلتی جائے۔ نہ اس کے گھر جاتی۔ نہ اس کے ہاتھ سے کھاتی۔ نہ اسے دودھ دیتی۔ اگر اس کے ہاتھ سے کبھی کچھ کھا پی بھی لیتی۔ تو وہ کبھی ہضم نہ کر سکتی۔ جو شخص بدی کی حقیقت نہیں سمجھتا

Marfat.com

وہ نیکی کیا کرے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے لفظ خفت الموالی کے پس نظر میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے۔ کہ وہ نیکی و بدی کی حقیقت اور گناہ تک کو سمجھتے تھے۔ انہیں اپنی بوڑھی ہڈیوں پر اٹھاتے فرض کی ذمہ داری کی بھرپور خبر تھی۔ اس لئے اپنے بعد وہ ذمہ داری اٹھانے والا مانگا۔ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۝ (مریم)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن مسجد میں ایک انتہائی خوبصورت پودا دیکھا۔ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اتنی خوبصورت بوٹی دیکھی۔ اس کے قریب ہوئے اور پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ حضرت میرا نام ''خروب'' ہے۔ میں جہاں پیدا ہوتی ہوں وہاں ویرانیاں لاتی ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے۔ کہ ہمارے وصال کا وقت آ گیا ہے۔ ورنہ ان کی موجودگی میں تو مسجد ویران نہیں ہوسکتی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی۔ یقیناً کوئی ایسی بوٹی۔ کوئی ایسا پودا۔ ضرور دیکھ لیا ہو گا۔ جس کا اظہار اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ (مریم:5) فرما کر فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۝ کی دعا اور درخواست پیش کردی۔ کہ مسجد ایمان و تبلیغ و دعوت ان کے بعد ویران نہ ہونے پائے۔

یٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى (مریم:7)

ہر فریادی کی فریاد سننے والے نے۔ اپنے خاص الخاص بندے کی فریاد سنی۔ جس نے خود اپنے محبوب ﷺ کے محبوب مشن۔ تبلیغ توحید پر لگایا ہوا تھا۔ اس بھٹکی ہوئی انسانیت کو۔ کمر بند سے پکڑ پکڑ کر جنت میں لیتے آؤ۔ کہ اس مشن پر لگانا بھی ذکر رحمت ربک کا پرتو تھا۔ اور اس مشن پر چلنے والوں کی سرپرستی کرنا بھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ جلوہ گری تھی۔

کوئی عقلمند، ہیرے موتی، جواہر، لولو، مرجان، گندگی کے ڈھیر پر نہیں پھینکتا۔ کہ یہ قیمتی اشیاء وہاں پھینکنے کی نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سا بیٹا۔ حضرت زکریا

Marfat.com

علیہ السلام ہی کو عطا فرمایا۔ کہ یحیٰؑ کے لئے وہی گود زیب دیتی تھی۔ نبی بھی ہو۔ سید بھی ہو۔ حصور بھی۔ مصدق بکلمات اللہ بھی ہو۔ اور یحیٰؑ بھی ہو۔

ہزاروں سلام ہوں۔ حضرت زکریا علیہ السلام پر ان کی اہلیہ پر ان کی گود پر اور حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کی عظمت و رفعت اور بلندیوں پر۔

دعا مانگنے والے کی طلب کی بات ہے، نہ جانے کیا کرب تھا۔ کیا مقدس فرض کا احساس تھا۔ اس نے قبولیت کو بھی تڑپا کے رکھ دیا۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس جگہ ابھی کھڑے تھے۔ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ دعا مانگ رہے تھے آواز آئی اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی (آل عمران: 39) کہ بے شک اللہ تمہیں بشارت دیتا ہے کہ تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام بھی ایسا کہ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (مریم) کہ اس سے پہلے کسی کا ایسا نام نہ تھا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ کہ مجھے عطا کیا میں ذکر الٰہی اور سوال کا مقابلہ ہے اور اس میں ایک نفیس اور لطیف راز ہے اور وہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں ایثار ہے۔ یعنی اپنی حاجت کو چھوڑ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ثناء اور عظمت کا اظہار۔ اور سوال و عرض حاجت کرنے والے پر ترجیح ہے اور چونکہ مقام محبت ترک خواہش سے حاصل ہوتا ہے اس لئے ذکر مقام محبت میں ہوگا اور دعاء کرنے والا مقام ریاضت نفس میں۔ ظاہر ہے کہ مقام محبت مقام ریاضت سے بالاتر ہے لہٰذا کوئی شخص مورد محبت بن کر جس انعام کا مستحق ہوسکتا ہے دوسری طرح اس کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اب حدیث کے معنی صاف ہوگئے کہ جو شخص ذکر کو اختیار کر کے ترک دعا کرتا ہے وہ دعاء کرنے والوں سے زیادہ مستحق ہوتا ہے کیونکہ ذکر مقام محبت میں ہوتا اور وسائل مقام ریاضت میں پس معلوم ہوا کہ حدیث مسطورہ بالا کا یہ مطلب نہیں کہ دعاء کرنا بے سود ہے یا دعاء کرنا مناسب نہیں بلکہ حضرت رب العزت نے ہر دو اشخاص کے مقام کا پتہ دیا ہے اور بتلا دیا ہے ذاکرین سائلین سے زیادہ انعام پاتے ہیں۔

واضح ہو کہ عوام الناس کے نزدیک سوال الفاظ سے مخصوص ہے یعنی بذریعہ الفاظ عرض

Marfat.com

حاجت کرنا مگر محققین کے نزدیک کسی شخص کا مضطرانہ حالت میں دل سے متوجہ الی اللہ ہونا ہی سوال ہے۔ بلکہ کسی خاص حالت اضطرار کا اقتضا بلا توجہ بھی سوال ہے۔ آیۃ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (ابراہیم: 34) میں لفظ سوال کو مفہوم میں انسان کے مقتضیات فطرت داخل ہیں اور اتکم کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا سلسلہ اشیاء کو ایک خاص مناسبت اور ترتیب سے پیدا کر کے انسان کی طرف متوجہ کرنا بھی داخل ہے۔ فاحفظ فانه لطيفة

چونکہ دعاء کا جزو اعظم وہ اسماء وصفات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت و رحمت پر دلالت کرتے ہیں اور انہیں اسماء وصفات کے ساتھ اس مالک حقیقی کو پکارنا چاہیے۔ اس لئے ان کے علیحدہ علیحدہ معانی اور ان کے باہمی امتیاز کو خوب سمجھنا چاہیے تا کہ بوقت دعا ان کا تصور رہے کیونکہ خشوع وخضوع میں اس امر کو بڑا داخل ہے۔

Marfat.com

استقبال رمضان اور ہم

استقبال رمضان المبارک سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ آمد رمضان المبارک سے پہلے اہل ایمان کو جمع فرمانا اور رمضان المبارک کا تعارف فرمانا۔ اور ذہنوں اور فکروں کو رمضان المبارک کے تقاضے پورے کرنے کے لئے آمادہ فرمانا۔ یہ سب سنت سرکار دو جہاں ﷺ ہے۔ بندہ مومن کے لئے لازم ہے۔ کہ ماہ مبارک کی آمد آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرے۔ اپنے گھر، اپنے بیوی بچوں، اعزاء و اقرباء میں رمضان المبارک کی آمد آمد کے تذکرے کرے۔ اس کی صفات بیان کرے۔ تاکہ سب ذہنی و فکری طور پر اس عظیم ماہ مبارک کی سخت ترین عبادات کے لئے تیار ہو جائیں۔ اپنے گھر کے ماحول کو سازگار بنانے، جسم و لباس کی، گھر کی، مسجد کی، دکان کی، کارخانے، ذہن کی، فکر کی، ظاہر کی، باطن کی یعنی ہر قسم کی صفائی و پاکیزگی اور طہارت کا اہتمام کرے۔ عبادت و ریاضت اور ذکر اللہ کرنے کے پروگرام تشکیل کرے۔ رات کو سحری کے وقت اٹھ اٹھ کر کیا کرنا ہے۔ یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے۔ نماز فجر سے پہلے۔ نماز فجر کے بعد۔ اشراق تک، کیا کیا عبادت اور ذکر اذکار کرنا ہے۔ سارے دن کے پروگرام میں کاروبار حیات میں بھی ذکر اللہ کو جاری رکھنے کا کیا اہتمام کرنا۔ ظہر و عصر تک کیا کرنا چاہیئے۔ عصر کے بعد افطاری کا اہتمام۔ اپنے لئے اپنے بیوی بچوں کے لئے کسی ایک نہ ایک اور اجنبی غریب و مفلس کے لئے افطاری کا پروگرام تشکیل کرے۔ مغرب کے بعد۔ پھر عشاء کے بعد کون کون سے نوافل پڑھنے ہیں نماز تراویح کے لئے تسبیح تراویح یاد کرے۔ تلاوت کلام پاک کا اہتمام کرے۔ غرض یہ ساری باتیں استقبال رمضان کا حصہ ہیں۔

رمضان المبارک کے روزوں کا تقویٰ اس بات کا تقاضا کرتا ہے، کہ ایسے کام کر۔ جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار و تجلیات کا نزول ہو۔ رحمت باری جھوم جھوم

Marfat.com

آئے۔ ایسے کام نہ کر۔ کہ تیری شکل ہی بگاڑ کر رکھ دی جائے۔ چہرہ مسخ کر دیا جائے۔ نیکوں، عالموں، فاضلوں اور اچھے لوگوں کی محافل میں بیٹھ۔ کہ علماء کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔ اس سے نیک بختی کے دروازے کھلتے ہیں۔ مکاروں کی محفل سے بچ۔ کہ ان سے مکاری کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

شعبان کل ختم ہوا اور ماہ صیام آیا
ازل کی صبح کا نور، آنکھ ہو کر تمام آیا
وہ حکمت عرش سے اتری زباں پر جس کے صدقے میں
اخوت اور مساوات اور آزادی کا نام آیا
وہ آقا جس کی رحمت نے اگر اپنوں کو ڈھانپا ہے
تو اوقات مصیبت میں پرائیوں کے بھی کام آیا

خوبصورت الفاظ دعا میں تاثیر پیدا نہیں کرتے۔ خلوص دل سے نکلی ہوئی دعا اثر کرتی ہے۔ جبریل سے پوچھ۔ وہ سدرہ سے نیچے کیوں آیا، دعا کرنے والے کے دل میں خلوص تھا۔ جبریل سے بڑھ کر دعا میں حسین سے حسین الفاظ کون بول سکتا تھا۔ لیکن اس نے غالباً الفاظ استعمال نہیں کئے۔ خلوص دل سے دل ہی دل میں دعا کی۔ اور اہل دل کے امام ﷺ نے سن لی۔ اور خلوص دل سے ہی آمین کہہ دی۔ جبریل کی سدرہ سے آمد، ظاہر کرتی ہے۔ کہ رمضان المبارک میں دعا یقیناً اثر کرتی ہے۔ البتہ اس کے لئے بھی سازگار ماحول، سازگار جگہ اور متبرک مقام کی اہمیت سامنے ہو۔ سدرہ بہت ہی مبارک مقام ہے۔ لیکن ایک عظیم دعا پر آمین کہلانے کے لئے مسجد نبوی کے محراب و منبر کا انتخاب، خلوص دل جبریل کا ماحول اور اس پر آمین کے لئے رحمت عالم ﷺ کا خلوص و کرب کے ساتھ آمین کہنا۔ یہ سب دعا کی اہمیت ماحول اور دعا کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

بے لقائے یاران کو چین آجاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

Marfat.com

خلوص دل سے نکلی ہوئی آواز۔شاید اہل مسجد نبوی صحابہ کرام علیہم رضوان سارے کے سارے ہی سن لیتے۔کہ وہ سب اہل دل تھے۔لیکن اہل دل کے امام کی موجودگی میں شاید ان کا سننا بے ادبی تصور کیا جاتا ہے۔اس لئے کسی سے دعا نہ سنی گئی۔آپ کی آمین سن لی اور پھر پوچھا۔آمین کا کیا ماجرا ہے۔تو زبان ترجمان وحی مبارک نے ارشاد فرمایا۔

جبریل نے کہا۔کہ الٰہی! جس شخص کو اپنے بزرگ والدین کریمین یا ان میں سے کسی ایک کی خدمت کا موقع ملے اور وہ ان کی خدمت کر کے عزت وتکریم۔محبتوں عقیدتوں کے نذرانے پیش کر کے جنت کا حق دار نہیں بنتا وہ ہلاک ہو جائے۔کہ وہ ہلاکی وتباہی کا مستحق ہے۔تو میں نے کہا۔آمین۔جبریل نے پھر کہا۔جو شخص آپ کا اسم گرامی دلوں کی ٹھنڈک، شہد سے شیریں، جان ایمان، سرور دل وجان سنے۔اور آپ پر درود پاک پڑھنے سے محروم رہے۔ہلاکت وتباہی اس کا بھی مقدر ہو کہ ایسے بدبخت وبدنصیب کے زندہ رہنے کا جواز بھی کیا ہے۔تو میں نے کہا آمین۔پھر اس نے دعا کی۔کہ اے میرے مالک! جس کی زندگی میں عظمتوں کا امین۔برکتوں کا محور، ماہ مبارک، رمضان المبارک آئے۔کہ یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے۔اور وہ ان سعید لمحات کی قدر کر کے تیرے پسندیدہ مقام جنت کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔تو ایسا شخص بھی جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔تو میں نے کہا آمین۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔، ماں باپ کی خدمت سے محروم، راحت قلب حزیں ﷺ کے حضور نذرانہ درود وسلام سے محروم، ماہ رمضان المبارک، عظمتوں والی ساعتوں کے فیض ربانی سے محروم اشخاص زمانہ گواہ ہے، پنپتے نظر نہیں آتے۔جنت سکون وچین کا نام ہے۔جو سارے زمانے کی دولتیں اکٹھی کر کے لذیذ ومرغن غذائیں کھائے۔حسین سیر گاہوں کی سیر کرے حسن وجمال کی شاہکار عورتوں سے میل وجول، عیش وعشرت کے سارے سامان میسر ہونے کے باوصف نہ چین ملتا ہے۔نہ سکون۔چین اور سکون کی جنت تک جانے کا راستہ ہی دوسرا ہے۔جب تیرے دل کا رخ ہی منزل کی جانب نہ ہو۔تو جتنا مرضی تیز دوڑ لو۔دور ہی جاؤ گے۔قریب نہ آسکو گے۔اس شہر کا راستہ سامانِ

Marfat.com

تعیش نہیں ۔یاد الٰہی ہے۔ یاد محبوب الٰہی ہے۔

اپنی منزل، سکون اور راحت ۔کی طرف جانے کا انتہائی مختصر راستہ (شارٹ کٹ ہے) رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ۔اور شہنشاہ خوباں ﷺ کی حسین و جمیل زندگی کا حسین نمونہ اپنانے میں ہے۔ آ جلدی آ ۔واپس لوٹ آ ۔ تجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ لوٹ آنے والوں کو سینے سے لگا لیا جاتا ہے۔ طعنے نہیں دیئے جاتے ۔بلیک میل نہیں کیا جاتا۔ پردے ڈالے جاتے ہیں۔اور یہ رمضان المبارک تیرے لوٹ آنے کا بہترین موقع ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم

Marfat.com

عید آزاداں............

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں ایک مینا کی بات کرتے ہیں۔ کہ باتیں کرنے کے لئے ہی ہوتی ہیں۔ لیکن ایسی بات سے کیا فائدہ۔ کہ رات گئی۔ تو بات گئی۔ والی بات ہو جائے۔ صدیاں بیت گئیں ان کی کی ہوئی بات آج ایسے ہی ہے۔ جیسے ابھی کی ہو۔

ایک شخص نے گھر میں مینا پال رکھی تھی۔ خوبصورت اور میٹھی میٹھی باتیں کرنے والی۔ اگر ایسی نہ ہوتی۔ تو پنجرے میں نہ ہوتی۔ آزاد ہوتی۔ اس کی زبان ہی اس کی قید کا راز تھی۔ سب گھر والوں کی مرکز نگاہ وہ شخص ایک روز تجارت پر جانے لگا۔ کہ حرکت میں برکت ہوتی ہے اور تاجر کے سر پر ہی تاج ہوتا ہے۔ تاج کے ساتھ "ر" کا اضافہ کر دیا جائے تو تاجر بنتا ہے۔

سفر پر جانے سے پہلے اپنی بیوی، بیٹی سے، بیٹے سے، ماں سے، باپ سے، بھائی سے، سب سے پوچھا فلاں شہر جا رہا ہوں۔ آپ کی پسندیدہ چیز وہاں سے کیا لاؤں۔ بیوی نے سونے کا ہار، بیٹی نے خوبصورت قیمتی جوڑا، بیٹے نے کھیل کا سامان طلب کیا ماں اور باپ نے لینے کی بجائے۔ دعاؤں کی ٹوکری ساتھ کر دی۔ اس نے مینا سے بھی پوچھا۔ پیاری مینا تمہارے لئے کیا لاؤں۔ اس نے تو بس رسماً ہی مینا سے پوچھ لیا۔ ورنہ اپنے قفس میں جو ملتا تھا۔ کھا لیتی تھی۔ اسے کیا حاجت تھی۔ لیکن اگر تاجر کو علم ہوتا کہ وہ کیا مانگ لے گی تو شاید کبھی نہ پوچھتا۔ اسے کیا خبر کہ گھر کے ہر فرد کو ہر وقت خوش رکھنے والی۔ اپنے اندر کتنے درد رکھتی ہے۔ قفس کی تیلیاں، زہریلے تیر بن بن کر۔ دن میں کتنی کتنی بار اس کے نازک سے دل پر۔ کتنے کتنے زخم کرتی ہیں۔ جس طرح ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ہر ہنسانے والا۔ ہنسنے والا نہیں۔ کسی شخص کا ہنسی خوشی سرکس کا جوکر بننے کو جی کرتا ہے۔ سرکس کے باہر اچھل کود کرنے والا۔ الٹی سیدھی حرکتیں کرنے والا۔ سارے تماشائیوں کو ہنسانے والا۔ کیوں جوکر بنا ہے۔ وہ انسان ہو کر کیوں حیوانوں کی سی حرکتیں کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔

Marfat.com

یہ تماشہ دیکھنے والا کیا جانے۔ تماش بین حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

مینا نے کہا۔ میرے آقا۔ اس شہر میں بہت سی مینائیں رہتی ہیں۔ اگر ان کے پاس سے کہیں گزر ہو تو ایک پردیسی مینا کا ایک محکوم مینا کا سلام کہہ دینا۔

تاجر اس شہر پہنچا۔ کاروبار حیات سے ضروری امور سے فارغ ہوا۔ تو تحفے تحائف اور دل پسند اشیاء خریدیں اور ایک سے ایک اعلیٰ چیز خریدی۔ شہر سے باہر نکلا۔ تو واقعی وہ دیکھ کر حیران ہوا۔ کہ اس شہر میں سینکڑوں ہزاروں مینائیں۔ درختوں پر آزاد۔ اپنے اپنے گھونسلے بنائے ہوئے ہیں۔ وہ بڑی آزادی سے ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر پھدکتی، اچھلتی کودتی پھرتی ہیں۔ اسے اپنی مینا یاد آ گئی۔ اس کا پیغام یاد آ گیا۔ ایک درخت پر جس پر بہت سی مینائیں تھی۔ کے پاس گیا اور اپنی مینا کا پیغام سنایا۔

ہاں کبھی ایک بات سارے شہر کو ہنسا دیتی ہے اور کبھی کبھی ایک بات سارے جہان کو ویران کر دیتی ہے۔ وہ ایک وقت میں زخم اور ایک وقت میں مرہم بن جاتی ہے۔ تو اگر شکر جیسی میٹھی بات بھی کرنا چاہے۔ پھر بھی صبر کر ہو سکتا ہے۔ کسی کو شکر بھی راس نہ آتی ہو۔ درخت پر بیٹھی میناؤں میں سے ایک مینا۔ پھڑ پھڑائی تڑپی، اور ٹھنڈی ہو گئی۔ درخت سے نیچے گری اور مٹی کا ڈھیر ہو گئی۔

تاجر کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ کہ میری بات نے بات کہاں تک پہنچا دی۔ کہ ایک جان ضائع ہو گئی۔ میں ایک جان کا قاتل بن گیا۔ جس نے ایک جان کو قتل کیا۔ اس نے گویا کہ سارے جہان کو قتل کر دیا۔ دل کے اندھوں کے آگے اسرار و رموز کی باتیں کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔ افسردہ دکھی۔ اپنی زبان سے نکلی بات پر دکھ۔ مینا کے مر جانے کا دکھ۔ لے کر وہ واپس اپنے وطن پہنچا سب کو ان کے پسندیدہ تحائف دے رہا تھا۔ لیکن ایک کرب مینا کے مر جانے کا کرب۔ ایک شرمندگی کا احساس اسے اپنی مینا کے سامنے جانے نہیں دیتا تھا۔ آنکھیں چرا رہا تھا۔

آخر کب تلک، جب سب سے فارغ ہوا۔ باہر جانے لگا۔ دروازے پر لٹکے پنجرے

Marfat.com

کی مینا نے کہا۔ آقا میرے پیغام کا کیا ہوا۔ وہ چپ ہو گیا کچھ کہہ نہ سکا۔ اس نے پھر پوچھا کیا بات ہے۔ آپ چپ کیوں ہو گئے۔ آخر اسے بتائے ہی بنی۔ اور سارا واقعہ کہ سنایا۔ اور ایک مینا کے تڑپنے پھڑکنے، گرنے اور مر جانے کا حال بھی سنا دیا۔

جب وہ بات سے فارغ ہوا۔ تو اس کی مینا قفس کی قیدی مینا۔ بھی تڑپی، پھڑکی، گری اور مر گئی۔ پھر ٹھنڈی ہو گئی۔ تاجر یہ برداشت نہ کر سکا۔ اچانک منہ سے بات کا نکل جانا بھی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ جیسے تیر کمان سے نکل گیا۔ یہ تیر بھی سیدھا۔ مینا کے دل پہ لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔

تاجر نے بادل نخواستہ قفس کا درواہ کھولا۔ مردہ مینا پکڑی۔ پیار کیا۔ بہتے آنسوؤں کے ساتھ اٹھایا اور باہر پھینک دیا۔ ابھی وہ اس کرب میں مبتلا تھا۔ کہ مینا نے جھرجھری لی۔ اچھلی کودی، اپنے پر پھڑپھڑائے اور اڑ کر دیوار پر جا بیٹھی۔

تاجر حیرت میں ڈوب گیا آخر اس نے مینا سے پوچھا۔ اے اچھی مینا۔ یہ کیا راز ہے۔ کہ اس راز کا بھرپور اٹھانے والا ہوں۔ لیکن بے خبر ہوں۔ اس راز میں کیا راز تھا۔ جو میں نہیں سمجھا اور تو سمجھ گئی۔ اس مینا نے کیا تدبیر کی۔ جس نے میری آنکھیں بند کر دیں اور تیری آنکھیں کھول دیں۔

مینا نے کہا اس مینا نے یہی پیغام دیا تھا کہ تیرے میٹھے بول ہی تجھے لے بیٹھے۔ تیری زبان کی بے چارا گنی نے تجھے قید کر دیا ہے۔ اب پہلے اپنے وجود کو مار۔ زبان کو بند کر، پھر آزاد ہو۔ کہ مجبوروں کی فریاد بھی کوئی نہیں سنتا۔ آزادوں کی اڑان بھی بھلی لگتی ہے۔

عشق پر قربان میری زندگی
لیکن آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

میں آزاد ہو کر بھی آزاد نہ ہوا۔ صرف اتنا ہوا۔ کہ قفس کا دائرہ وسیع کر دیا۔ نادان سمجھ بیٹھا۔ آزاد ہوں شاطر و چالاک اور عیار صیاد کی چالوں کو نہ سمجھ سکے۔ اس کے دانے ڈالنے کے انداز کو۔ نہ سمجھ سکے۔ جال کے اندر رہ کر جال کے تار نہ دیکھ سکے۔ مختلف راستوں سے

Marfat.com

مختلف طریقوں سے مختلف انداز سے دانے ڈالنے والے سے خوش ہوتے رہے۔ دانے چگ کر وقتی بھوک مٹاتے رہے۔ صیاد کے دام تزویز کو ہوس کے پیٹ کی بھوک مٹانے سے مشرف ہوتے رہے۔ اور صیاد اپنی جگہ خوش ہوتا رہا۔ کہ اچھا ہوا۔ مچھلی کانٹا نگل گئی۔

عید آزاداں شکوہ ملک ودیں
عید محکوماں ہجوم مومنین

Marfat.com

عیدالفطر

رمضان المبارک کے روزے ۲ ہجری کو فرض ہوئے۔ اس لئے سرور کائنات ﷺ نے پہلی عید یکم شوال المکرم ۲ ہجری ہی کو ادا فرمائی۔ ماہ رمضان المبارک کا ہر لمحہ بندے کی طرف سے عبادت و ریاضت نیازمندی اور محبت وعشق میں ڈوب کر گزرتا ہے۔ اور بندے کے خالق کی طرف سے ہر لمحہ انعام واکرام۔ رحمتوں برکتوں اور سعادتوں کی نوازشات ہوتی رہتی ہیں۔ رزق میں برکتیں۔ سجدوں میں لذتیں۔ تلاوت و سماعت قرآن پاک کی فراوانی پر آمادگی۔ یہ سب اسی کا کرم ہے۔ حکم خداوندی پر بعض حلال اشیاء سے بھی ایک وقت مقرر تک منہ موڑ لینے کی کیفیت میں غرق رہنا۔ اسی کی عطا ہے۔ ہر لمحہ اس بات کا احساس رہنا۔ اور ایسا مست رہنا۔ کہ ہزار طلب و چاہت کے وجود نہ کھانے کو جی کرے۔ نہ خواہشات نفسانی کی طرف دھیان ہی جائے۔ یہ خصوصی توجہ اور عنایات کی بہار کی آمد کا نتیجہ ہے۔ جب یہ سلسلہ۔ انعام واکرام کا پورا ایک ماہ تک جاری رہے تو بندہ عید کیوں نہ کرے۔ بلکہ وہ تو چاند کا انتظار بھی نہ کرے۔

روزہ میرے کریم نے فرما لیا قبول
اب چاہے چاند ہو نہ ہو میری عید ہو گئی

عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنے لوٹنا۔ اس نیک خواہش کے ساتھ کہ یہ بار بار لوٹ کر آئے۔ ہر شخص کی زبان پر عید عید ہو گیا۔ یعنی اے کاش۔ اے باری تعالیٰ یہ دن، مبارک دن، ماہ رمضان المبارک کے بعد کا دن، تیری میزبانی کا دن، تیرا فرشتوں کے سامنے مباہات فرمانے کا دن، خوشی و مسرت اور شادمانی کا دن، تیری طرف سے ملنے والے انعام و مزدوری کا دن، پھر آئے اور بار بار آئے۔ بلکہ ہر سال آئے۔ ایک نئی مسرت ایک نئی خوشی اور نئے درجات کے انعام لے کر آئے۔

Marfat.com

مجمع بہار الانوار مطبوعہ نولکشور ہند میں علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث مبارک کے حوالہ سے گفتگو فرماتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔ کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا لاتجعلو قبری عیداً یعنی میر قبر کو عید نہ بنانا۔ یعنی گویا کہ آپ نے یہ فرمایا۔

☆...... کہ میری قبر کی زیارت کے لیے اس طرح جمع نہ ہونا۔ جیسے تمہارا عید کا اجتماع ہوتا ہے۔ کیونکہ عید خوشی منانے اور کھیل کود کا دن ہوتا ہے۔ جبکہ زیارت کا انداز اس سے مختلف ہوتا ہے۔

☆...... آپ کے ارشاد کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے۔ آپ نے امت کی مشقت کے پیش نظر زیارت سے منع فرمادیا ہو۔

☆...... یہ بھی ممکن ہے۔ کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہو۔ کہ لوگ آپ کی قبر شریف کی تعظیم میں حد سے تجاوز کریں اور کسی ایسے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں جس میں کفر کا خدشہ ہو۔

☆...... علامہ طاہر پٹی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے اس ارشاد کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے۔ کہ آپ نے قبر انور کو عید بنانے سے اس لئے منع فرمایا ہو۔ کہ جس طرح عید سال بھر بعد آتی ہے۔ تم بھی میری قبر پر سال بھر کے بعد ہی آ ؤ۔ نہیں بلکہ بکثرت آیا جایا کرو۔ کیونکہ اس قبر انور کی زیارت آپ سے پیار۔ محبت اور لازوال عقیدت کا اظہار و علامت ہے۔ ایمان میں زیادتی کا سبب ہے۔ شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اور یہ انعامات تو روز لوٹنے کے ہوتے ہیں۔ نہ کہ عید کی طرح سال بھر میں کہیں ایک دو دفعہ۔

☆...... اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح عید الفطر کے لئے شوال المکرّم کا دن مقرر ہے۔ اور عید الاضحیٰ کے لئے ۱۰ ذوالحج کا دن مقرر ہے۔ اس طرح تم بھی میری قبر پر آنے کے لئے کوئی ایک دو دن سال میں مقرر کر کے میری قبر کو عید نہ بنانا۔ بلکہ میری قبر پر جب چاہو۔ جب ممکن ہو۔ جب حالات اجازت دیں۔ جب بھی ملنے جلنے کو جی کرے۔ جب یاد تڑپائے۔ تو فوراً آجاؤ۔ اور زیارت قبر کر کے شفاعت، چین، سکون زیادتی ایمان جیسی نعمتیں بکثرت حاصل کرو۔

Marfat.com

بات تو عید الفطر کے حوالہ سے ہو رہی تھی۔ یہ بات درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی۔ اب واپس اسی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ ویسے ہم اصل سے جدا ہوتے بھی کب تھے۔

عید گاہ ما غریباں کوئے تو

انبساط عید دیدن روئے تو

یعنی ہم غریبوں کی عید گاہ تو تیرا ہی کوچہ ہے اور عید کی خوشی و مسرت کی انتہا تو صرف تیری ہی دید ہے۔ دید ہی تو عید ہے۔ دید نہ ہو تو عید بھی وعید ہے۔

عید الفطر دو رکعت کی ایک نماز ہے۔ جس میں احناف کے نزدیک تین تکبیرات پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور تین تکبیرات دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہیں۔ باقی تمام نماز اسی طرح ہے۔ جیسے عام حالات میں دو نفل ادا کیے جاتے ہیں۔

معلم علم و حکمت، راحت، قلب حزیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جمعۃ المبارک بھی بندہ مومن کے لئے عید کا دن ہے۔ اسی لئے کہ اس میں بھی عید کی طرح خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے جمعۃ المبارک میں خطبہ پہلے پڑھا جاتا ہے اور عید میں خطبہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

نماز عید کھلے میدان میں پڑھنا سنت محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لیکن اب جب کہ بڑے بڑے شہروں میں ایسے کھلے میدان ناپید ہیں۔ جہاں سب شہر والے جمع ہو سکیں۔ ویسے بھی یہ بات ایک حسرت بن کر رہ گئی ہے۔ کہ اگر ایسے کھلے میدان میسر ہو بھی جائیں۔ تو مومنان شہر کیسے اکٹھے ہو سکیں گے اور کون اکٹھا کر سکے گا۔ اس لئے پردے میں بھلائی ہے کہ اس مجبوری کو بہانہ بنا لیا جائے اور مسجدوں میں نماز عید ادا کر لی جائے۔ رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ (القمر) اے میرے رب! میں مغلوب ہو چکا ہوں میں شکست خوردہ ہوں۔ ہمت جواب دے گئی۔ قوی مضمحل ہو گئے۔ کوئی تدبیر کام نہیں آئی۔ دشمن عیار کی عیاری عروج پر ہے۔ میری مدد فرما اور فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران: 103) کی شان والی توجہ پھر فرما۔

Marfat.com

تاکہ تیرے محبوب کی امت میں فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (آل عمران:103) کے جلوے نظر آنے لگیں۔مولا کیا ایسی کوئی عید ایک زندگی میں نصیب ہو جائے گی۔

مہینہ بھر یہ معمول رہا۔کہ طلوع سحر سے پہلے پہلے کھاتے پیتے رہے۔طلوع سحر کی اطلاع ملتے ہی ماکولات و مشروبات سے بالکل اجنبی ہو گئے۔انتہائی پسندیدہ اور مرغوب غذا بھی غیر ہو گئی۔نہ تعلق نہ واسطہ۔عید الفطر کو طلوع آفتاب کے بعد اسی معمول کو توڑنے کی ریت ڈالی گئی۔ مصلح اعظم محبوب و مطلوب اور مرغوب کائنات ﷺ فداہ امی وابی وعرضی الفاً الفاً نے عید الفطر کے روز نماز عید سے پہلے کچھ نہ کچھ کھانے کے معمول کا آغاز فرمایا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔کوئی سمجھے کہ جیسے سارا مہینہ کچھ نہ کھا کر مالک کو راضی کرتے رہے۔آج بھی اسی معمول کو جاری رکھتے ہیں۔نہیں ایسا نہیں۔بلکہ کچھ کھا کر جائیں۔تو مالک راضی، ورنہ ناراض، کہ ہمارے مالک کو کھانا پینا چھوڑنے یا جاری رکھنے سے غرض نہیں۔بلکہ طریقہ محبوب۔اداء محبوب پسند ہے۔کل اسے یہ ناپسند تھا۔تو مالک کو بھی ناپسند ہے۔آج اسے کھانا پسند ہے۔تو مالک کو ہمارا کھانا پینا پسند ہے۔کوئی میٹھی چیز منہ میٹھا کرنے والی۔ایسی میٹھی کہ جسم و جاں میں رس گھول دے۔تین کھجوریں پانچ کھجوریں سات کھجوریں۔جتنی طلب ہو۔لیکن طاق تعداد میں کہ محبوب کو بھی خبر ہے کہ **اللّٰہ وتر و یحب الوتر** کہ اللہ تعالیٰ بھی یکتا ہے۔اور یکتائی ہی کو پسند کرتا ہے۔

بندہ مومن کی عید۔سب کچھ خوشی میں بھول جانے کا نام نہیں۔سب کچھ یاد رکھنے کا نام ہے۔اور سب کو یاد رکھنے کا نام ہے۔اور خصوصاً ان کو جن کو سب ایسی خوشی میں بھول جاتے ہیں۔مفلس و نادار لوگ۔مجبور و بے کس لوگ۔یتیم و مسکین لوگ۔جن کو معاشرے نے بھلا دیا۔اپنوں نے جن سے منہ پھیر لیا۔حالات نے کروٹ لے لی۔خوشحالیاں جن سے روٹھ گئیں۔بے بسیاں اور بے چارگیاں اپنے کالے سیاہ بال بکھیر کر جن کے گھروں میں سو گئیں۔اشکوں کی برسات نے جن کے دلوں کے کچے مکانوں کو ڈھا دیا۔گھروں کی دہلیز کے اندروں کی پھسلن سے ایسے پھسلے کہ آس اور امید کی ساری بیساکھیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔

Marfat.com

بلکہ خود ان کی ان کے بچوں کی کمریں ٹوٹ گئیں۔ ایسوں کو یاد رکھنا ہی تو عید ہے اپنے خوبصورت اور لاڈلے بیٹے کو خوبصورت لباس پہنانے والا۔ من پسند عیدی دینے والا۔ اگر ایسوں کو بھول کر عید کرتا ہے۔ تو افسوس ایسی عید منانے پر سب کے دکھوں میں برابر شریک رہنے والے۔ سب کے دکھ بانٹنے والے کریم آقا ﷺ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔ آپ نے فرمایا پہلے ان کو اپنی خوشیوں میں شریک کر فطرانہ ادا کر پھر عیدگاہ میں آ۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش خوف خدا نہ رہا

تہوار منانے والے، میلے لگاتے ہیں، ٹھیلے لگاتے ہیں، عیش و عشرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ انہیں اس غلاظت میں نہ ڈوب جانے دو۔ اگر بچا سکتے ہو۔ تو بچالو۔ مومن، ایسی کیفیت میں نہ ڈوبتا ہے۔ نہ ڈوبنے دیتا ہے۔ اس لئے باقی تمام دنوں میں پانچ بار مالک کے حضور حاضر ہو کر سجدہ ریزی کرتا ہے۔ اپنی جبین اس کے حضور، مٹی پر رکھ دیتا ہے۔ جبکہ عید کے روز وہ ایک بار زیادہ طلوع آفتاب کے بعد سب سے پہلا کام اس کے حضور مزید جھک کر اعلان کرتا ہے دعا کرتا ہے۔ کہ میرا باقی سارا دن بھی غفلت اور تجھ سے دوری کا شکار نہ ہو۔ کہ دوریاں بہت دور لے جاتی ہیں۔ لہو ولعب کھیل کود، میلے و ٹھیلے، مالک سے دور لے جانے والی شکلیں ہیں۔ ان سے دور ہو جا اور سارا دن مالک سے قریب رہ۔ قریب رہنے ہی میں بھلائی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں نصیب کرے۔ آمین

Marfat.com

عقل کامل اور سیدھا راستہ

عقل ناقص، بیمار کو، طبیب وحکیم اور ڈاکٹر تک تو لے جاسکتی ہے۔ لیکن مرض کا علاج نہیں بتا سکتی۔ عقل ناقص بچے کو مدرسہ ومکتب تک لے جاسکتی ہے تعلیم نہیں دے سکتی۔ یہ روشنی اس کے نصیب میں نہیں عقل کامل ہی کے نصیب میں ہے۔ اس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس عقل کی دوڑ قبر کے گڑھے تک ہے اس کے بعد کے احوال کا ادارک اس کے بس سے باہر ہے۔ وہ صرف انبیاء واولیاء کا حصہ ہے۔ ان کو یہ عقل عطیہ خداوندی کی صورت میں ملتی ہے۔ اس عقل سے وہ قیامت تک کے احوال جان لیتے ہیں۔

اگر انسان، عقلی، علمی یا کسی بڑائی کے وسیلے سے ''نور معرفت'' حاصل کرنے کے قابل ہوتا۔ تو رسولوں کی بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت ورقہ بن نوفل اور اس قبیل کے بیسیوں لوگ تلاش حق میں پھرتے رہے۔ صحراؤں کی خاک چھانتے ہے۔ حضرت سلمان فارسی آتش کدے کو چھوڑ کر صدیوں پھرتے رہے۔ منزل مقصود، انسان کی عقل سے نہ مل سکا۔ آخر عطیہ خداوندی کے طور پر ملنے والی عقل سلیم کے مالک کے قدموں میں سر نیاز رکھتے۔ دست بوسی کرتے۔ ہدیہ پیش کرنے سے منزل مقصود خود سامنے نظر آنے لگی۔ بلکہ ان کے قدموں میں آ گئی۔

عقل انسانی بجلی کی کوند کی طرح چمکتی ضرور ہے۔ لیکن راستہ نہیں دکھا سکتی۔ وہ تو صرف بادل کو حکم دیتی ہے۔ کہ آنسو بہاؤ اور خوب بہاؤ، کہ تیرے آنسو بہانے سے مردہ زمین زندہ ہو جائے گی۔ کھیتوں کے دامن درختوں، پودوں، پھولوں اور پھلوں سے بھر جائیں گے۔

عقل انسانی اگر سلیم الفطرت ہے تو اس کا کام بھی صرف اتنا ہے۔ کہ انسان عشق الٰہی میں روئے۔ اور خوب روئے۔ کہ اس رونے سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ آگے کی تمام منزلیں، تمام راہیں اور ان کے ثمرات عطاء خدوندی کی راہیں ہیں۔

Marfat.com

دروازہ پر کنڈی کھڑکانا عقل انسانی کا کام ہے۔ گھر کے اسرار و رموز سے واقف کرانا۔ کنڈی کھول کر اندر لے جانے والے اور گھر والے کا کام ہے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے والے سر سلامت لے کر نہیں نکلتے۔ گھر والے کی اجازت ہی نہیں۔ گھر والے سے محبت و چاہت۔ لگن، تعلق اور وابستگی کی کیفیت خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ گھر میں داخل ہونے والے اجنبی کو بھی راز نہیں بتائے جاتے۔

باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا کلائی پر بیٹھنے کے باوجود۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے۔ جب اس کا میلان طبع دوسرے ہمعصر بازوں سے کٹ کر مالک کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی جاتی ہے۔

حضرت انسان کا بھی گھر راستہ معلوم ہونے اور گھر میں داخل ہونیکے باوجود اگر تعلق غیروں سے رہے گا۔ تو اس کی آنکھوں سے پٹی نہیں اترے گی۔ غیروں سے کٹ کر۔ گھر والے سے وابستہ ہونے کا ثبوت دے۔ تو آنکھوں سے پٹی اتر جائے گی اور گھر کے راز بھی دکھا دیئے جائیں گے۔

راستے کی تنگی سے گھبراؤ نہیں واپسی اس راستے سے ہوگی۔ ثم الیہ ترجعون تنگ راستے کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ جلد بھول جاتا ہے تونے یہ راستہ بھولنا نہیں ہر وقت اس کی طلب و چاہت تیرے دل اور زبان پر رہنی چاہئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ کی صدائیں لگاتے ہی رہنا چاہئے۔

سمندر میں غوطہ خور کے ساتھ چلتے چلتے کوئی گھونگا نظر آ جائے۔ تو اس کو ہیرا موتی اور لعل سمجھ کر بیٹھنے والے کی کم ظرفی دیکھو۔ کہ اسی کو سب کچھ سمجھنے لگا۔ شیطان کو فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ (الاعراف) کہہ کر اس لئے نکال دیا گیا تھا کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہیں بننا چاہئے۔

انسان خواب میں ان دیکھے اور اجنبی راستوں پر بھی چلتا رہتا ہے۔ خوابوں کی دنیا میں دکھائی دینے والے راستے لاکھ سیدھے ہوں۔ ان پر ساری عمر چلتے رہیں۔ تو منزل پر نہیں پہنچ

Marfat.com

پائیں گے۔ کہ وہ راستے خوابوں کی دنیا کے ہیں۔ حقیقت کے نہیں۔ دنیا بھی ایک خواب ہے۔ اس خواب میں انسانی عقل سے دکھائی دینے والے راستوں کا بھی وہی نتیجہ ہے۔ عقل کامل کا ہاتھ۔ عقل کامل کا ساتھ۔ یہی دونوں چیزیں۔ منزلوں سے ہمکنار کرتی ہیں۔

لیلیٰ کے عاشق کے سامنے، اس ساری کائنات کا کوئی مقام نہیں۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مالک حقیقی کے عاشق کی چاہت۔ طلب اور تڑپ کا کیا عالم ہوگا۔

عقل انسانی ہی عقل کامل بننے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء انسانوں سے پیدا کیے ہیں۔ احکامات الٰہی انسانوں پر نازل ہوئے۔ پتھروں پر نہیں۔ اس نے حکم انسانوں کو دیا ہے۔ درختوں کو نہیں۔ عقل انسانی اگر عقل کامل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو صراط مستقیم بھی مل جائے گی اور اگر عقل کامل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی تو وہ عقل انسانی نہیں۔ حیوانی ہے۔ ایسے انسان حیوان نہیں۔ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (اعراف: 179) بلکہ وہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ حیوان اگر کسی انسان کے کھونٹے بندھا ہوا ہو۔ یا اسے احساس ہو جائے کہ کوئی میرا مالک ہے۔ تو وہ راستہ چلتے چلتے۔ سارے راستے چھوڑ چھاڑ۔ اپنے مالک کے راستے پر چلتا ہے۔ عقل انسانی کی آنکھ، ظاہر چیز کو دیکھنے میں بھی دھوکا کھا جاتی ہے۔ دیکھ بھال کر سودا کیا۔ پھر بھی دھوکا کھا گئے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ والی آنکھ باطن اور غیب الغیوب کو دیکھتے ہوئے۔ بھی نہ کج ہوتی اور نہ سرکش۔ اس آنکھ نے ہمیشہ حق ہی دیکھا اور حق ہی کو دیکھا۔

تو جو عقل ہزار احتیاط کے باوجود خطا سے خالی نہ ہو۔ اس عقل کو اس عقل کامل کے قدموں میں ڈھیر کر دو۔ جس کو خطا نہیں جس کو فَلَا تَنْسٰی کا خطاب زیب دیتا ہے۔ کہ آپ بھولیں گے بھی نہیں۔ یہ صراط مستقیم ہے۔

جب پڑھی اھدنا الصراط تو آئی یہ صدا
طیبہ کے رخ چلو یہی راہ مستقیم ہے

Marfat.com

اہل عرفان کی باتیں

نفس عبادت قبول کر لیتا ہے۔ خدمت خلق سے اجتناب کرتا ہے۔ یہ اس پر بہت گراں ہوتا ہے۔

اہل عرفان کی محبت وصحبت، مشقت سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب کہ باقی ہر شے کی محبت وصحبت کسی نہ کسی طرح کلفتوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کی دلدل میں پھنسائے رکھتی ہے۔

جس شخص کے آنے سے خیر وبرکت ہوتی ہے۔ اس کے لئے تکلفات کی حاجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ کسی شئے کے لئے نہیں شئے والے کے لئے آتا ہے۔

جو دنیا، دین کی مددگار بننے کی بجائے، دین کے راستے کی رکاوٹ بن جائے۔ وہ دنیا دین پر قربان کر دینی چاہیے۔

اگر علیم کی طرف سے بھیجے ہوئے باادب لوگوں کو قبول کر لیا جاتا ہے تو اس سے کبھی دور نہ بھاگتے۔ البتہ اہل عرفان جو منتہی ہوتے ہیں۔ ان کا رویہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔

وہ ناپسندیدہ لوگوں کے بھی قریب ہی رہتے ہیں تاکہ وہ عرفان کی دولت اور خزانے ان میں تقسیم کر سکیں۔ ورنہ یہ نعمت ان سے واپس لے لی جاتی ہے۔ ایسی دولت کا چھن جانا کس کو پسند ہے؟

گھر کی چوکھٹ سے اندر داخل ہونے والا مہمان۔ اللہ کی عطا ہوتا ہے اور اللہ والے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔

بیعت کے بغیر میل جول رکھنے والے۔ صرف جلوت کے ساتھی ہوتے ہیں اور بیعت کرنے والے۔ بیعت کے بعد خلوت کے ساتھی ہو جاتے ہیں۔ بیعت کے فوراً بعد مرشد پر اس کی تربیت واجب ہو جاتی ہے۔

جس شخص کا ہر قدم، ہر نقش پاء، منزل نما لگتا ہو۔ دل کو چاہیئے اس کے قدم چوم لے۔

Marfat.com

یہ راز کی بات ہے۔ایک راز دان ﷺ نے صدیوں پیشتر ،اس راز سے پردہ اٹھادیا۔کہ مالک پکارتا رہا۔پکارتا رہتا ہے۔مردان حق ،اس کے حضور، سر بسجود ہوکر،اس کی رحمت ،اس کی بخشش ،اس کا فضل اور اس کی محبت مانگتے رہے، کائنات پر سکون طاری ہوتا رہا۔غافل سوتا رہا۔حتیٰ کہ سپیدہ صبح نمودار ہونے لگا۔آسمان سے ندا آنا بند ہونے لگی۔ھل من مستغفر فاغفرلہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا۔کہ اس کی بخشش کردی جائے۔اب اس کے ''ہرکارے'' کی زبان سے اعلان ہونے لگا۔الصلوٰۃ خیر من النوم لوگو نماز ، نیند سے بہتر ہے۔حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح لوگو! آؤ۔نماز کی طرف آؤ۔لوگو! فلاح کی طرف آؤ۔کچھ لوگ اس وقت بیدار ہوئے۔اور حاضر ہوکر سر بسجود ہوگئے۔غافل اب بھی بیدار نہ ہوا۔وہ اپنے بستر پر لیٹا رہا۔کھلا دشمن۔تھپک تھپک کر سلاتا رہا۔اس کا داؤ چل گیا۔دشمن جیت گیا۔غافل ہار گیا۔دکھ ہارنے کا نہیں۔ہار کر بھی ہار ماننے کا ہے۔وہ کہتا ہے۔میری جیت ہے۔کیا سب کچھ لٹ جانا بھی جیت ہی ہوتی ہے۔

چرند، پرند، درند، وحوش وطیور، ذرہ ذرہ بیدار ہوگیا۔غافل نہ جاگا، وہ اپنے رب کی تسبیح میں تہلیل میں مصروف ہوگئے۔اشرف المخلوقات کہلوانے پر اصرار کرنے والا۔ بیدار نہ ہوا۔آنکھ بیدار نہ ہو۔تو مقدر بیدار نہیں ہوتا۔

اب سورج کی شعائیں بیدار ہوگئیں۔زمین پر پھیلنے لگیں۔فضا کو منور کرنے لگیں۔ وہی کائنات ،جس پر پہلے ''ہو'' کا عالم تھا۔وہیں ''ہاؤ ہو'' کا شور بلند ہوا۔کاروبار دنیا نے لوگوں کو اپنے نرغے میں لے لیا۔اب ہر شخص کے سر پر طلب دنیا۔آسودگی حیات اور خواہشات کی کوئی نہ کوئی دھن۔سوار ہے۔غافل ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں ڈوب گیا۔ان کے روحانی اور جسمانی امراض میں مسلسل اضافہ ہونے لگا۔ہسپتال مریضوں سے بھرنے لگے۔عدالتوں میں مقدموں کی بھرمار ہونے لگی۔جیلیں مجرموں سے بھرنے لگیں۔بازار کی ریل پیل میں اضافہ ہونے لگا۔مسجدیں ویران ہونے لگیں۔موذن کی اذانیں عدم توجہ سے سنی جانے لگیں۔غفلتوں ،فریب کاریوں ،ریا کاریوں کے طوفان آنے

Marfat.com

لگے۔ ایک افراتفری، بے چینی اور بے قراری ہے۔ اور حزن وملال کا پلہ بھاری ہو رہا ہے۔

اپنے ہی جیسے انسانوں کو خوش کرنے کے لئے۔ بڑوں کی کاسہ لیسی کے لئے۔ چھوٹوں کے بے جا نخرے بازیوں کے لئے۔ دین کے، ایمان کے، ذہنوں اور ضمیروں کے سودے ہونے لگے۔ لیکن جو سب سے بڑا ہے۔ جس کے اختیارات کا اندازہ ممکن نہیں۔ جس کی قدرت کا انگوٹھا۔ ہر لمحہ میری سانس کی نالی کی جڑ پر ہے۔ جس کے ہلکے سے اشارے سے ایک میں ہی نہیں۔ نظم زندگی کی رعنائیاں بھسم ہو کر رہ جائیں۔ ادھر دھیان ہی نہیں۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴿۱۸﴾ (بقرہ) جب حق کی سرفرازی کے لئے نکلنے والی آواز کانوں کو نہ بھائے۔ جب غیر ہی کے گیت گانے کی جی کرتا ہے۔ جب خیر کی طرف دیکھنے سے طبیعت بوجھل ہو جائے۔ تو انسان بہرا۔ گونگا اور اندھا ہو جاتا ہے۔ پھر واپس لوٹ نہیں سکتا۔ دنیا کی حقیقت دوری ہے۔ دین کی حقیقت حضوری ہے۔

محبت، اعمال کے خلوص کی جان ہے۔ محبت کی بیداری ہی۔ دراصل بیداری ہے حق سے محبت کر، بیدار ہو، بیدار بخت ہی بیدار ہوتے ہیں۔ بیدار رہتے ہیں۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
پھر حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

Marfat.com

خلیفہ وقت

حمد وثناء کے لائق ہے۔ وہ ذات کریم جس نے ان گنت قسم کی مخلوق پیدا فرمائی۔ جو بدیع وخالق وخلاق عالم ہے۔ کئی لاکھ ہزار مخلوقات اس نے جو پیدا فرمائی ہیں۔ وہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے اور یہ ساری مخلوقات اس نے اپنے کمال قدرت کے ساتھ بنائی ہیں۔ اس کے پیدا کرنے میں نہ کسی نے اس کی راہنمائی کی اور نہ مدد۔ بلکہ جو کچھ بنا ہوا ہے۔ سب کچھ اس ذات بے نیاز نے خود آپ بنایا ہے اور ایسا بنایا ہے کہ اس پر آج تک کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکا۔ اور نہ کبھی کوئی کر سکے گا۔ ازل سے بنانے والے نے بنا دیا ہے۔ اس کے ماڈل میں بھی ترمیم واضافہ نہ ہوا۔ نہ ہوگا۔ نہ کوئی کر سکا۔ اور نہ کر سکے گا۔

وہ ذات واحد ہے۔ اکیلی ہے۔ بے مثل ہے۔ بے مثال ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (الشوری: 11) کے مصداق ہے۔ اس نے اپنے رزق کے دروازے سب کے لئے کھول رکھے ہیں۔ اپنوں، بیگانوں، اچھوں، بروں، نیکوں اور بدوں کے لئے روزی کا دروازہ کبھی بند نہیں کیا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود: 6) یعنی زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں۔ جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ذات کریم پر نہ ہو۔

اسی ذات بے مثال نے اپنی ساری عظیم سے عظیم اور اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوقات میں سے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پسند فرمایا اور سب سے زیادہ اس کا درجہ بلند فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بہت عزیز کیا اور ان کی اولاد کو بھی بلندی درجات عطا فرمائی۔ اور اپنی خاص عنائیات کریمانہ کا صدقہ ساری مخلوقات سے اعلیٰ ترین، افضل ترین اور اشرف ترین مخلوق بنا دیا۔ قال اللہ تعالیٰ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ: 30)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ شہنشاہ کا خلیفہ صاحب ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو امر و نہی۔ جو حکم احکام دیتا ہے۔ وہ صاحب ہی کا ہوتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا خود اپنا بنایا خلیفہ کسی جگہ اپنی مرضی کا اظہار کر سکے۔

Marfat.com

اس کی مرضی بھی۔ اسی کی رضا و مہربانی کی پابند ہوتی ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وجود مبارک تیار ہو گیا تو **وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ** (الحجر:29) کے امر سے اللہ نے قالب آدم علیہ السلام میں اپنی روح مبارک داخل فرمائی۔ روح مبارک کے نفخ نے حضرت آدم کا اور مقام بلند فرما دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ تمام ملائکہ حکم الٰہی کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ مگر ابلیس شیطان اس نعمت سے محروم رہا۔ اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے مردود ہو گیا۔ اب ہر نافرمانی کرنے والا بھی شیطان ہی ہے۔ اس لئے ہر انسان پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کرتا رہے۔ اور کبھی اس نعمت سے محروم نہ رہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝٥٦ (الذاریات)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہ سرفرازی۔ یہ سربلندی کا منصب، حضرت انسان کے سر پر اسی وقت تک زیب دیتا ہے۔ جب تک اس کے خلیفہ کی حیثیت، اس کے حکم کا پابند ہو کر۔ بلکہ اس کی صفات عظیمہ کا مظہر کامل بن کر تخلقوا باخلاق اللہ کی تصویر بن کر اپنے منصب پر قائم رہے۔

تمام اختیارات، تمام مناصب، اور تمام سہولتیں، اعزازات، اس کرسی کی وجہ سے ہوتی ہیں جس پر افسر بیٹھا ہو۔ اگر اس منصب کو وہ ٹانگ مار دے۔ یا اس کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ تو سارے اختیارات بھی ختم۔ اعزازات بھی ختم۔ اور سہولتیں بھی ختم۔

حضرت انسان پر یہ کرم ضرور ہوتا ہے۔ کہ اگر خدانخواستہ وہ منصب خلافت کی کرسی سے محروم ہو بھی جائے یا محروم کر دیا جائے تو بھی **وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا** (البقرہ:126) والی سہولیات بعد میں بھی جاری و ساری رہتی ہیں۔ آب و ہوا، نظم و زندگی، خورد و نوش، نظام کائنات کی ساری سہولتیں، دریاؤں سمندروں کے فیوض و برکات، آسمانی مخلوقات چاند، سورج ستارے، اور ان سب کے ذریعے ملنے والی نعمتوں کے دروازے بند نہیں کئے

Marfat.com

جاتے۔ بلکہ ریٹائرمنٹ، یاڈس مس کر دینے کے بعد یعنی منصب خلافت سے محروم کر دینے کے بعد، سہولیات میں اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور منصب خلافت کا بار اٹھانے والوں کو آگاہ بھی رکھا جاتا ہے۔ کہ کہیں اس محروم اور راندہ درگاہ کی سہولیات دیکھ کر تمہاری آنکھیں چندھیانہ جائیں۔ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ (آل عمران) تمہیں کافروں، منکروں، نافرمانوں اور محرومان منصب خلافت کا شہروں میں اٹھلاتے پھرنا، فریب اور دھوکے میں نہ ڈال دے۔ متاع قلیل، یہ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ یہ اس دنیا میں جو کچھ بھی پالیں۔ بہت ہی تھوڑا ہے۔ ثم ماؤھم جھنم پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے، منصب خلافت سے ٹھکرائے ہوئے۔ رد کئے ہوئے۔ محروم شدگان، کا انجام، انتہائی عبرت ناک ہے۔ البتہ اس منصب پر فائز لوگ سبحان اللہ

لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ (آل عمران)

جنہوں نے تقویٰ رب اختیار کیا، منصب آدم وآدمیت کا لحاظ رکھا۔ خلافت عظمیٰ کے سردار رہے۔ ان کے لئے حسین وجمیل باغوں کی بہاریں۔ دل کو لبھا لینے والی خوبصورت نہریں۔ مہمان نوازی کی دل جوئیاں، قسم قسم کے کھانے، عیش وآرام، حور وغلمان حوالہ بچھے ہوئے تکئے، آمنے سامنے عزت واکرام سے مناسب رفعیہ کا لطف اور نہ جانے کیا کیا۔ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ (آل عمران) ان نیکوں، پارساؤں، عظیموں، وفاداروں، جاں نثاروں، اور محبتوں کے پیکروں کے لئے ان کے رب کے پاس جو کچھ بھی ہے۔ وہ بہت ہی خیر ہے اور خیر ہی خیر ہے۔

اے انسان! شاہکار ربوبیت خلیفۃ اللہ فی الارض مسجود ملائک، لولاک کے مالک، انعامات واکرامات کے مصدر رفیعہ، سزاوار عزت وتکریم، کائنات ارض وسماوات کے مسخر، چاند سورج، یعنی سب سے زیادہ بلندیوں پر رہنے والی مخلوق کے مخدوم، فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ (التکویر) تم کدھر جارہے ہو۔

Marfat.com

فیصلہ

ایک شخص بیمار ہوا۔ بیماری نے طول کھینچا۔ اسے ایک حکیم صاحب کے پاس لے گئے۔ حکیم صاحب نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اس کی زندگی کے آثار بہت کم نظر آئے۔ حکیم صاحب نے کہا اب اس کو کسی دوا کی ضرورت نہیں۔ دعا کی ضرورت ہے۔ اب جو جی میں آئے۔ کھاؤ پیو۔ اور جہاں جی چاہے۔ گھومو پھیرو۔

مریض وہاں سے اٹھا۔ اس نے راہ میں دیکھا۔ ایک صوفی گردن جھکائے یاد الٰہی میں مصروف ہے۔ اس کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ اس کو اس کی موٹی گردن بڑی بھلی معلوم ہوئی اس کا جی چاہا۔ کہ ایک زور سے تھپڑ رسید کروں۔ آخر اس نے تھپڑ لگا ہی دیا۔ صوفی صاحب اس ناگہانی آفت سے سٹ پٹائے اور جواب میں اس کو تھپڑ مارنے لگے۔ لیکن جب اس کی حالت دیکھی تو صبر کیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ میرے تھپڑ سے یہ ویسے ہی مر جائے۔

آخر صوفی صاحب نے فیصلہ کیا۔ کہ اس کو پکڑ کر قاضی صاحب کے پاس لے جانا چاہیئے انہوں نے اس کا بازو پکڑا۔ اور قاضی صاحب کے پاس لے گئے۔ اور مقدمہ پیش کر دیا۔ قاضی صاحب نے کہا صوفی صاحب اب اس شخص سے آپ کے قصاص میں بدلہ کس طرح لیا جائے۔ چلو کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب نے اس شخص سے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے۔ اس نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا۔ تین درہم صوفی صاحب کو دے دو۔ اور تین اپنے پاس رکھ لو، قاضی صاحب نے یہ فیصلہ جب سنا دیا۔ تو صوفی صاحب اور حاضرین کو اس فیصلہ سے بڑا تعجب ہوا۔

بیمار شخص نے جیب سے چھ درہم نکالے، اور قاضی کے قریب آیا۔ جیسے کان میں کچھ کہنا چاہتا ہو۔ قاضی صاحب نے سر جھکایا تو بیمار نے ایک زوردار تھپڑ قاضی صاحب کے بھی جڑ

Marfat.com

دیا۔ اور کہا یہ تین درہم صوفی صاحب کے اور تین درہم آپ کے میں تو ان پیسوں کے عذاب سے چھوٹا۔

قاضی صاحب بہت سٹ پٹائے۔ لیکن صوفی صاحب نے کہا یہ ایک چھوٹے سے مقدمے کے غلط فیصلے کی سزا ہے۔ ساری زندگی جو آپ ایسے فیصلے کرتے رہے ہیں۔ ان کی سزا کیا ہوگی۔ اس کے لئے آپ کو تیار رہنا چاہئے۔

قاضی، قیامت کے دن عدل کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ قطرے سے دریا کے پانی کا ذائقہ معلوم ہو جاتا ہے، اے قاضی، تو قضا کی اس مسند پر بیٹھ کر قیامت کے دن کے قاضی کے فیصلوں سے لوگوں کو بدگمان کرتا ہے۔ اپنے منصب کو دیکھ۔ اپنے منصب کا لحاظ رکھ۔

اس دنیا میں ہر شخص قاضی ہے۔ ہر لمحہ کوئی نہ کوئی فیصلہ اسے درپیش رہتا ہے۔ اسے فیصلہ کرتے ہوئے۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ کلکم مسئول عن رعیتہ (الحدیث) تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے۔ اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا۔

کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے
جب وہ پوچھے گا سر محشر بلا کے سامنے

Marfat.com

ایک تھا بھینگا

بھینگا اس شخص کو کہتے ہیں جس کے اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک چیز کے دو دو نظر آتے ہیں۔ آنکھیں درست ہوں۔ بینائی درست ہو۔ تو درست ہی نظر آتا ہے۔ اگر ملیریا بخار کے مریض کو پانی بھی کڑوا لگے۔ تو اس سے پانی کی حقیقت تو نہیں بدل جاتی۔ پانی وہی ہے۔ اسے چاہیے کہ پہلے اپنے اندر کی کڑواہٹ ختم کرے۔ پھر اگر کڑوا لگے۔ تو یقیناً پانی کا قصور ہے؟

ایک تھا بھینگا اس کے استاذ محترم نے اسے فرمایا بچے، اندر آ جاؤ اور اندر ایک بوتل پڑی ہے۔ وہ اٹھا لاؤ۔ وہ اندر گیا پھر واپس آ گیا اور آ کر کہنے لگا۔ استاذ محترم! اندر دو بوتلیں پڑی ہیں۔ کونسی لے کر آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ دو بوتلیں نہیں ہیں ایک ہے۔ بھینگے کے اصرار پر استاذ محترم نے فرمایا۔ اپنا بھینگا پن دور کر۔ دو نہیں۔ ایک ہی ہے۔ اس نے کہا۔ استاذ مجھے طعنہ نہ دے۔ بوتلیں دو ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ ایک توڑ دو۔ اور دوسری اٹھا لاؤ۔

بھینگے نے ایک بوتل توڑ دی۔ اس نے دیکھا دوسری بھی ٹوٹ گئی ہے۔ اب پچھتانے لگا۔ کہ میں نے بڑوں کا کہنا نہیں مانا اور اپنی آنکھ ہی کے بھینگے پن سے بوتل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

انسان کے اندر محبت اور نفرت اور غصہ سے بھی بھینگا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ دوست اور دشمن کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ پیسے کی ہوس، افسر کے دل میں پیدا ہو جائے۔ اور اسے اس ہوس میں رشوت پسندیدہ چیز لگنے لگے۔ تو وہ ظالم اور مظلوم میں فرق نہیں کر سکتا۔ اس کے نزدیک حق پر وہی ہے۔ جو اس کی دولت کی ہوس پوری کر دے۔

قرآن تو ہدایت ہے، اور سراسر ہدایت ہے۔ لیکن یہ جو فرمایا۔ کہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ:26) جو چاہے اس سے ہدایت پا لے اور جو چاہے اس سے گمراہ ہو جائے اپنی سوچ اور فکر کی کجی دور کر۔ یہی بھینگا پن تجھے راستہ نہیں دیکھنے دیتا۔

Marfat.com

اٹھ فرید استیا

راہ صحرا تو دکھا دی اس نے اہل شوق کو
اور خود بیٹھا رہا محفل میں فرزانہ بنا

امت مسلمہ، امن و عافیت اور اخوت و بھائی چارہ کے نام سے دنیا میں متعارف ہوئی۔ ذرا ذرا سی بات پر گردنیں کاٹ دینے والے ایک جان، دو قالب ہو گئے۔ شیر و شکر ہو گئے۔ نصف زمین، نصف مکان، دو بیویوں میں سے ایک بیوی۔ دو گھروں میں سے ایک گھر، نصف نصف کاروبار، غرض ہر وہ چیز جو انسان کو بہر طور پیاری ہوتی ہے۔ معلم اخوت و مروت ﷺ کے ایک اشارے پر بے سروسامان مہاجر بھائیوں کی خدمت میں پیش کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا۔ جان بلب غلامان محمد ﷺ نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی۔ اور پانی کا ایک گھونٹ جو جان کنی کے وقت ہزار نعمت سے زیادہ بھاری ہوتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے دیوانے خود مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ لیکن اپنے دوسرے مسلمان زخمی بھائی کی العطش العطش کی پکار برداشت نہ کر سکے۔ اور وہ پانی کا گھونٹ اسے بھیج کر اور اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر کے جذبہ جان نثاری کے انوکھے باب رقم کئے۔

وہی امت مسلمہ، آج جس نکبت و تکدر کا شکار ہے۔ ایک حساس انسان اسے دیکھ کر تڑپ کے رہ جاتا ہے۔ پہلے تو امت مسلمہ فرقوں میں بٹی۔ پھر ہر فرقے کے نئے فرقے بننے لگے۔ اور یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوا۔ کہ کوچہ کوچہ، قریہ، قریہ، بستی بستی، بلکہ ہر گھر کا ہر فرد افتراق و انتشار کا شکار ہوا۔

کوچہ کوچہ قریہ قریہ میں سیاست بٹ گئی
گویا میرے شہر کے سب لوگ پاگل ہو گئے
ہر کسی کے ہاتھ میں صابر ہے نفرت کی چھری
کوچہ و بازار جیسے سارے مقتل ہو گئے

Marfat.com

اخوت مروت اور بھائی چارے کا سبق دینے والے خود انتشار کا شکار ہیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران:103) کا خطبہ پڑھا جا رہا ہے۔ اور بڑی سر اور لے میں پڑھا جا رہا ہے۔ اس موضوع پر تقریر ہے۔ پھر دوران تقریر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے۔ نفرتوں کے بیج بوئے جا رہے ہیں۔ ماحول میں کشیدگی ارادۃً پیدا کی جا رہی ہے۔ فریق ثانی کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے۔ اس سے جی نہ بھرا تو الفاظ وحروف کے زہر میں بجھے ہوئے تیر چھبوئے جانے لگے۔ عوام کے جذبات مشتعل کئے جا رہے ہیں۔ ولا تفرقوا کی گردان پڑھنے والا خود اسی دلدل میں گرتا جا رہا ہے۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۝ (البقرہ) پھر ایک درمند شہری کڑھتا ہے۔

متاع کارواں لٹنے کا کس کافر کو صدمہ ہے
ستم ہے لوٹنے والوں میں تیرا نام آیا ہے

سیاستدان الجھے، وکلاء بپھرے، اسمبلیوں میں کرسیاں ٹوٹیں، سینٹ، ہمارا سب سے حساس اور باوقار ادارہ، میں سوقیانہ زبان استعمال ہونے لگی۔ جس کی سنجیدگی کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ الامان والحفیظ، طلباء دست بگریبان ہیں۔ اخبارات کے ایڈیٹرز لڑ رہے ہیں اساتذہ کرام کی پارٹیاں ہیں، شعراء، جو قوم کا سب سے بے ضرر طبقہ تھا۔ کہ چائے کی پیالی ہو غزل کے مصرع پر داد اور بس۔ وہ خود انتشار کے داعی بن گئے۔ پھر انہوں نے انتشار کا نام انقلاب رکھ دیا۔ دکاندار اور تاجر حضرات کو دنیا بزدل کہا کرتی تھی۔ کہ وہ کسی جھگڑے میں الجھنا پسند نہیں کرتے وہ ہر اس موقع سے دامن کھینچ لیتے ہیں۔ جس میں کوئی الجھاؤ پیدا ہوتا ہو۔ آج وہ بھی دھڑوں میں بٹ گئے۔ ایک ہڑتال کرتا ہے دوسرا اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ایک قیمتوں میں کمی کرنا چاہتا ہے دوسرا اس کی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ ریٹ کم کرنے کی نیت عوام کو سستی اشیاء فراہم کرنا نہیں۔ بلکہ دوسرے گروہ کی کمر توڑنا مقصود ہے۔ دفتر میں کلرک بادشاہ، افسر، ماتحت، درجہ چہارم سب آپس میں دھڑے بندیوں کا شکار ہیں۔ ان کی اپنی اپنی یونینیں ہیں۔ درجہ چہارم اپنے افسروں

Marfat.com

کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ افسر اپنے ماتحتوں کو نیچا دکھانے کے لئے سخت قانون بنا رہے ہیں۔ ناجائز اختیارات استعمال کئے جا رہے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں۔ جس کے ہاتھ میں قلم ہوتا تھا۔ آج اس کے ہاتھ میں ڈاکو کا خنجر ہے۔ پسٹل ہے۔ موزر ہے۔ کلاشنکوف ہے۔ ہماری درسگاہیں اسلحہ خانہ بنی ہوئی ہیں۔ بلکہ دلائی کیمپ کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ اساتذہ، علماء، جنہیں وہ ساری آیات اور احادیث زبانی یاد ہیں۔ جن میں محبت و الفت، اخوت و مروت اور پیار کے زمزمے بہانے کا حکم ہے۔ اور وہ آیات بھی ساری ازبر ہیں۔ جن میں نفرت، سب وشتم، گالی گلوچ، مار دھاڑ، لڑائی جھگڑے، جنگ و جدل، حسد و بغض اور کینہ پروری سے روکا گیا ہے۔ اس کے باوصف قصداً اور ارداۃً انہی آیات واحادیث کے سائے میں وہی کام کر رہے ہیں۔ وعظ فروش ملا۔ اس میں پیش پیش ہیں۔ جس کام سے وہ روک رہے ہوتے ہیں، وہی کام وہ خود کر رہے ہوتے ہیں۔

صوفیا کرام اور پیران عظام الجھ رہے ہیں۔ جن کے دامن غیروں کے لئے وا ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنوں کے لئے بند کر دیئے۔ اپنی اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کے لئے جبے بدلے۔ ٹوپیاں بدلیں، رنگ بدلے، نعرے بدلے، ذکر و فکر کے انداز بدلے۔ غرض اپنے سوا سب کچھ بدل دیا۔ یا یوں کہیے کہ خود اتنا بدلے۔ کہ اس ادل بدل نے سب کچھ بدل دیا۔

فقیروں کی ٹولیاں ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے علاقے بانٹ رکھے ہیں، کوئی فقیر کسی دوسرے فقیر کے علاقے میں نہیں جا سکتا۔ چوروں، ڈاکوؤں، راہزنوں، اور جیب کتروں نے اپنے اپنے علاقے مخصوص کر رکھے ہیں۔ غرض

اندھوں نے مل کے شور مچایا ہے کو بہ کو
تا سن سکے نہ کوئی کسی دیدہ ور کی بات

یہ سلسلہ کہاں جا کے رکے گا۔ ہم کہیں کسی ایسے اندھے کنویں میں نہ جا گریں۔ جس سے بچ نکلنا محال ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ کشتی کے اندر کہیں سے وہ وزن آ گرے جو اس کے ڈبونے کے لئے آخری وزن ثابت ہو۔ ہمارے لمحوں کی خطا سے کہیں صدیاں سزا نہ پانے

Marfat.com

لگیں۔ اس بے چارہ گری میں۔ اس بے حسی میں اس افراتفری میں صرف ایک ہی دربار ہے۔ صرف ایک دروازہ ہے جو کھٹکھٹایا جائے۔ جس پر کھڑے ہو کر درخواست کی مَتٰی نَصۡرُ اللّٰهِ تو آواز آئے۔ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ (البقرہ)

اے خاصہ، خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

اے مدینے کے والی! تجھ سے فریاد ہے۔ تجھ پر امت کی تکلیف بڑی گراں گزرتی ہے۔ میں نے پڑھا ہے میرے آقا۔ آپ اس امت کی خاطر رات بھر آنسو بہایا کرتے تھے۔ مسجدوں میں غاروں میں، دعاؤں میں، صرف اسی امت کے لئے دن رات اشک باری ہوتی رہی۔ سرلامکاں بھی اس کے تذکرے تھے۔ اے گنبد خضریٰ کے مکیں۔ سنا ہے جب حشر بپا ہوگا۔ جب کوئی کام نہ آئے گا۔ صرف آپ کام آئیں گے۔ اے میرے زندہ نبی! حشر تو اب بھی برپا ہو چکا ہے۔ قیامت صغریٰ اب بھی قائم ہو چکی ہے۔ ہماری بے چارگی دیکھنے والی ہے، ہم عبرت کا نشان ہیں۔ کوئی راستہ دکھانے والا۔ کوئی مسیحا نظر نہیں آتا۔ کوئی بشیر، کوئی نذیر، کوئی خوشخبری سنانے والے۔ کوئی عبرت ناک انجام سے ڈرانے والا نظر نہیں آتا۔ اب آپ ہی کرم فرمایئے۔

ہم بھولوں کو یا نبی جی ہرگز نہ بھول جانا

Marfat.com

حرص و آز کا بندہ

مخبر صادق ﷺ کا ارشاد ہے کہ لایشبعان یعنی دو آدمیوں کا دل سیر نہیں ہوتا۔ دولت کا بھوکا اور علم حاصل کرنے والا۔ علم روح کی غذا ہے۔ اس لئے اس کی حرص۔ روح کی آنکھ کو اندھا نہیں کرتی۔ علم کی روشنی سے روح کی آنکھ کی روشنی اور بڑھتی جاتی ہے۔ مال و دولت کا تعلق۔ جسم اور جسد کے ساتھ ہے۔ لالچ بدن کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے۔ اور بدن کے کانوں کو بھی بہرا کر دیتا ہے۔

بچے کو کون سمجھائے۔ کہ اے ماں کے پیٹ کے اندر خوراک۔ خون میں ہی، سب کچھ بھول جانے والے۔ ذرا باہر نکل کر دیکھ۔ ماں کے رحم کی تنگ و تاریک دنیا سے، اس دنیا کا رنگ انوکھا ہے۔ نرالا ہے، تو باہر نہ آنے پر مصر ہے۔ قدرت تجھے باہر کے نظارے دکھانا چاہتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں تو صرف ایک خوراک پر پلتا رہا۔ اس تنگ کوٹھڑی کی خوراک کے لالچی بچے تجھے خون اور پیپ کی خوراک کے لالچ نے ہزاروں قسم کی نعمتوں سے محروم کر رکھا ہے۔

جیسے تو اس دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے۔ لڈی ڈالتا ہے۔ سمندر کی نہریں بھی اچھلتی ہیں کودتی ہیں۔ ناچتی ہیں، درختوں کے پتے تالیاں بجاتے ہیں۔ ان کی خوشی کا راز۔ لالچی اندھی آنکھ سے تو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے لئے دل کی آنکھیں درکار ہیں نہ کہ بدن کی آنکھیں۔

لالچ باطل کو حق کر کے دکھاتا ہے۔ تو اس طرح کر کے۔ حق کو حق۔ اور باطل کو باطل کی اصل حالت میں دیکھنے کے لئے حرص و آز کے اندھیاروں سے باہر نکل۔

اپنی حرص میں لالچ میں اور طمع میں مخلوق خدا کا خون چوسنے والے۔ ہوش میں آ۔ جس طرح پیاز کی بو آ جاتی ہے۔ لہسن کی بو آ جاتی ہے۔ گلاب اور چنبیلی کی خوشبو مہکا جاتی ہے۔ ایسے ہی قبر کے فرشتوں کو حرص و ہوا سے غریبوں کے چوسے ہوئے خون کی بو آ جائے گی۔ جیسے تجھے بو سے نفرت ہے۔ ایسے ہی انہیں بھی اتنی ہی زیادہ اس بو سے نفرت ہے۔ وہ تمہیں

Marfat.com

چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔ اللہ سے ڈر، حرص و آز کے بندے۔ اللہ سے ڈر۔

کوہ طور، پتھر، پہاڑ، اپنے پیدا کرنے والے کی بات اور بات کا سارا مضمون سمجھ گیا تھا۔ تو اپنے مالک کی اس بات کو کیوں نہیں سمجھتا ظلم کی رسی اتنی دراز نہ کر، کہ رسی پھینکتے پھینکتے اتنے گنجل پڑ جائیں کہ خود ان گنجلوں میں پھنس جائے۔

کوئی کتا، جب گھر سے کسی سفر پہ نکلتا ہے۔ تو اس راستے کے سارے کتے۔ اس کو روکتے ہیں۔ احتجاج کرتے ہیں۔ اس سے لڑتے ہیں۔ جھگڑتے ہیں۔ اسے کاٹ کھانے کو آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تو کس لالچ میں کس طمع اور کس حرص میں اپنے مالک کے گھر اور اپنے مالک کے محلے کو چھوڑ کر جا رہا ہے چل واپس جا۔ ہماری جنس بے وفائی نہیں کرتی۔

اور تو انسان ہو کر اپنے مالک کی مخلوق کو عذاب دینے کے سفر پہ نکلا ہوا ہے۔ تیری نسل۔ اشرف المخلوقات کی نسل ہے۔ تو وفا میں کتے سے بھی کم نکل رہا ہے۔ چل دوڑ یہاں سے چل واپس چل۔ اپنے مالک کے گھر۔ یا اپنے مالک کے بتائے پتے پر پہنچ۔

پہچان کرنے کے لئے صرف آنکھ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ دریا کی آنکھیں نہیں تھیں۔ وہ پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں امتیاز کرنا جانتا تھا۔ ہم نے بغیر آنکھوں اور کانوں کے دریا نیل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پڑھتے، سنتے اور اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ تیرے پاس تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دو روشن چراغ ہیں۔ یہ تجھے منزل پر پہچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان چراغوں کو بجھنے نہ دے۔ اور ان آنکھوں کو اندھا نہ ہونے دے۔

اے حرص و آز کے پتلے۔ اپنی طمع کی خاطر۔ کسی کا دل نہ دکھا۔ تیرے پہلو میں بھی ایک دل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی تیرا دل دکھانے کے درپے ہو جائے۔ آ تجھے۔ ایک راز کی بات بتا دوں۔ لفظ طمع کے تین حروف ہیں۔ ط۔ م۔ ع۔ اور تینوں حرف نقطے سے خالی ہیں۔ بالکل اسی طرح طمع جس کے گھر میں آتا ہے۔ اس کو بالکل خالی کر دیتا ہے۔ لہٰذا دل دکھا کر اپنا دل نہ دکھا۔ اور طمع کر کے اپنا گھر خالی نہ کر۔

Marfat.com

تو پس جائے گا پٹ جائے گا
دکھ دے کر کیا سکھ پائے گا

جس طرح ضرورت سے زیادہ کھانا۔ضرورت سے زیادہ پینا۔ضرورت سے زیادہ سونا اورضرورت سے زیادہ خواہشات کا بندہ بن جانا۔ ہر اعتبار سے انسان کو بیمار کر دیتا ہے۔اسی طرح دنیا کے جمع کرنے کی زیادتی سے بچ۔دنیا کا اور دنیا کی حرص و آز کا بدہ نہ بن۔اس کا بندہ بن۔جس کی بندگی دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

قدرت نے تیری خوراک کے لئے۔تیرا پیٹ بھرنے کے لئے۔تیری بھوک کے مداوا کے لئے۔تیری ماں کے پیٹ میں انتظام کر دیا۔تیرے پیدا ہونے سے پہلے ماں کی مقدس چھاتی میں لَبَنًا خَالِصًا کی نہریں جاری کر دیں۔غور کرو۔اور ایک خاص عنایت پر اپنے رب کا شکر ادا کر۔کہ اس نے ماں کے پیٹ میں غلیظ، گندہ اور ناپاک خون، تیرے منہ نہیں لگنے دیا۔کہ تجھے ناپاک خون چوسنے کا چسکا۔ماں کے پیٹ سے ہی نہ پڑ جائے۔بلکہ یہ انتظام ناف کے ذریعے کیا۔حالانکہ ناف کے ذریعے خوراک کا دور جدید میں بھی کوئی تصور نہیں۔کسی ہسپتال میں۔کسی ڈاکٹر کے ذہن میں کبھی نہیں آیا۔کہ اگر مریض کا گلا بند ہو گیا ہے۔تو کیا ہوا۔یہ مریض ماں کے پیٹ میں ناف کے ذریعے خوراک لینے کا عادی ہے۔اسے ناف کے ذریعے خوراک پہنچادو۔ایسا نہیں ہوا اور آئندہ بھی یقیناً کبھی ایسا نہیں ہوگا۔دیکھ تیرے مالک نے تیری زبان کو پاک رکھا۔پھر پیدائش کے بعد پاکیزہ دودھ کا انتظام کر دیا۔جہاں تک قدرت کے اصولوں کی بات تھی۔اس نے تیری زبان تک کو ناپاک اور بدذائقہ اور حرام سے محفوظ رکھا۔کہ اسی زبان سے تو نے اس کا نام لینا ہے۔جس نے تجھے پیدا کیا۔اس کے محبوب کا نام لینا ہے۔جس کے صدقے تو معرض وجود میں آیا۔

قدرت نے تیرے منہ کو ہر طرح پاک رکھا۔اب بڑا ہو کر اسی منہ سے حرام کھانے کا چسکا پڑ گیا ہے اور اس چسکے کے حصول کے لالچ اور حرص میں اتنا اندھا ہو گیا ہے۔کہ ابتدائی حیات کی پاکیزگی کا تو تصور بھی کھو بیٹھا ہے۔کتنی بری بات ہے۔اچھے بچے ایسے نہیں کرتے۔

Marfat.com

ماہ رمضان، فیوض و برکات کے آئینے میں

قرآن پاک میں روزوں کی فرضیت کے لئے جو آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ وہ سورۃ البقرہ میں ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ (البقرہ)

''کہ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے ہیں۔ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔ تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو''۔

الصیام، صوم کی جمع ہے صوم کے لغوی معنے کسی کام کے کرنے سے رک جانے کے ہیں۔ جبکہ اصطلاح شریعت میں۔ عبادت کی نیت سے حکم خداوندی کی اطاعت میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک۔ کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام صوم ہے۔ عورت کا، حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے یعنی اگر عورت حیض ونفاس کی کسی حالت میں ہو۔ تو وہ روزہ نہ رکھے۔ بلکہ اس حالت سے پاک ہونے تک جتنے روزے قضا ہوئے وہ بعد میں پورے ادا کرلے۔

روزہ کی فضیلت

روزے کی فضیلت سب سے بڑی تو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادی۔ کہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو پہلی امتوں پر فرض تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہر نبی اور اس کی امت پر روزہ کسی نہ کسی انداز میں فرض رہا۔ یہ اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ اور روزے کی حالت میں بندہ مومن کی کیفیت پسندیدگی ہے۔

روزوں کی فضیلت میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار ارشادات میں سے چند ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے قریب قریب ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان المبارک آ گیا ہے۔ جو بڑی برکت والا ہے۔ حق تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے۔ تمہارے سانسوں کے آنے جانے کو دیکھتا ہے اور ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو نیکی کر کے دکھاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا۔ آمین جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے۔ تو ہم نے عرض کیا ہم نے آج آپ کے منبر پر چڑھتے ہوئے ایک ایسی چیز دیکھی ہے اور سنی ہے جو پہلے کبھی نہ سنی اور نہ دیکھی۔ آخر آپ نے آج ایسا کیوں فرمایا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت جبریل علیہ السلام آئے۔ جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو جبریل نے دعا کی۔ کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ تو میں نے کہا۔ آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا۔ تو اس نے دعا کی۔ اے اللہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود شریف نہ بھیجے میں نے کہا۔ آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو جبریل نے کہا۔ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ تو میں نے کہا آمین۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ روزہ ڈھال ہے۔ یعنی روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی

Marfat.com

اس کی جزا دوں گا۔

مسائل روزہ

یوں تو ہر عاقل، بالغ، مقیم اور صحت مند مسلمان پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے۔ لیکن بعض مخصوص حالات میں رخصت بھی ہے اور اگر ان میں سے کسی عذر کی بنا پر کوئی مسلمان روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ گناہگار نہ ہوگا۔ شرعی عذر جن میں روزہ کی رخصت ہے وہ یہ ہیں۔

☆...... جب آدمی ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنے سے جان جانے، مرض بڑھ جانے یا روزہ رکھنے سے مرض کے دیرپا ہونے کا اندیشہ ہو۔ تو صحت مند ہونے تک روزہ نہ رکھے۔ اس صورت میں صحت یافتہ ہونے کے بعد جتنے روزے قضا ہوئے ان قضا شدہ روزوں کی ادائیگی کرنا فرض ہے۔

☆...... شیخ فانی۔ ایسا بوڑھا اور عمر رسیدہ مرد یا عورت۔ جس میں روزہ رکھنے کی سکت ہی نہ ہو۔ یا روزہ رکھنے سے روز بروز کمزور تر ہونے کا یقین کامل ہو۔ نہ تو وہ اس حالت میں روزہ رکھنے کے قابل ہے۔ اور نہ آئندہ روزہ رکھنے پر قادر ہونے کا امکان ہے تو ایسے میں وہ روزہ نہ رکھے۔ البتہ ایک غریب آدمی کو اپنے ہر روزہ کا فدیہ دے دے یا اس کو روزے رکھوا دے۔

یہ بوڑھا شخص جو اپنے روزہ کے عوض کسی کو اپنا فدیہ دیتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد خوب صحت مند ہو گیا۔ اور روزہ رکھنے پر قادر ہو گیا۔ تو اب روزہ رکھے بھی۔ اور قضا شدہ روزوں کی ادا بھی کرے۔ جو فدیہ وہ ادا کرتا رہا۔ وہ اس کی طرف سے صدقہ نفل ہو جائے گا۔ جو آخری زندگی میں بھرپور کام آئے گا۔ اس کے ذمہ قضا شدہ روزوں کی ادا۔ لازم ہوگی۔ اور اگر ایسا مریض ہے جو گرمیوں میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ وہ روزہ افطار کرے (روزہ نہ رکھے) اور فدیہ دے دے۔ البتہ موسم سرما میں قضا لازم ہوگی۔

☆...... حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھنے سے اس کو اپنی ذات یا بچے کی

Marfat.com

ذات کو ناقابل برداشت تکلیف کا اندیشہ ہو۔تو اسے روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن بعد میں قضا شدہ روزوں کی ادا لازمی ہے۔

☆......سفر یعنی اتنی دور جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔کہ پیدل چلنے کی یا چوپائے کی سواری کے تین دن کی مسافت بن جائے۔تو اتنے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔سفر سے واپسی یا منزل پر پہنچ کر مقیم ہونے کی صورت میں روزوں کی ادا لازم ہے۔

یہ مسافت دور حاضر میں تین فرلانگ 57 میل بنتی ہے۔سفر کے حوالہ سے چند اور مسائل کا ذکر بھی یہاں بے معنے نہ ہوگا۔ جہاں سے سفر شروع کیا۔ وہاں سے منزل تک 57 میل کا فاصلہ ہو۔تو حدود علاقہ سے نکلتے ہی مسافر تصور کیا جائے گا۔منزل پر پہنچ کر اگر پندرہ دن سے کم مدت کے لئے ٹھہرنا مقصود ہو۔تو مسافر ہی تصور کیا جائے گا۔اور اگر پندرہ یا اس سے زیادہ دن رہنا ہو۔تو منزل پر پہنچتے ہی مقیم بن جائیگا اور سفر کی وجہ سے جو سہولت میسر آئی تھی۔ختم ہو جائے گی۔اگر مسافر رہتا تو لاہور میں ہے اور راولپنڈی میں ملازمت کرتا ہے۔یا وہاں کاروباری سلسلہ میں رہائش پذیر ہے۔یا منزل پر بھی اس کی کوئی مستقل رہائش گاہ موجود ہے۔خواہ وہ ذاتی ہو۔یا مستقل کرایہ پر لے رکھی۔تو بھی وہ مسافر تصور نہیں کیا جائے گا۔ان صورتوں میں روزے کی نوعیت بھی بدلتی رہے گی۔

نوٹ

اگر مذکورہ تمام صورتوں میں عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا۔اور انتقال کر گیا اور اسے قضا کو ادا کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔تو ان پر روزوں کی وصیت کرنا واجب نہیں۔اگر انہوں نے وصیت کر دی۔تو یہ وصیت ان کے چھوڑے ہوئے مال میں تہائی حصہ سے بصور فدیہ ادائیگی کی جائے گی۔

مسائل سحری

سحری کھانا سنت ہے۔اور باعث برکت بھی۔اگر چہ ایک لقمہ ہی کھائے۔سحری میں تاخیر مستحب ہے۔مگر اتنی تاخیر نہ ہو کہ مشکوک ہو جائے اور وقت میں گنجائش نہ ہو تو بحالت

Marfat.com

جنابت بھی کھانا کھایا جاسکتا ہے۔ ویسے غسل جنابت میں تاخیر ناپسندیدہ عمل ہے۔

نوٹ

غسل جنابت میں کلی کرنا فرض ہے۔ یہ کلی اس طرح کرنی چاہئے۔ کہ منہ کے اندر ہر حصہ میں پانی پہنچ جائے۔ اور خوب غرغرہ کیا جائے۔ اسی طرح ناک میں پانی ڈالنا فرض غسل جنابت ہے۔ ناک میں پانی۔ ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا چاہئے۔

لیکن روزے کی حالت میں ان دونوں صورتوں میں پانی کے استعمال میں احتیاط کرنی چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ غرارہ کرتے ہوئے یا ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے۔ پانی حلق میں اتر جائے۔ اور روزہ ٹوٹ جائے۔ اس لئے احتیاط بہت ضروری ہے۔

روزہ کی نیت

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی نیت کا اصل وقت غروب آفتاب سے ضحوئ کبریٰ تک ہے۔ یعنی مغرب کی نماز کے وقت سے دن چڑھے تک کسی وقت بھی روزہ رکھنے کی نیت کی جاسکتی ہے۔ ہر روزہ کے لئے زبان و دل سے نیت کرنا بہتر ہے تو روزہ ہوگا۔ بصورت دیگر روزہ نہ ہوگا۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ اگر زبان سے نیت کرنا مقصود ہو تو یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ نویت ان اصوم غدا اللہ تعالیٰ من شھر رمضان یعنی میں رمضان المبارک کا روزہ اللہ کی رضا کے لئے رکھنے کی نیت کرتا ہوں یا اس طرح کے کوئی دیگر الفاظ۔

اگر رات کو نیت نہیں کرسکا۔ اور دن کے ضحوئ کبریٰ سے پہلے نیت کر رہا ہے۔ تو نیت یوں کرنا چاہئے۔ نویت ان اصوم ھذا اللہ تعالیٰ میں آج کے دن کی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزہ رکھنے کی نیت کرتا ہوں۔

روزہ توڑنا گناہ کبیرہ

روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی توڑ دینا۔ سخت بڑا گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا بیمار ہوا۔ کہ جان کا خطرہ ہے۔ یا بیماری بہت بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ یا ایسی پیاس لگی ہے۔ کہ مرنے کا خطرہ لاحق ہوگیا ہو۔ تو ایسی صورت میں روزہ توڑنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ البتہ صحت مند

Marfat.com

ہونے پر قضا ضروری ہے۔

اگر بالفرض بلا عذر شرعی روزہ توڑنے کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر بیٹھا۔ تو یا ایک غلام آزاد کرے۔ یا دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

روزہ کے مکروہات

کسی چیز کا بلا عذر چکھنا۔ چبانا، اس انداز سے کہ حلق سے نیچے نہ اترے۔ مکروہ ہے۔ جھوٹ، مکر فریب، چغلی کھانا، غیبت کرنا، گالی گلوچ، کسی کو کوسنا، ناحق دکھ اور ایذاء پہچانا، بیہودہ فضول بکنا، چیخنا، چلانا، لڑنا بھڑنا، شطرنج، تاش کھیلنا، جوا و پانسا کھیلنا، سینما دیکھنا، منہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگل جانا۔ کلی اور ناک میں پانی اتنے مبالغہ سے ڈالنا۔ کہ اندر چلے جانے کا اندیشہ ہو۔ یہ سب امور مکروہات روزہ ہیں۔

جن صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کھانا کھا لینے۔ پانی پی لینے۔ کلی کرتے ہوئے پانی حلق سے نیچے اتر جانے۔ پانی ناک میں چڑھاتے ہوئے دماغ تک چڑھ جانے۔ پیپ یا خون کی منہ بھر کر قے آ جانے۔ چنے برابر یا زیادہ نگل لینے۔ چنے برابر یا اس سے زیادہ دانتوں میں پھنسی چیز کھا لینے۔ ناک میں دوا ڈالنے۔ کان میں دوا یا تیل ڈالنے۔ حقنہ کرانے۔ حقہ بیڑی پان سگریٹ سگار وغیرہ پی لینے اور پان کھا لینے سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر یہ کام قصداً کیے ہوں تو نہ صرف قضا لازم آتی ہے۔ بلکہ کفارہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور غیر اختیاری طور پر بلا ارادہ ہو جائیں تو صرف قضا لازم آئے گی۔

روزہ توڑنے پر کفارہ

اگر بلا عذر شرعی، روزہ قصداً ارادۃً یاد ہوتے ہوئے توڑ لیا۔ تو اس کا کفارہ یہ ہے۔ کہ ایک غلام آزاد کرے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو۔ تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ اور روزہ بھی قضا کرے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ غریبوں مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

Marfat.com

جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا

بھول کر کھانا پینا۔ روزہ یاد نہیں تھا۔ جمع کر لینا، بلا اختیار گرد و غبار، دھواں، مکھی یا مچھر کا حلق میں اتر جانا۔ بوقت غسل پانی کا کان میں چلے جانا۔ خود بخود منہ بھر سے کم قے آ جانا۔ آنکھ میں دوا ڈالنا۔ سرمہ لگانا۔ سوتے ہوئے احتلام ہو جانا۔ چنے برابر سے کم دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز حلق سے نیچے اتار لینا۔ بیوی کا بوسہ لینا۔ بیوی کو چھوا اور انزال نہ ہوا۔ ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

نوٹ

روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا سر اور بدن پر تیل ملنا۔ مسواک کرنا۔ خوشبو اور عطر وغیرہ استعمال کرنا نہ تو روزہ کو فاسد کرتا ہے اور نہ مکروہ

افطار

غروب آفتاب کے غالب گمان ہو جانے پر روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ سحری میں تاخیر اور افطاری میں تعجیل یعنی جلدی کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر وقت میں شک نہ ہو۔ اور باعث برکت بھی۔ نماز مغرب سے پہلے افطار کریں، کھجور، چھوارے، پانی، لسی شربت ہر پاک و مطہر اور جائز چیز سے روزہ افطار کیا جا سکتا ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں حاضری اور جماعت سے محروم نہ رہیں۔

نیت افطار

اللھم انی لک صمت وبک امنت و علیک توکلت و علی رزقک افطرت فاغفر لی ما قدمت و اخرت

یعنی اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا تجھ پر ایمان لایا۔ تیری ذات پر ہی بھروسہ کیا۔ اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا۔ اے اللہ! میرے پہلے اور بعد میں ہونے والے گناہ معاف کر دے۔

Marfat.com

مسائل تراویح

بیس رکعت نماز تراویح ہر غیر معذور مرد وعورت کے لئے سنت مؤکدہ ہیں۔ مردوں کے لئے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نیت سنت تراویح کریں۔ تراویح کا وقت نماز عشاء کے فرائض کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ قبل از وتر پڑھیں یا بعد از وتر پڑھیں۔

مسئلہ

ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا، تسبیح وتہلیل کرتے رہنا۔ درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ اگر نماز تراویح گھر میں جماعت کے ساتھ ادا کرلی جائیں۔ تو جماعت کا ثواب تو مل جائے گا۔ مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔

اگر جماعت فرض میں کسی کو شرکت میسر نہیں آئی اور اس نے تنہا فرض ادا کیئے۔ تو اس کو تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔ البتہ وتر اکیلے اور تنہا پڑھنے چاہئیں۔ اگر جماعت کے ساتھ ادا کرلئے تو ہو جائیں گے۔ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کے تسبیح تراویح پڑھی جائے۔

احکام اعتکاف

۲۰ رمضان المبارک کی عصر کی نماز کے بعد سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی تمام شہر یا تمام محلہ کے مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی اعتکاف کرے گا۔ تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترک سنت کا الزام کسی پر نہ ہوگا۔

مسائل اعتکاف

اعتکاف صرف ایسی مسجد میں کرنا چاہئے جہاں پنجگانہ نماز با جماعت ہوتی ہو۔

(۲) اعتکاف کی نیت کے بعد مسجد کی حدود سے بلا عذر شرعی باہر نکلنا حرام ہے۔ انسانی حاجتیں اور شرعی ضرورتیں عذر شرعی ہیں۔

Marfat.com

(۳) انسانی حاجتیں - پیشاب پاخانہ اور غسل جنابت ہے۔ (اگر خدانخواستہ مسجد میں سوئے ہوئے احتلام ہو جائے۔تو فوراً اسی جگہ تیمم کیا جائے۔اور پھر فوراً غسل کے لئے غسل خانے میں چلے جائیں۔اور غسل کریں)

(۴) اگر گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو۔تو کھانا لانے کے لئے بعد از مغرب گھر تک جانے کی اجازت ہے۔اسی طرح سحری کھانے کے لئے بھی جانے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ گھر میں اور راستے میں کسی سے بلاوجہ گفتگو نہ کرے۔

☆...... حاجات شرعی میں نماز جمعہ بھی ہے جس مسجد میں اعتکاف کیا جارہا ہے۔اگر اس مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام نہیں۔تو قریب کی جامع مسجد میں صرف اس وقت جایا جائے۔جب کہ سنتیں ادا کر کے خطبہ سنا جا سکے۔ پہلے جا کر نہ بیٹھیں۔اور نماز جمعہ ادا کر کے فوراً واپس لوٹ آئیں۔

☆...... اعتکاف کرنیوالے کو مسجد میں کھانا، پینا، سونا دینی کتب کا مطالعہ کرنا۔دینی مسائل بیان کرنا اور سننا بزرگان دین کے حالات پڑھنا، سننا جائز ہے۔

☆...... اگر ضرورت پڑے۔تو مسجد میں مال لائے بغیر خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔

☆...... عورت اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھے۔گھر میں ایک جگہ مخصوص کر لے اور بغیر شرعی عذر جو اوپر بیان ہو چکے اپنے کمرہ اعتکاف سے باہر نہ نکلے۔البتہ عورت نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد میں نہیں جا سکتی۔

صدقہ فطر

ہر صاحب نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت لوگوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔اس کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے۔

☆...... نابالغ اور مجنون مالک نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے۔ان کا سرپرست ان کی طرف سے ادا کرے۔

☆...... صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو کوئی خلل واقع ہوئے ہوں۔ان کی تلافی ہو

Marfat.com

سکتی ہے۔

☆......عورت مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے

☆......صدقہ فطر نماز عید ادا کرنے سے پہلے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ اگر کسی وجہ سے پہلے ادا نہیں کر سکا تو نماز عید کے بعد بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

نماز عید الفطر

جس رات عید کا چاند نظر آ جائے۔ اس کی صبح طلوع آفتاب کے تقریباً نصف گھنٹہ بعد ادا کی جا سکتی ہے۔

☆......نماز عید باہر کھلے میدان میں ادا کرنا سنت ہے۔ اگر ایسا میسر نہ ہو تو جامع مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

☆......نماز عید صرف جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ اکیلے نہیں۔

☆......نماز عید سے پہلے نہ اذان ہے اور نہ تکبیر۔

☆......نماز عید الفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز، کھجور چھوارے یا کوئی چیز کھانا سنت ہے۔

☆......نماز عید دو رکعت کی نماز ہے۔ اس میں چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں۔ تین پہلی رکعت میں تین دوسری رکعت میں پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد امام صاحب بلند آواز سے تین تکبیریں کہتے ہیں۔ مقتدیوں کو بھی اقتداء کرنی چاہئے۔ پہلی دو تکبیروں میں ہاتھ کانوں کو لگا کر چھوڑ دیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔

دوسری رکعت حسب معمول شروع کی جاتی ہے۔ اور رکوع جانے سے پہلے تین تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں اور تینوں تکبیروں میں ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں جبکہ چوتھی تکبیر رکوع کی ہوتی ہے۔ اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔

☆......نماز عید دو رکعت ادا کرنے کے بعد خطبہ سننا واجبات میں سے ہے۔

☆......عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ، عید الفطر کے روز یعنی یکم شوال المکرّم کو اور عید الاضحیٰ کے تین دن بعد یعنی 12-11-10 ذی الحج کو روزہ رکھنا منع ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

Marfat.com

یوم آزادی اور ۲۷ رمضان المبارک

دن، سال، مہینے، لمحے، سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ جیسے انسان، حیوان، فرشتے، جن، پرند اور درند سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ شہد کی مکھی بھی اسی کی تخلیق اور بھنورا بھی اسی کا پیدا کردہ۔ لیکن ان تخلیقات کے مدارج مختلف ہیں۔ اسی طرح ایام و شہور کے درجات میں بھی فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے والوں کی پوری زندگی کا محور، ہجری ماہ و سال ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ (البقرہ:189)

آپ سے پوچھتے ہیں۔ یہ چاند کیا ہیں۔ آپ فرمادیں کہ یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تدریج و تقویم ہے۔ اوقات کے تعین کا ذریعہ ہے۔ ماہ و سال کا اندازہ ہے۔

حج ہو یا قربانی، شب برأت ہو یا شب معراج، شب قدر ہو یا ایام عاشور۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مہینہ رمضان المبارک ہو یا حضور رحمت عالم ﷺ کا محبوب مہینہ شعبان۔ یہ سب دن، یہ سب راتیں، یہ سارے مہینے اور سال قمری مہینوں کی تقویم پر انحصار کرتے ہیں اس لئے ہمارا یوم آزادی بھی ایک مسلمان ہونے کے ناطے۔ ۲۷ رمضان المبارک ہی ہونا چاہیئے تھا۔

یہ کوئی فرضی تاریخ نہیں اور نہ آپ اسے کوئی اتفاقی حادثہ کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ جب برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کی تخلیق کی تحریک کا آغاز کیا۔ تو قوم مسلم کا ایک ہی نعرہ تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ پھر امت مسلمہ خواب غفلت سے بیدار ہوئی۔ انگڑائی لی۔ اور لا الہ الا اللہ کے لئے یعنی پاکستان کے لئے کٹ مرنے کے لئے تیار ہوگئی۔ اس جذبہ کو آپ انیسویں صدی کا ایک معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ صرف دس سال میں تحریک

Marfat.com

آزادی گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، یوں پھیلی کہ ہندوستان کا کونہ کونہ لے کر رہیں گے پاکستان۔ بن کے رہے گا پاکستان۔ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ سے گونج اٹھا۔ اس کلمہ کی گونج میں کاروبار قربان کیے۔ ملازمتیں ترک کیں۔ دولت وثروت پانی کی طرح بہا دی۔ آگ اور خون کے طوفان دیکھے۔ ان میں کودے۔ نہائے، بچے بوڑھے، مائیں، بہنیں، بیٹیاں ان طوفانوں میں ڈبو دیئے۔ ننھے معصوم نیزوں کی انیوں پر چڑھا دیئے۔ ہندو مہاشے ماؤں کی گودوں سے بچے چھینتے اور برچھی کی سولی پر چڑھا دیتے۔ بچے کی چیخ ابھرتی اور ماں پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا دیتی۔

یہ معجزہ تھا اور واقعی عقل کو خیرہ کر دینے والا کارنامہ۔ برصغیر میں یہ پھیلی ہوئی داستان سمٹی اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ''پاکستان'' معرض وجود میں آئی۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ یہ دن ۱۷ اکتوبر کو ۲۵ نومبر کو۔ یکم جنوری کو، ۲۲ مارچ کو، ۱۴ اپریل کو کسی بھی دن لا سکتا تھا۔ لیکن جس دن یوم آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ پاکستان کی تخلیق کا اعلان ہوا۔ تو وہ ۲۷ رمضان المبارک تھی۔ جمعۃ المبارک تھا۔ یہ جمعہ جمعۃ الوداع تھا۔ کیا خوبصورت، پاکیزہ تقدس میں نہائی ہوئی صبح لیلۃ القدر کی پاکیزگی سے دھلی صبح نمودار ہوئی۔ مسلمان۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پڑھنے والے۔ اس پر کٹ مرنے والے۔ پاکستان کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے۔ ایک صدی سے عید محکوماں، کی عید منانے والے۔ جھوم اٹھے۔ مستی و بے خودی میں ڈوب گئے۔ اللہ اکبر کے نعروں کی گونج پڑ گئی۔

کیا آپ اس کو ایک اتفاقی امر کہہ دیں گے۔ برصغیر کی پوری امت مسلمہ اور عالم اسلام کے مسلمانوں کی نگاہوں کا محور، ہندوستانی۔ جس پہلے دن پاکستان بنا۔ وہ پہلا دن ہی کتنا حسین، کتنا پاکیزہ، کتنا پیارا، کتنی بڑی عید تھی۔ یقیناً روح ایمان، لذت ایمان سے سرشار ہو گئی ہو گی۔ لوگ ہندوستان کے مکے سے ہجرت کر کے پاکستان کے مدینے شریف نظریں جمائے سفر ہجرت کرنے لگے۔ اس سفر ہجرت میں جو دنیا اسلام کی سب سے بڑی ہجرت تھی۔ کیا کچھ نہ دیکھا ہو گا۔ کیا کچھ نہ برداشت کیا ہو گا۔ وہ واقعات جن کی آنکھوں

Marfat.com

کے سامنے سے گزرے۔ان میں سے ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں ان سے وہ داستان ہجراں وہ داستان مجبوراں، وہ داستان بے کساں، پوچھو تڑپتے، سسکتے، بلکتے لوگوں کی چیخوں کو سننے کے لئے اپنے کانوں سے غفلتوں اور دوریوں کے پردے ہٹا کر سن لو۔چیخیں نہ نکل جائیں تو میرا گریبان حاضر ہے۔

ہمارے ارباب اختیار کو چاہئے تھا کہ مسلمان ہونے کے ناطے اسی مبارک دن کو 27 رمضان المبارک کو یوم آزادی قرار دے دیتے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی سن عیسوی موجود تھا۔آپ بھی اسی عیسوی تقویم کو سامنے رکھتے۔ایک نئی الجھن، ایک نئی پریشانی، میں کیوں الجھے، صرف اس لئے کہ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سن عیسوی کو ٹھکرا دیا اور سن ہجری کا آغاز کیا۔ماہ وسال ہجری کے مطابق واقعات وحادثات کو جمع کرنے کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی ہوں گی۔عربوں کے حافظے اور مستحکم ترین حافظے کو بنیاد بنا کر بارہ پندرہ سال پرانے صفحات تاریخ کو ترتیب دیا ہوگا۔اس پر تحقیق و تدقیق کے پہرے بٹھائے ہوں گے۔واقعات کی تاریخوں کو تنقیدی عینک کے ساتھ جانچ پڑتال کر کے لکھا گیا ہوگا۔آخر اس کی کیا وجہ تھی۔اس کی وجہ صرف اپنا تشخص علیحدہ تشخص برقرار رکھنا مقصود تھا۔جبکہ ہمارے پاس تو سب کچھ تیار شدہ تھا۔ہم نے پہلے دن ہی آزادی کے مکان کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی۔اور آزاد ہو کر بھی غلامی، عیسائیت کا کلاوہ نہ اتار سکے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

میں اکثر سوچتا ہوں۔دنیا کے ہر ملک میں، ہر قوم کی اپنی اپنی تقویم موجود ہے۔جو مروج بھی ہے۔ہندوستان میں بکرمی تقویم موجود ہے۔ایران میں ان کی اپنی تقویم ہے۔ان کے مہینوں کے اپنے نام ہیں۔چینیوں کی اپنی تقویم ہے۔جو اپنے ملک میں مروج ہے۔برصغیر کے مسلمانوں اور ہندوؤں کو کیا ہوا۔کہ یہ اپنی تقویم کے احساس کمتری سے باہر نہ نکل سکے۔نہ تو

Marfat.com

ہندوؤں نے بکرمی تقویم کو اختیار کیا۔ اور نہ مسلمانوں نے ہجری تقویم کو اختیار کیا۔ فیاللعجب۔

اگر ہم 27 رمضان المبارک کو یوم آزادی مناتے تو ہمارے سامنے 14 اگست کے یوم آزادی کے تقدس کی جس طرح دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ ایسا نہ ہوتا۔ یقیناً ایسا نہ ہوتا۔ رمضان المبارک کی بہار ہو۔ ہر پاکستانی روزہ دار ہوتا۔ زبانوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمد وثناء ہوتی۔ مقدس نعتوں کے ترانوں کے ساتھ احترام رمضان المبارک ،لیلۃ القدر کی پاکیزگیوں میں ڈھلی ہوئی صبح ہوتی۔ اور آزادی کے ترانے بھی اس تقدس آمیز ماحول میں رچ بس جاتے۔ قرآن خوانیاں ہوتیں۔ شہداء کو ایصال ثواب کیا جاتا۔ افطاریوں کے اہتمام ہوتے۔ اور ہماری نسل جس طرح 14 اگست کو شتر بے مہار ہو کر پوری امت اسلامیہ کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ ایسا نہ ہوتا۔ اور یقیناً ایسا نہ ہوتا۔ بگڑے ہوئے نوجوان اپنی بہنوں کے سروں سے دوپٹے نہ اتارتے۔ موٹر سائیکلوں کی بفلیں نکال کر نیند حرام نہ کرتے۔ ایک پہیے پر موٹر سائیکل چلاتے ہوئے ایک ہی دن میں ایک ہی شہر میں نونو جنازے نہ اٹھتے اور یوں موت کی آغوش میں نہ جاتے۔

لوگو! ارے لوگو! اٹھو ہوش میں آؤ۔ اگر مزید ہلاکتوں سے بچنا چاہتے ہو۔ مزید ذلتوں سے محفوظ رہنے کی آرزو ہے۔ تو اگرچہ ہماری بیری کے بیراب بہت زیادہ بکھر چکے ہیں۔ جن کا چننا محال ہے۔ لیکن صبح کا بھولا۔ شام کو گھر لوٹ آئے۔ اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لے رو رو کر پہلے دن کی رکھی ہوئی ٹیڑھی اینٹ رکھنے پر ندامت ہو۔ تو اس اینٹ کو اکھاڑ پھینکو۔ آؤ نصف صدی پیچھے لوٹ چلیں پھر اسی طرح 27 رمضان المبارک کے مقدس لمحات کو ہی یوم آزادی قرار دے لیں۔ سجدوں سے پیشانیاں آباد کرلیں۔ اپنے بچوں کو بتائیں عید آزاداں۔ اور عید محکوماں کا کیا فرق ہے۔ آزاد ہو کر غیروں کی غلامی کا پٹہ پہن کر جینا کیسا ہے۔ اور محمد ﷺ کی غلامی کا پٹہ پہن کر جینا کیسا ہے۔ ایک طرف پاکیزگی ہے۔ تقدس ہے۔ معصومیت ہے۔ دوسری طرف شیطانیت ہے۔ ابلیسیت ہے، شیطانیت اور ابلیسیت سے لوگوں کا جینا حرام کرنا ہے اس لئے فیصلہ کر اور جلدی فیصلہ کر، فیصلہ تیرے ہاتھوں میں ہے۔

Marfat.com

میں تو پنجتن کا غلام ہوں

سر کو جھکا نوک سناں تک لے گئے
اس مکاں کو لامکاں تک لے گئے
آگ اور خون کا وہاں تو رقص تھا
سجدہ کر کے تیغ کے سائے میں آپ
اس زمیں کو آسمان تک لے گئے

قتل حسین، ایک چھوٹی سی کہانی نہیں۔ اور نہ یہ افسانہ ہے بہت پرانی داستاں ہے۔ ایک دانشور نے تو اس کی کڑیاں، حضرت اسماعیل تک ملا دیں۔ کہ وہ ابتداء ہے۔ اور حسین اس کی انتہا ہے۔ آنکھ والا۔ اس جوبن کا تماشا دیکھ کر ہی بولا ہوگا۔ یہ داستان کئی پہلو رکھتی ہے۔ دنیا میں رہتی مخلوق کے جتنے پہلو ہیں۔ ہر پہلو سے دیکھنے والوں نے اس داستان کو اپنے اپنے رنگ میں پڑھا ہے۔ اور خوب پڑھا ہے۔......

درد و کرب کی ٹیسوں کے مارے، دکھ اور تکلیف کی چکی میں پسنے والے۔ پھر ہر اک ٹیس پر تڑپ جانے والے۔ سسکیاں لینے والے، دھاڑیں مارنے والے۔ رونے والے، پیٹنے والے بلبلا کر ہاؤ ہو کا شور مچا کر آسمان سر پر اٹھانے والے۔ سینہ و سر کوب کرنے والے، آنکھوں کی آبشار بہانے والے، اس داستان کے ہر پہلو پر، ایک کرب محسوس کرنے والے، ایک ایک لمحے، ایک ایک ساعت، ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے پر تڑپنے لگے۔ رونے لگے، چیخنے لگے، بلبلانے لگے اور اس داستان کے مرکزی کردار ہی نہیں۔ بلکہ اس کی نسبت سے ہر چیز کے ذکر پر آنسوؤں کے سیلاب بہانے لگے۔

نام حسین آتے ہی آنسو چھلک پڑے
پانی کو کتنا پیار ہے اب بھی حسین سے

Marfat.com

جس شام کئی چاند تھے کربل کی زمیں پر
چہرہ کیوں اترا ہوا تھا کوفے کی فضا کا

ہر مصیبت، ہر تکلیف پر، ہر کرب پر، ہر ٹیس پر، صبر واستقلال کا پیکر بن جانے والے۔ ہر دکھ کو محبوب کی رضا کے پہلو سے نکلی ہوئی عطا سمجھ کر مسکرا دینے والے۔ ہر آزمائش کو اس کی رحمت کی بہار کا بہانہ بنا کر لوٹ لوٹ جانے والے۔ اس کی راہ میں تلوار تو کیا۔ کانٹوں کو چوم چوم کر جگر سے خود پار کرنے والے آنکھوں کا نور چھن جانے پر فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون کے نغمے پر جھوم جھوم جانے والے۔ جب اس داستان کو پڑھتے ہیں۔ تو سر فخر سے بلند کرتے ہیں۔ "واہ حسین تو نے اور تیرے ساتھیوں نے کمال کر دیا" کے نعرے لگاتے ہیں۔

چرچا ہے جہاں میں تیری تسلیم و رضا کا
زیبا ہے لقب تجھ کو امام الشہداء کا

ناقدین کی نظریں بھی، پیچھے کیوں رہتیں انہیں تو کوئی داستان ملنی چاہیۓ۔ نکتہ چینی کے لئے، حرف گیری کے لئے چیں بہ جبیں ہونے کے لئے۔ کیڑے نکالنے کے لئے۔ چاند پر تھوکنے کے لئے۔ سورج کو برا بھلا کہنے کے لئے۔ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے جب اس داستان کو اپنے مخصوص انداز میں پڑھتے ہیں یا اس کو سناتے ہیں۔ تو ان کے منہ سے نکلنے والی چنگاریاں دین وایمان کے سارے کھلواڑے کو آگ لگا دیتی ہیں۔ ان کے قلم سے نکلنے والے تیر۔ قلب ایمان کو چیر کر رکھ دیتے ہیں۔

میرا مسلک دوسرا ہے۔ نہ میں وہابیوں میں سے ہوں اور نہ شیعوں میں سے، میری آنکھ خاک نجف کو سرمہ سمجھتی ہے۔ خاک کربل کو چومتی ہے۔ ان کی نسل پاک میں سے ہر بچے کو نور کا پتلا یقین کرتی ہے۔ ان کی صداقت، ان کی امامت، ان کی دیانت وعدالت، ان کی شجاعت وعبادت میرے لئے مشعل راہ ہے۔ اس قافلہ کے میر کارواں میرے ایمان کا مرکز، نام ہونٹوں پہ آئے۔ تو ہونٹ لذت لیتے ہوئے چپک چپک جائیں۔ اس کا ذکر

Marfat.com

آئے۔ تو صحن دل مہک جائے۔

نام ان کا جو لب پہ آئے تو قدسی چومیں لبوں کو بڑھ کر
ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ نام کتنا پیارا ہے۔ مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے۔ نام بھی پیارا، ذات بھی پیاری، ذکر بھی پیارا، فکر بھی پیاری، سیرت بھی، صورت بھی، کردار بھی، گفتار بھی، بہر نوع، جس زاویے سے دیکھو، قائمہ زاویہ بالکل سیدھا، نہ ہیر نہ پھیر، سب کچھ ایک جیسا، سب میں ایک جیسا، ہر ایک کے لئے ہر لمحہ پیار کی، محبت کی پھوار پھینکنے والا، مشن لاجواب، قابل عمل لازوال غیر متبدل۔

کوئی کیا تعریف اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرے
حمد کی حمد ہے نعت کی نعت ہے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

میرے ایماں کا قبلہ نما، اخی الرسول، داماد رسول، خلیفۃ الرسول، باب شہر علم نبی، میرا ہادی میرا رہبر، ہر ولی کا ولی عشق کی انتہاء، آسمانوں کی رفعتوں کا تارا، شجاعت کا پیکر، حیدر، صفدر، شیر خدا، آغوش نبوت ہی میں آنکھ کھولنے والا۔ بچپن ہی میں منصب پہچان جانے والے۔ مان لینے والا۔ جسم، نبی کا جسم لحم، نبی کا لحم، بکعبہ ولادت، مسجد شہادت ایمان میں اول، خلافت میں آخر، ابتداء بھی وہی، انتہا بھی وہی، حسین وحسن کے ابا، عدالت اسی کی، قیادت اسی کی، امامت اسی کی، سیاست اسی کی، سفینہ نوح کی طرح ساری امت محمدی کا کھیون ہار، مرا ناجی، میرا بیڑا، میری کشتی، میرا پتن، میرا لنگر، اس کی تلوار، تیر قضا مرحب تک کو۔ اس کی شجاعت کی خبر، سخاوت اس کے در کا پانی بھرے، سبحان اللہ سبحان اللہ

Marfat.com

جو سایہ نبی کا زمیں پہ نہ آیا
وہ سایہ علی نے سر پر لیا ہے

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ جگر گوشہ رسول، دوش نبوت کا سوار، زہراء کا پھول، حیدر صفدر کا بیٹا، برادر اکبر حسین، سید شبان جنت الفردوس، امامت و سیادت، جود و سخا، خلق مروت، عبادت و ریاضت کے مظہر، محفوظ عن الخطاء والنسیان، تقویٰ و طہارت کا سنبل، خیر و برکت بانٹنے والا، ان کا ذکر، دل کے ویرانے میں گلزار کھلا دے۔ ان کی محبت و خلوص اور پیار کی سرحدیں، بہت وسیع و بلند تر۔ کبھی نہ بھولوں ان کا نام، جنتی نو جوانوں کے سردار، دوش کمبل پوش پر کھیلنے والے۔ باعث طوالت سجدہ ہائے رسول معظم ﷺ میرے ایمان کا مرکز، میری نجات کا آسرا، میری نیا کے کھیون ہار، میرا بیڑا میرا اپتن میرے ناجی، میرے ناخدا، رضی اللہ عنہ خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی۔

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

جگر گوشہ رسولان جہان بضعۃ من بضعۃ رسول جسم من جسم نبی مکرم لحم من لحم احمد مجتبیٰ زوج حیدر و صفدر، راز دان اسرار ہائے معرفت و خلوت باب علوم نبی، سیدۃ النساء العالمین فی الجنۃ، مادر محترم و مکرم حسن مجتبیٰ و حسین شہزادہ گلگوں قبا، عبادت و ریاضت، تقویٰ و طہارت زہد و ورع، شب خیزی و شب بیداری میں پیکر جمیل، صاحب شان مزمل۔ جن کے سجدوں کی طوالت کے سامنے شب ہجراں کی طوالت سرخمیدہ جن کی چادر کا پلو امت خیر الانام کی تمام بیٹیوں کے سر کی ردا۔

Marfat.com

آثار قیامت کے نمودار ہیں ماہر
ایسے میں تو کافر کو بھی آتا ہے خدا یاد

پریشانی بڑھ رہی ہو۔ تو یقین آ جانا چاہیے۔ کہ ہم راہ راست پر نہیں۔ ذہنی خلجان، قلبی بے چینی، ماحول میں تلخی، اضطراب قضا صحیح راستے پر چلنے والوں کے لئے نہیں ہوتی۔ راستے میں شعوری یا لاشعوری طور پر بھٹک جانا، ذہن میں کھٹکتا ضرور ہے۔ احسان ضرور ہوتا ہے۔ کہ کوئی غلطی یا خطا ہو گئی ہے۔ یہ کھٹک یہ خلجان اور یہ احساس کی بیداری ایمان کی دلیل ہے۔ حضور نبی رحمت معلم کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کسی پر خطا پر شرم وخجالت یا احساس خطا پیدا ہونا۔ ایمان کی نشانی ہے۔ حضرت مناظر اسلام علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے سینے میں ایک گھنٹی لگا رکھی ہے۔ جب انسان کوئی غلط کام کرنے لگتا ہے۔ تو وہ گھنٹی کھڑ کنے لگتی ہے۔ جنہیں محفوظین کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ ایک غیبی تعاون۔ کرم نوازی اور عنایت کریمانہ سے اس خطا سے محفوظ فرما لیتا ہے۔ لیکن اگر یہ گھنٹی کی آواز سنی ان سنی کر دی جائے۔ اور خطا کرنے والا ہے۔ وہ کر گزرے۔ جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے بعد جب بیداری پیدا ہو جائے۔ ہوش آ جائے۔ تو یہ بھی کچھ کم نہیں۔ اشک ندامت بہائے ہوئے۔ شان کریمی انہیں موتی سمجھ کر چن لیتی ہے۔ بلکہ یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ اس کی آنکھ سے بہنے والا ایک آنسو پوری زندگی کے گناہوں کے سارے دفتروں کو دھو ڈالتا ہے۔

شیطان کا اس سے بڑھ کر فریب کیا ہو گا۔ کہ وہ انسان کو خواہشات کا غلام بنا کر کہتا ہے۔ تمہاری شان وشوکت اسی میں ہے۔ سر بلند کر کے چلو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اختیارات کی کرسی بہت مضبوط ہے۔ ان بے اختیاری کی فضاء میں رہنے والے گلیوں کی

Marfat.com

بنجاروں کو کیا خبر۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔

قانون فطرت ہے۔ کہ سرکشی اور نامرادی، دونوں لازم وملزوم ہیں۔ جو بھی سرکشی کرے گا۔ نامرادی بھی اسی کا مقدر ہو گا۔ سرکشوں کے قائد کا سرکشی پر تل جانا۔ کچھ نہ کچھ کر گزرنے پر آمادہ ہو جانا۔ یہی معنے بتاتا ہے۔ کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ (البروج) کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ کہ شان کی طرف سے تباہی اب اتنی زیادہ دور نہیں۔ ظلم اور ظلمت کا انتہا کو پہنچنا صبح انصاف کے طلوع کی غمازی کرتا ہے۔ حبس بڑھ جائے۔ تو دم ضرور گھٹتا ہے۔ جان لبوں پر ضرور آتی ہے۔ لیکن جاننے والے جان لیتے ہیں۔ کہ آندھی یا طوفان آنے ہی والا ہے۔

کسی فریادی کی فریاد سننے والے کان جب بہرے ہو جاتے ہیں۔ تو ایک دن ایک چیخ ایک چنگاڑ ضرور ابھرتی ہے۔ جو کان پھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ جب گلیوں، سڑکوں، فٹ پاتھوں، جھونپڑیوں میں سسکیاں بھرنے والے کی سسکیاں کوئی سننے سے بیزار ہو جائے۔ تو ایک دن ضرور ایسا آتا ہے۔ جب ان سسکیوں کا طوفان ان کی گلیوں کی طرف ان کے محلوں کی طرف، ان کے بازاروں کی طرف امنڈ آتا ہے۔ پھر کوئی رکاوٹ اور کوئی ناکہ ان کا راستہ نہیں روک سکتا۔

جب لوگوں کے منہ سے لقمہ چھین لیا جائے۔ یا لقمہ اتنا بھاری کر دیا جائے کہ ان کے حلق تک نہ پہنچ سکے۔ تو بھوک کا عفریت فسانہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کا ناقوس بجاتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ تو ایک تر نوالہ بھی ان کے حلق سے چھین لیا جاتا ہے۔

جب انسانی قدروں کو پامال کرنے والے سرکشی میں لذت لینے لگیں۔ جب فطری تقاضوں کو روندنے کی خو عام ہونے لگے۔ جب ماں اور بیٹی، بیٹی اور باپ، بھائی اور بہن، کے مقدس رشتوں کے درمیان شرم وحیاء کی دھجیاں پردہ سکرین پر بکھیر دی جائیں۔ جب صفاو مروہ، عرفات و منیٰ اور صحن حرم کی عظمتوں کے تاج، نوچ کر شہر لاہور کی سڑکوں پر روند دیئے جائیں۔ جب قانون خداوندی، پردہ نسواں کی تضحیک اڑا کر تار تار کر دیا جائے۔ اور یہ

Marfat.com

سازی قباحتیں کسی ایک شخص کا ذاتی فعل نہ ہو۔ بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سربراہ مملکت اوران کے حواشی اپنی بے حسی کی تضحیک دین کی، اور مصلحین امت کی توہین کی غلیظ بساکھیوں یاناپاک چھتریوں کے سائے فراہم کرنے میں انگیختہ پیدا کرنے والے ہوں۔ کیا حدود اللہ کوتوڑنا۔ اپنی رعایا پر عرصہ حیات تنگ کردینا۔ معمولی عمل ہے۔ جب منہ کا ذائقہ بدلنے والا چینی کا ایک ایک دانہ تک چھین لیا جائے۔ جب روٹی کا ایک لقمہ سیر سیر کے آٹے کے تھیلوں میں بکنے تک آ پہنچے۔ جب دودھ کے ایک ایک گھونٹ کو بچے بوڑھے اپنی بساط اور حیثیت سے بہت اوپر جانے لگیں۔ جب گاڑی کے پہیے کو صرف ایک چکر دینے کے لئے بھی نوٹوں کے ڈھیر لگانے پڑیں۔ عذاب الہٰی زلزلہ آنے پر قوم کے عطیات کار پردازان مملکت کے گھروں کی چاردیواری کے اندر پہنچنے۔ جب دکھی اور مجبور انسانیت کی امداد کرنے والوں کا امداد پہچانے والوں پر سے ہی اعتماد اٹھ جائے۔ جب اپنے وطن عزیز کے باسیوں کو دشمن اور دین کے دشمن اغیار کو اپنا بنا لینے پر فخر محسوس کیا جائے۔ جب لاکھوں انسانوں کے مقدس خون بہانے والے۔ ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتیں لوٹنے والے۔ معصوم بچوں کو نیزے کی انیوں پر اچھالنے اور ان کی ابھرتی چیخوں پر پاکستان زندہ باد کے نعرے پر تضحیک کے تیر اور نیزے و بھالے چلانے والوں کی خدمت میں دوستی کی بھیک مانگنے کا کشکول پیش کردیا جائے۔ تو بتاؤ کس لمحے کا انتظار ہے۔ کس گھڑی کے ہم منتظر ہیں۔ الامان والحفیظ

تم سے پہلے بھی کوئی شخص یہاں تخت نشیں تھا
اس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقیں تھا

اے شہریاران وطن، کبھی بغیر پہرے کے گلیوں اور بازاروں میں گھوم کر دیکھو۔ قانون پاکستان کی دھجیاں کس طرح بکھیری جارہی ہیں۔ تاجران وطن، باسیان وطن کے منہ سے لقمے کیسے چھین رہے ہیں۔ قانون کے محافظ، اپنے اختیارات، کن مصلحتوں اور راستوں پر استعمال کر رہے ہیں۔ عریانی و فحاشی کی علمبردار گندی صحافت اور میڈیا کتنا بے باک ہو چکا

Marfat.com

ہے۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں بیٹھ کر افرادخانہ کے ساتھ بیوی، بیٹی اور بہن کی معیت میں کیبلوں پر چلنے والی فلموں کے سین دیکھیں۔ اگر آپ کے بدن میں جھرجھری نہ آجائے تو کہنا۔

بتایئے۔ یہ فریاد کس کے پاس لے کر جائیں۔ یہ بپتا کون سنے گا۔ یہ دردناک کہانی کس کی آنکھوں میں آنسو لائے گی کوئی ہے۔ جو اپنی رعایا کے زخموں پر مرہم رکھنے والا ہے۔ کوئی ہے جسے دین کی حمیت، غیرت کی انگڑائی لینے پر مجبور کر دے۔

دیکھنا یہ حبس کا عالم رہا تو ایک دن
اک بگولا آئے گا سب کچھ اڑا لے جائے گا
مدعی رہ جائیں گے فریاد کرتے قتل پر
اور قاتل مسکراتا خون بہا لے جائے گا

Marfat.com

سازی قباحتیں کسی ایک شخص کا ذاتی فعل نہ ہو۔ بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سربراہ مملکت اوران کے حواشی اپنی بے حسی کی تضحیک دین کی، اور مصلحین امت کی توہین کی غلیظ بساکھیوں یا ناپاک چھتریوں کے سائے فراہم کرنے میں انگیخت پیدا کرنے والے ہوں۔کیا حدود اللہ کو توڑنا۔اپنی رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر دینا۔معمولی عمل ہے۔ جب منہ کا ذائقہ بدلنے والا چینی کا ایک ایک دانہ تک چھین لیا جائے۔ جب روٹی کا ایک لقمہ سیر سیر کے آٹے کے تھیلوں میں بکنے تک آ پہنچے۔ جب دودھ کے ایک ایک گھونٹ کو بچے بوڑھے اپنی بساط اور حیثیت سے بہت اوپر جانے لگیں۔ جب گاڑی کے پہیے کو صرف ایک چکر دینے کے لئے بھی نوٹوں کے ڈھیر لگانے پڑیں۔ عذاب الٰہی زلزلہ آنے پر قوم کے عطیات کار پردازان مملکت کے گھروں کی چار دیواری کے اندر پہنچنے۔ جب دکھی اور مجبور انسانیت کی امداد کرنے والوں کا امداد پہچانے والوں پر سے ہی اعتماد اٹھ جائے۔ جب اپنے وطن عزیز کے باسیوں کو دشمن اور دین کے دشمن اغیار کو اپنا بنا لینے پر فخر محسوس کیا جائے۔ جب لاکھوں انسانوں کے مقدس خون بہانے والے۔ ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتیں لوٹنے والے۔معصوم بچوں کو نیزے کی انیوں پر اچھالنے اوران کی ابھرتی چیخوں پر پاکستان زندہ باد کے نعرے پر تضحیک کے تیر اور نیزے و بھالے چلانے والوں کی خدمت میں دوستی کی بھیک مانگنے کا کشکول پیش کر دیا جائے۔تو بتاؤ کس لمحے کا انتظار ہے۔کس گھڑی کے ہم منتظر ہیں۔الامان والحفیظ

تم سے پہلے بھی کوئی شخص یہاں تخت نشیں تھا
اس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقیں تھا

اے شہر یاران وطن، کبھی بغیر پہرے کے گلیوں اور بازاروں میں گھوم کر دیکھو۔قانون پاکستان کی دھجیاں کس طرح بکھیری جارہی ہیں۔تاجران وطن، باسیان وطن کے منہ سے لقمے کیسے چھین رہے ہیں۔قانون کے محافظ، اپنے اختیارات، کن مصلحتوں اور راستوں پر استعمال کر رہے ہیں۔عریانی وفحاشی کی علمبردار گندی صحافت اور میڈیا کتنا بے باک ہو چکا

Marfat.com

ہے۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں بیٹھ کر افراد خانہ کے ساتھ بیوی، بیٹی اور بہن کی معیت میں کیبلوں پر چلنے والی فلموں کے سین دیکھیں۔ اگر آپ کے بدن میں جھرجھری نہ آ جائے تو کہنا۔

بتایئے۔ یہ فریاد کس کے پاس لے کر جائیں۔ یہ بپتا کون سنے گا۔ یہ دردناک کہانی کس کی آنکھوں میں آنسو لائے گی کوئی ہے۔ جو اپنی رعایا کے زخموں پر مرہم رکھنے والا ہے۔ کوئی ہے جسے دین کی حمیت، غیرت کی انگڑائی لینے پر مجبور کر دے۔

دیکھنا یہ حبس کا عالم رہا تو ایک دن
اک بگولا آئے گا سب کچھ اڑا لے جائے گا
مدعی رہ جائیں گے فریاد کرتے قتل پر
اور قاتل مسکراتا خون بہا لے جائے گا

Marfat.com

ذاکر اور مذکور سے نسبت

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان الجبل ینادی الجبل یا فلان ھل مربک احد یذکر اللّٰہ

ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پوچھتا ہے۔ اے فلاں! ذرا یہ تو بتا۔ آج تیرے پاس سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو۔ (ابن مسعود، طبرانی)

بے جان اور بے حس پتھر بھی۔ اللہ تعالیٰ کے ذاکر کے بارے میں پوچھنے کی، تعارف کرنے کرانے کی۔ حسرت رکھتا ہے۔ یہ حسرت رکھنے والا۔ پہاڑ ہے۔ پتھر ہے۔ آپ اسے بے حس اور بے جان کہہ لیں۔ میں تو نہیں کہتا۔

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں ان پتھروں کو جانتا ہوں۔ کہ جب میں ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو وہ مجھ پر درود و سلام پیش کرتے ہیں۔

اے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے والے پتھرو۔ میری ساری جان داریاں، میری ساری عقلیں، میری ساری دانشوریاں، تم پر قربان، کہ تم نے پتھر ہو کر۔ جان کائنات کے تعارف کو اپنی پہچان بنالیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ احد پہاڑ ہم سے پیار کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ شاید اس پیار کی بہار تھی۔ کہ جب سرکار احد پر تشریف لے گئے تو وہ رقص کرنے لگا۔

نہ کسی کے رقص پر طنز کر نہ کسی کے غم کا مذاق اڑا
جسے چاہے جیسے نواز دے یہ مزاج عشق رسول ہے

لوگو! ارے لوگو۔ ایسی دانشوریاں جائیں بھاڑ میں۔ ایسے علم وفن اور تجربہ کاریاں۔ عقل وفہم کی فراوانیاں کنویں میں گرادو۔ جو ذاکر کو نہ پہچان سکیں۔ جو ذاکر سے نسبت کو اپنی

Marfat.com

پہچان نہ بنا سکیں۔ رخ درست نہ ہو۔ تو خرابیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ احد پہاڑ آج بھی عشق رسول کی وجہ سے عقیدتوں کا مرکز ہے۔

اصلاح حال واحوال کی یہی صورت ہے۔ کہ جن لوگوں کی باتیں حق کے حوالے سے ہوں۔ ان کو مان لیا جائے۔ ان کا ہاتھ پکڑ لیا جائے۔ ہاتھ اگر ہاتھ نہیں آتا۔ تو دامن ہی پکڑ لیا جائے اور اس معیار کو اس قدر روشن کر دیا جائے۔ کہ من مانی کرنے والوں سے نفرت کا اظہار، تیرا طبعی رویہ بن جائے۔

ایک شخص نے لیلیٰ سے کہا، تو وہی لیلیٰ ہے۔ جس پر قیس عامری فدا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پوچھنے والے نے کہا۔ تو اتنی حسین تو نہیں ہے۔ جتنی وہ سمجھتا ہے۔ اس نے کہا خاموش رہ۔ تو ہوش میں ہے۔ اگر تو مجنوں بن کر مجھے دیکھتا۔ تو ساری کائنات کی رعنائیاں، میرے مقابلے میں تیرے سامنے ہیچ ہوتیں۔ تیری جیسی ہوشمندیاں، عشق کی راہ میں نفرت سے دیکھی جاتی ہیں۔

اگر تیری آنکھوں پر غفلت یا غیرت کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ تو المومن مراۃ المومن سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ میری سرکار نے فرمایا۔ مومن کی فراست سے ڈرو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ ایسے مومن کی پہچان یہ ہے کہ میرے اور تیرے عیب اور خوبیاں، چھپی ہوئی خوبیاں، اور در پردہ عیب دیکھ لینے کے باوجود، اپنی ناک پر نفرت سے رومال نہیں رکھ لیتے۔ بلکہ ایسوں کو دیکھ کر انہیں راحت ہوتی ہے۔ پردہ پوشی کرتے ہیں۔ تقدس مآب نظروں کے فیضان کا دودھ پلاتے ہیں۔ تشنہ لبی دور کرتے ہیں۔ سکون و راحت کی زخموں پر پٹیاں باندھتے ہیں۔ تو زخمی دل، زخمی روح، زخمی سوچ، ان کے حضور حاضر ہو کہ وہ مرہم دلنواز سے سکون، چین اور راحت کی پٹیاں باندھ دیتے ہیں۔

نہیں آتا ہے بیمار کو اچھا کرنا

اسی کا نام بیعت ہے۔ لوگوں نے، عظیم نصیبے کے مالک لوگوں نے، میری سرکار کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور آپ کی ظاہری حیات کے بعد، اسی چمن کے خوشہ چینوں نے،

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا، عیب نہیں جانا۔ پھر عمر فاروق، عثمان غنی اور حیدر کرار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی بیعت سے گریز نہیں کیا اس لئے کہ لوگوں نے محسوس کرلیا تھا۔ کہ دو جگ کے سلطان ماہی کے ماہ پاروں میں سے کسی ایک کو مان لو۔ یہ ماننا دوسروں کو انکار نہ تھا۔ بلکہ ان کا ماننا۔ سب کو ماننا تھا۔ لیکن فیض کے ایک دھارے سے فیض حاصل کرنا۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ ہمہ جہت فیض کے حصول کی بندے میں طاقت نہیں ہوتی۔

جب تک تو کسی صاحب بصیرت، کسی آنکھ والے، نور بصیرت کے مالک کے، اپنے آپ کو سپرد نہیں کرتا ستاروں کی گردش میں رہتا ہے۔ زمین مخالف، آسمان خلاف، اپنے خلاف، بیگانے خلاف، اور اگر اپنے آپ کو ان کے سپرد کردے۔ تو مالک بھی راضی، اور مالک کی ہر چیز راضی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے ساتھ کو اپنا مقصود بنالیا جائے۔ تو بہت آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال ہو جاتی ہے۔

ڈرائیور پر اعتماد کرلیا جائے تو سارا سفر سو کر بھی گزارا جا سکتا ہے۔ اور منزل بھی مل جاتی ہے۔ یہ اعتماد بیعت کا دوسرا نام ہے۔ البتہ ڈرائیور پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اس کی ایک اونگھ سب کو لے ڈوبے گی۔

جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنادیں یا نصرانی، گویا فطرت تو ہر بچے کی ایک ہے اور وہ راہ حق کی ہدایت ہے۔ لیکن اگر کوئی نصرانی یا یہودی راہبر مل گیا۔ تو یہودی و نصرانی بن جاؤ گے۔ اگر کوئی ایسا مل جائے۔ جو جوان ہو کر بھی یا بوڑھا ہو کر بھی۔ اس فطرت اسلامی پر جی رہا ہو۔ جس پر پیدا ہوا تھا۔ تو کیا یہ مناسب نہیں۔ کہ اس کے ساتھ لگ جائیں اور وہ ہمیں یہودی و نصرانی ہونے سے بچا لے۔ اور ہمیں اسی راہ پر لے کر چل دے۔ جس فطرت اسلام پر ہم پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے دنیا و آخرت کی بہتری اسی میں ہے۔ کہ خاصان خدا کے قدموں کی خاک بن جائیں اور غیروں، اور ناواقفوں کی طرح حسد کی آگ میں دوری کی آگ میں اور محرومی کی آگ

Marfat.com

میں نہ جلا جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود کی آگ ٹھنڈی کر دی تھی۔ وہ اپنے بندوں کی صف میں شامل ہونے والوں کو اس دنیا و آخرت کے آتشی نظام سے محفوظ کر سکتا ہے۔

کیا آپ کو اس بات میں کوئی شک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو علم عطا فرمایا ہے۔ وہ بھڑ اور بچھو کو عطا نہیں فرمایا۔ شہد کی مکھی۔ اللہ تعالیٰ سے حاصل کردہ علم سے ہزاروں خانے گڑ اور شکر سے بھر دیتی ہے۔ اور بھڑ اور بچھو، زہریلے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں دیتے۔ ان میں سے ایک کا انتخاب تو بہر صورت ضروری ہے۔ فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے۔ شکر سے بھرے ہزاروں گھر یا زہریلے کانٹے۔

کیا یہ ایک حقیقی واقعہ نہیں۔ کہ ابوجہل بھی بت خانے میں گیا۔ اور میرے سرکار ابد قرار بھی بت خانے میں تشریف لے گئے۔ دونوں کے جانے میں فرق ہے۔ حضور کے بت خانے میں جانے سے سارا بت کدہ حضور کے حضور سر جھکانے لگا۔ اور ابوجہل نے خود ان بتوں کے سامنے ماتھا ٹیک دیا۔ ہم کیوں نہ ان کے ساتھ ہو جائیں۔ ان کا دامن تھام لیں۔ ان کے ساتھ وابستگی کا کھل کا اظہار کر دیں۔ جن کے حضور سارا بت خانہ سر جھکا دے۔ ان کی راہ پر چلنے والے آج بھی کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔ ورنہ نہ جانے کتنے بت کدوں میں کتنے بتوں کے حضور سر جھکانا پڑ جائے۔

وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پیالہ جب تک بھرتا نہیں۔ تیرتا رہتا ہے۔ کبھی ادھر، کبھی ادھر، اگر بھر جائے۔ تو پانی کی تہہ میں سکون سے بیٹھ جاتا ہے۔ پیالے کو سکون و راحت، پانی کو اپنے اندر داخل ہونے کی اجازت دینے پر ملی۔ ورنہ نہ جانے کب تک ٹھوکریں کھاتا پھرتا۔

اگر اس کا کرم، جمادات کو بھی بینا کر دیتا ہے۔ اور باخبر بنا دیتا ہے اور اس کا قہر عقل مندوں کو بھی اندھا کر دیتا ہے۔ تو کیوں نہ ایسے چھتر کے نیچے آ جائیں جو اندھیروں میں

Marfat.com

اور اندھیاروں میں ڈوب جانے سے بچالے۔

آ۔ میرے ساتھ آ۔ مل کر ایک دعا مانگیں۔ اے ہمارے اچھے پروردگار۔ اے صبح و شام کے رب۔ ہمارے راستوں میں ہزاروں جال اور لاکھوں دانے بکھرے ہوئے ہیں اور ہم بھوکے ندیدے پرندوں کی طرح۔ ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ تو ہمیں ایسی دیدہ بینا عطا فرما۔ جس سے ہم جال والے اور حال والے کی پہچان کر سکیں۔ پھر ایسی قوت عطا فرما۔ کہ جال والے کے جال سے بچ سکیں۔ اور ایسی ہمت عطا فرما۔ جو کسی صاحب حال کے دامن میں آنے والی رکاوٹوں کو تج سکیں۔

اے ہمارے مالک! ہم نے سنا ہے۔ کہ ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں حرفوں اور لفظوں کے بغیر بھی بات سنی۔ سنائی پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ تیرے کرم سے کیا بعید ہے۔ تو ہمیں وہ مقام ہی دکھا دے۔

اے ہمارے کریم و رحیم اور شفیق مولا۔ اگر ہر آدمی دل میں چھپے ہوئے کانٹوں کو دیکھ سکتا۔ اور ان کی کسک محسوس کر سکتا۔ تو پھر دنیا کے غموں سے نجات کیا مشکل تھی۔ تو ہمیں کوئی ایسا شخص ملا دے۔ جو نہ صرف دلوں میں چھپے ہوئے کانٹے دیکھ سکے۔ بلکہ ان کو نکال بھی سکے۔ اور اس کانٹے کے چبھنے سے جو ٹیسیں تڑپاتی ہیں۔ ان سے نجات بھی دلا سکے۔

ہاں! وہ شخص جو ایک بوڑھے گھنے درخت کی طرح سر راہ بیٹھا ہو۔ اپنوں، بیگانوں، اچھوں، بروں سب کو اپنی ٹھنڈی چھاؤں میں پناہ دے کر معصیت کی دھوپ سے چلچلاتی دھوپ کی گرمی سے بچالیتا ہو۔

دشمن بھی جو آئے تو میرے سائے میں بیٹھے
میں ایک گھنا پیڑ سر راہ گزر ہوں

Marfat.com

صدقہ فطر کی ادائیگی میں تنوع اور زلزلہ زدگان

خود غرضی، نفسا نفسی اور آپا دھاپی کے اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر۔ کہ انسانیت ابھی مردہ نہیں ہوئی۔ ابھی سینکڑوں نہیں، ہزاروں انسان ایسے موجود ہیں۔ جو کسی نیل کے ساحل پر تڑپنے والے کی تڑپ پر۔ کاشغر کی خاک زمیں تک تڑپنے والے موجود ہیں۔ کسی کی چیخیں سن کر بے چین ہونے والے اور کسی کی فریاد پر لبیک کہنے والے موجود ہیں۔ اے بابوں کی تلاش میں پھرنے والے لوگو۔ یہ نوجوان ہی اس دور کے بابے ہیں۔ یہ بچے یہ بوڑھے، یہ بیٹیاں، یہ بہنیں اور یہ بھائی جو زلزلوں میں پھنسے ہوؤں کو نکالنے۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھنے خون میں لت پت کٹے جسموں والے زخمیوں کو اٹھانے۔ تعفن آلود لاشوں اور بے گوروکفن لاشوں کو دفنانے والے۔ سب بابے ہیں۔ یہی میری تقدیر لکھنے والے ہیں۔ یہ دل، ہاں غفلتوں میں ڈوبے دل، بیدار کرنے والے ہیں۔ آؤ۔ ان کی مقدس پیشانیاں چومیں۔ ان کی بلائیں لیں۔ ان کو آغوش محبت میں لیں۔ ان کو سر آنکھوں پر بٹھائیں۔

اپنے دامن کو کیا خون سے تر پھولوں نے
اک میرا دامن کانٹوں سے بچانے کے لئے

ہم بوڑھے بابے لوگ، ایک عرصہ ہوا۔ دور حاضر کے نوجوانوں کی بے راہ روی کے شکوے کرتے۔ ان کی اوٹ پٹانگ حرکتوں پر کڑھتے۔ ان کو برا بھلا کہتے۔ لیکن آج معلوم ہوا۔ یہ نازک آبگینے ہیں جب وقت آتا ہے۔ تو ہم باتیں کرتے رہ جاتے ہیں اور کئی ترکھانوں کے منڈے بازی لے جاتے ہیں۔ کئی غازی علم دین شہید۔ کئی غازی عبدالقیوم اور کئی غازی عامر چیمہ جیسے کھلنڈرے سب سے آگے والی صف میں سینہ تانے نظر آتے ہیں دانشوروں کی باتوں میں جو بھید چھپے ہوتے ہیں۔ وہ یہی بھید ہیں کہ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت

Marfat.com

زرخیز ہے ساقی۔

انہی چراغوں سے زمانے میں اجالا ہے
خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا یوں بول بالا ہے

ان بچوں، ان بوڑھوں، ان نوجوانوں اٹھتی مقدس جوانیوں والے لڑکے اور لڑکیوں کی زرخیزی کو دعاؤں کی نمی کی ضرورت ہے۔ شاباش، شاباش، آفرین صد آفرین اور آشیرباد کی نمی کی ضرورت ہے۔ انہیں تھپکیوں کی نمی درکار ہے۔ ان بچوں کی ماؤ۔ ان بچوں کے باپو۔ ان بچوں کے استادو، جاگ جاؤ۔ یہ نمی کم نہ ہونے پائے۔ یہ زرخیزی خشک نہ ہونے دینا۔ یہ میرے وطن کی یہ میرے دین کی، یہ میرے آقا و مولیٰ فداہ امی و ابی الفا الفا کی مٹی ہے۔ اس مٹی کو خشک نہ ہونے دینا۔

اس رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں زلزلوں سے لرزہ براندام کیفیات سے پیدا ہونے والی صورت حال میں قوم کا فداکارانہ امدادی کاموں میں مصروف ہو جانا۔ بہت ہی خوش آئند ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء سے لے کر نقدی، کپڑے، دوائیں، اکٹھی کر کے ڈھیر لگا دینا قابل صد ستائش ہے۔ مستحقین تک پہنچنا۔ اور بھی مشکل ہے۔ میں ٹی وی کی سکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ امدادی کاموں میں مصروف سبز پگڑیاں باندھے نوجوان، خود بھی خون میں لت پت ہیں۔ اور عین امدادی امور سرانجام دیتے ہوئے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ تو پانی میسر نہ ہونے اور دوسرے پاک کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے خون میں لت پت لباس اور جسم سے ہی سربسجود نظر آ رہے ہیں۔ میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ شعر یوں لکھنا چاہتا ہوں۔

فرشتہ ان کو کہنے سے ان کی توقیر گھٹتی ہے
یہ مسجود ملائک ہیں انہیں انساں ہی رہنے دو

رحمت عالم ﷺ کا دین بھی۔ دین رحمت ہے۔ یہ دین، مشکلوں، مصیبتوں اور دکھوں میں گھرے انسانوں سے تعاون کرنے، ان کے دکھ درد میں شریک ہونے۔ ان کی تکالیف کا مداوا کرنے کا درس تو دیتا ہے۔ لیکن یہ دین خوشیوں میں بھی قوم کے ناداروں، مفلسوں اور

Marfat.com

غریبوں کو یادرکھنے اور ان کو اپنی خوشیوں میں شریک ہونے کا درس بھی دیتا ہے۔ اور ایسا انداز اختیار کرنے کا درس دیتا ہے۔ جس سے دوسرے مجبور بھائی کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو۔ اور دوسری طرف یہ پیغام بھی دیتا ہے۔ کہ اپنی پیاری سے پیاری چیز۔ اچھی سے اچھی چیز خرچ کرو اور زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی خو پیدا کرو۔

شاید یہ اسی انگیختہ کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک دوسرے سے بڑھ کر اچھی سے اچھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور مہنگی سے مہنگی قربانی دینا پسند کرتے ہیں۔ کوئی چار پانچ ہزار کا بکرا، چھترا ہی قربان کردیتا ہے۔ کوئی دس یا بارہ ہزار کا جانور لے آتا ہے۔ کسی کا اس سے جی نہیں بھرتا۔ تو وہ منڈی میں سب سے زیادہ خوبصورت سب سے مہنگا، حتیٰ کہ پچاس پچاس ہزار بلکہ لاکھ لاکھ روپے کا جانور خریدتا ہے اس کی راہ میں پیش کرتا ہے۔

لیکن یہ کیفیت رمضان المبارک میں نظر نہیں آتی۔ حالانکہ رمضان المبارک میں یہ جذبہ زیادہ ہونا چاہئے۔ کہ اس ماہ میں اس کی راہ میں خرچ کئے ہوئے پر زیادہ اجروثواب ملتا ہے۔ میری مراد، صدقہ فطر سے ہے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ سب صرف نادانی اور ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ ورنہ حضور کے غلام یقیناً اس میں بھی کوتاہی کا شکار نہ ہوں۔ ہم سب امیر، غریب، ادنی واعلیٰ، بادشاہ وزیر سب سوا دو سیر گندم یا اتنے آٹے کی قیمت ہی صدقہ فطر کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور نبی رحمت ﷺ کے دور مبارک میں صدقہ فطر دوسری اجناس کا صدقہ فطر دیا جاتا تھا۔ آیئے ایک حدیث مبارک پڑھیے یہ حدیث تمام صحاح ستہ میں ہے۔ صحیح بخار ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، سنن ابی داؤد ۱۶۷۰، سنن الترمذی ۶۷۶، سنن نسائی ۲۵۱۱ سنن ابن ماجہ ۱۸۲۹ میں موجود ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم ایک صاع طعام (چار کلوگرام) صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ تو گندم آگیا اور انہوں نے کہا۔ کہ میری رائے میں

Marfat.com

نصف صاع گندم ان کے چار کلو کے برابر ہے۔

اس حدیث مبارک کی روشنی میں اگر ان اجناس کی قیمت معلوم کی جائے تو یہ رقم یوں بنتی ہے۔

☆ ...... کھجور فی کلو =/4x56= =/224

☆ ...... کشمکش فی کلو=/4x90= =/360

☆ ...... گندم آٹا فی کلو=/2x13= =/31

ہم سب گندم کے حساب سے فطرادا کرتے ہیں (جو کہ خود روزمرہ کھانے میں استعمال کرتے ہیں) خواہ وہ کوئی امیر ہے یا غریب۔ لیکن اگر ہر شخص قربانی کی طرح اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرے۔ تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ صاحب ثروت لوگ۔ یقیناً اس انداز کو اپنانا پسند کرتے ہیں۔ میں یہ بات تسلیم کرنے سے بالکل انکار کرتا ہوں۔ کہ لوگ قربانی میں زیادہ سے زیادہ قیمت کے جانور، صرف اپنی بڑائی۔ ریا کاری اور تصنع و بناوٹ کے طور پر خرچ کرتے ہیں۔ اگر چند ایک افراد ایسے ہوں بھی۔ تو دعا کرنی چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی خلوص کی دولت عطا فرمائے۔ باقی الحمد للہ ہمارے مسلم معاشرے کی اکثریت صرف اور صرف رضاء الٰہی اور خوشنودی مصطفوی ﷺ کی دھنی ہے۔ ثم الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حسب توفیق زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین اور اپنے زلزلہ زدگان بھائیوں کی معاونت کی توفیق دے۔

Marfat.com

قوم کی حیات کا راز

ایک خوبصورت، تن آور، مضبوط اور لہلہاتا درخت، کہنے لگا، میرا یوں کھڑا رہنا بھی کچھ کم قیمت نہیں رکھتا۔ راہ گیروں، مسافروں، اچھوں، بروں، نیکوں بدوں، یاروں، دشمنوں ، سب کو ٹھنڈی چھاؤں دیتا ہوں۔ پھل، پھول، پتے، پیش کرتا ہوں لیکن ایک خدمت ایسی ہے۔ جو میری موت پر منحصر ہے۔ بظاہر میری موت ہے۔ حقیقت میں میری موت، میری مخدوم پوری انسانیت کی حیات ہے۔

میری سپردگی کا عالم دیکھیں۔ کٹنے کے لئے ہر وقت تیار کھڑا رہتا ہوں۔ میرا کٹ جانا بھی رائیگاں نہیں جاتا۔ میں ڈوبتوں کو بچانے کے لئے کشتی بنتا ہوں۔ نہ جانے کتنے لوگ۔ دریا کی طوفانی موجوں میں، ابھرتی اور غراتی موجوں میں، انتہائی آرام وسکون سے آر سے پار جاتے ہیں۔ سمندروں کی وسعتوں اور مسافتوں کو روندتی ہوئی شان کے ساتھ، بڑھتا رہتا ہوں۔ بڑھتا رہتا ہوں۔ حتیٰ کہ منزلوں کے ساحل، آگے بڑھ کے، میرے حوصلوں کی داد دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ کتنی کتنی دیر۔ کتنے کتنے دن، رسیوں سے باندھ باندھ کر، اپنے پاس رہنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان ساحلوں کی آبادی، ان کی زندگی ہے اور یہ زندگی میری قربانی سے ہے۔ میں قربانی دیتا ہوں۔ حضرت انسان کو طوفانی موجوں سے بچا کر لے جاتا ہوں اور ساحل آباد ہو جاتے ہیں۔

میری موت، حضرت انسان کی حیات، سمندر کی حیات، سمندروں، دریاؤں کے ساحلوں کی حیات کی آئینہ دار ہے۔

یہ تو ایک پہلو ہے ابھی بیسیوں شعبے ایسے ہیں جن کے ذریعے میں حضرت انسان، والا شان، کی حیات کو پر سکون بناتا ہوں۔ میں میز بنتا ہوں، کرسیاں بنتا ہوں، سیڑھی بنتا ہوں، گھروں، کارخانوں، مکانوں، دکانوں کے دروازے، کھڑکیاں، روشن دان بنتا ہوں۔

Marfat.com

آپ یہ تصور نہ کریں۔ یہ تمام امور، صرف میرے کٹ جانے سے طے ہو جاتے ہیں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو اپنے ٹکڑوں میں لوہے کے کیل تک پیوست کرنے کے لئے پیش کر دیتا ہوں اور اف تک نہیں کرتا۔ یہی میری موت، میری مخدوم قوم کی حیات ہے۔

ایک دانے، نے مجھ سے کہا۔ میرے مالک! میں تیرے ہاتھوں، خود کو مٹی میں، دفن اس لئے کر رہا ہوں۔ کہ تیرا گھر، دانوں سے بھر دوں، پھر تو گاؤں کے چوپال میں، اپنا شملہ اونچا کر کے بیٹھے گا۔ یہی تیری زندگی ہے۔ کہ تو سارے گاؤں، سارے خاندان میں، عزت وآبرو۔ شان وشوکت، اور کروفر سے بیٹھے۔ اگر میں تیرا گھر، دانوں سے نہ بھروں، تو کیا تو، خود ہی بتا۔ کسمپرسی کی زندگی، کوئی زندگی ہے۔ تو تو چلتا پھرتا، احساس محرومی وکمتری کی قبر میں دفن کیا ہوا مردہ ہو۔ تیری حیات میری موت سے ہے۔

مجھے احساس ہے۔ کہ اے میرے مالک! تو تو مجھے مٹی میں دفن کر کے یہ بھی بھول گیا ہو گا۔ کہ تو نے کونسا دانہ۔ کس کھیت کی، کس اوٹ میں دفن کیا تھا۔ مجھے تو اپنے آخری وقت تک۔ تیرے قدموں کی چاپ تک یاد رہتی ہے۔ اور پھر میں اسی مقام سے ننھی سی کونپل نکال کر تیرے حضور سلام پیش کرتا ہوں۔

گندم، آٹا، چاول، دالیں، پھل، پھول، انار، کیلا، سیب، امرود، ہر پودے کی کہانی ایک سی ہے۔ وہ سب مجھے یہی کہتے سنائی دینے لگے۔ ہمارے مالک ہماری موت ہمارا مٹی میں مل جانا۔ تیری حیات ہے۔

جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
سنتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

ایک کڑیل جوان کے لئے۔ پوری قوم، مصروف رہتی ہے۔ ماں اس کی لوریوں میں وطن عزیز سے محبت، دین سے محبت، کی مٹھاس سے کانوں میں رس گھولتی رہتی ہے۔ اس کے بوسوں میں، لبوں کا لمس، انسانیت سے محبت کی مٹھاس بھرتی ہے۔ بہنیں گود میں اٹھائے۔ ہر

Marfat.com

مسلمان بہن کی عزت و آبرو اور الفت و محبت کا احساس بھرتی ہیں۔ باپ محنت مزدوری کی شدید ترین مشقت میں بھی شفقت و محبت کی شیرینی بھر کر، رزق حلال، محنت شاقہ، ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ استاد اسے زیور تعلیم سے آراستہ کرتا ہے۔ مسجد کے مینار سے ابھرنے والی آواز اس کو اپنی دینی ذمہ داریاں یاد دلاتی رہتی ہیں۔ مالک کے حضور، حاضری کے وقت اور ضرورت کا احساس دلاتی رہتی ہے۔ کوئی اسے عسکری تربیت دے رہا ہوتا ہے۔ دیہاتوں میں، کسان اسکے لئے دانہ، غلہ، پھل پھول تیار کر رہا ہوتا ہے۔ حکومت وقت، اس کی تدریس کا اہتمام کر رہی ہوتی ہے۔ پرائیویٹ ادارے اس کی راحت کے سامان تیار کر رہے ہوتے ہیں۔ تاجر لوگ، اس کے لئے تجارت کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک طویل زنجیر ہے۔ جس کی ایک ایک کڑی ایک دوسرے میں پیوست ہے کہ جدائی ممکن نہیں اور وہ سب ایک نوجوان کو تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ کہ یہ ایک جیالا سپاہی، پوری قوم کی آن ہے۔ شان ہے، مرتبہ ہے، عزت ہے، آبرو ہے، حیات ہے، یہ ایک نوجوان ہمارے روشن ماضی تابندہ حال اور شاندار استقبال کا ضامن ہے۔ زندہ ہے، تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔ حملہ آور ہو۔ تو شعلہ جوالہ ہے جیت جائے تو غازی ہے دشمن کو شکست دے دے تو فاتح ہے۔ قتل ہو جائے تو شہید ہے۔ شہادت کا مرتبہ پاتے ہوئے ایک مخبر صادق ﷺ کے فرمان کے مطابق فزت برب کعبہ کے گیت گاتا ہوا۔ سیدھا جنت کی کیاریوں میں پہنچ جاتا ہے۔

شہیدوں کے لہو سے جوز میں سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بڑی شاداب ہوتی ہے

اس وقت پوری ملت اسلامیہ جس کرب کا شکار ہے۔ جس تکدر سے دو چار ہے۔ سیاسی ابتری، بے حسی، بے غیرتی، فحاشی و عریانی کی دلدل میں پھنستی جا رہی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی والی بات ہے۔ اس لئے فضاء دہر سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے۔

Marfat.com

میری مانو۔ چلو منجدھار میں موجوں سے ٹکرائیں
وگرنہ دیکھنا ساحل پہ سارے ڈوب جائیں گے

شہید کے لفظ کی چاشنی کی لذت، جس سے ہم بدقسمتی سے، دیگر شعائر اسلامی کی رحمتوں کی طرح محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لفظ کی عظمت و چاشنی، لذت، ایسی کہ اب ہندو بنیا بھی اپنے مردوں کو شہید کہنے لگا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہوا۔ جیسے گنگا جمنا کا طواف کرنے والوں کو حاجی اور بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والوں کو نمازی کہنا شروع کر دیا جائے اور خود مسلمان ان کی اہمیت سے ہی بیگانہ ہو جائے۔

حالانکہ، جب ایک محمد ﷺ کا غلام کفر کی طاغوتی طاقتوں سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا۔ تو ہر دور کے چہرے پر اس کی کہانی۔ پھولوں کے سہروں کی طرح سجی ہوئی ہوتی۔ کہ کفر و شرک کی گھٹاؤں کا دم خم، کچی لکڑی کی طرف ٹوٹ جاتا ہے۔ شیطنت دم دبا کر بھاگ نکلتی۔ شکست فاش کی ذلت و رسوائی ان کے قدموں کی زنجیر بن جاتی۔ کلمہ حق کی ایک للکار، ہندو بنئے کی دھوتی کے پیچ ڈھیلے کرنے کو کافی ہوتی ہے۔

میری مانو چلو منجدھار میں موجوں سے ٹکرائیں
وگرنہ دیکھنا ساحل پہ سارے ڈوب جائیں گے

Marfat.com

چاہتوں کی دنیا

اس شہر کی آبادی، تو دس شہروں جتنی تھی۔ بڑی گہما گہمی، بڑی شان و شوکت، عالیشان عمارات، کوٹھیاں، کاریں، کارخانے، دفاتر، آرام و آسائش، غرض ہر وہ کروفر جو شہروں کی شان ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ اس شہر میں تھا۔

لیکن، اس شہر کے رہنے والے لوگ، کھانے کے پکے تھے۔ اور اعمال کے کچے تھے۔ دنیوی معاملات میں بڑے دانا و بینا، آخرت کے معاملات میں بالکل اندھے، مال و دولت کے بھرے ہوئے خزانے تھے۔ البتہ نیکی کے مال و دولت سے بالکل تہی دست اور خالی ہاتھ۔ قریب کی نظر بہت تیز، جبکہ دور اندیشی کی نظر، کوتاہ نظری کا شکار۔ گفتگو کے بادشاہ، کھوکھلی تعریف اور توصیف کے چند فقرے نہیں، پورا دیوان زبانی یاد، اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے میں بڑے ماہر۔ لیکن چاند کو چاند کہنے میں بھی بخیل۔ چاند کی چاندنی، ہاں ہاں! روپہلی کرنوں کی چاندنی، میٹھی میٹھی اور مہکی مہکی چاندنی کی تعریف سے گریزاں۔

ان کی حالت، اس اندھے جیسی تھی۔ جو کہتا ہے۔ مجھے سب کچھ نظر آرہا ہے۔ اس بہرے کی سی تھی۔ جو کہے۔ میں سب کچھ سن رہا ہوں۔ اس جاہل کی سی تھی۔ جو کہے مجھے سب پتہ ہے۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ ایسا شخص۔ جیسے ماں کے پیٹ سے ننگا پیدا ہوا۔ تقویٰ و طہارت کے لباس سے محروم۔ ایسے ہی قبر میں ننگا اتر جائے گا۔ کفن اس کے تن بدن پر ہوگا۔ بالکل نیا لباس۔ نوا ں نکور، لیکن کس کام کا۔

ایسے شہر۔ اور ایسے شہروں کے لوگ، سمجھ لیں وہ آدھے شخص بھی نہیں۔ اور نہ وہ شہر، شہر ہے۔ حسرتوں چاہتوں کا قبرستان ہے۔ وہ تمناؤں، حسرتوں، خواہشوں اور چاہتوں کے مارے۔ ایسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جس کو آبِ حیات بھی زہر کی پڑیہ لگتا ہے۔ اس بیماری کے شکار لوگ دوسروں کی بیماری، دوسروں کی موت، دوسروں کی تباہی، کی خبر سنتے

Marfat.com

ہیں۔اپنی موت کی خبر سے بہرے پن اور اپنے اندھے پن سے کام لیتے ہیں۔

ابابیلوں کی کنکریوں سے ہاتھیوں کے کچومر نکلنے کی کہانی۔ان کے نزدیک صرف ایک کہانی ہوتی ہے۔اس شہر کے لوگ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ (الفیل) کو بڑی خوبصورت اور پرسوز آواز میں بڑی سر کے ساتھ پڑھنے والے کے، پڑھنے پر، بلند آواز سے سبحان اللہ کہہ کر جھوم جھوم جاتے تھے وہ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ (الفیل) کی خبر کو۔اس کی زبان سے سن یوں سرشار ہوتے جیسے سننے والوں کو، امرت دھارا پلا کر ہر بیماری سے شفا دلانے کی خوشخبری دی ہو۔وہ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ (اعراف:133) سن کر بڑی مستی میں سر دھنتے تھے۔

اس اندھے پن کو کیا کہیں اس بہرے پن پہ کتنے آنسو بہائیں۔ایسے علم پر کتنا کف افسوس ملا جائے۔ایسی دانش پر۔کتنی بار تف کہا جائے۔ایسے اندھے کو بینائی کی نعمت۔کیسے پیش کی جائے۔ایسے بہرے کے بہرے کان، کونسی چیخ کھولے گی۔اس تجاہل کو تجاہل کہہ کر کیسے جی بھرے گا۔فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (المرسلات)

جب اندھا، پن لذت دینے لگے۔جب بہرہ پن، فخر کا باعث بنے۔جب تجاہل زینت بننے لگے۔تو ناقوس فطرت پکارتا ہے۔لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (اعراف) یعنی ان کے پاس گوشت کے لوتھڑے دل تو ہیں۔لیکن ان کے سینوں کے دل۔بات سمجھنے والے دل نہیں ان کی آنکھوں کے ڈیلے تو ہیں۔لیکن وہ آنکھ جس سے حقیقت حال نظر آ جائے۔وہ آنکھ ان کے پاس نہیں۔ان کے پاس کانوں کے چھجے تو ہیں لیکن وہ کان جو آلہ سماعت کا کام دیتے ہیں۔وہ ان کے پاس نہیں۔وہ تو ڈنگر ہیں ڈنگر۔بلکہ ان سے بھی بدتر۔گمراہ تر، وہ لوگ بڑے غافل ہیں۔

گویا ان کو تم صاحب دل کہنا چاہو۔کہہ لو۔ہم نہیں کہتے۔انہیں بینا اور آنکھ والا کہنا چاہو۔کہہ لو۔ہم تو ہرگز کہنے کے لئے تیار نہیں۔تم انہیں باشعور اور غور سے سننے والا کہنا

Marfat.com

چاہو۔ کہہ لو۔ ہم نہیں کہتے ہمارے نزدیک وہ جانوروں سے بھی بدترین لوگ ہیں۔

اس قسم کی گمراہی، ذہنی وفکری اور عملی گمراہی کی مفلسی، اللہ تعالیٰ کے نیک، پاک بندوں اور نفوس قدسیہ کی تکذیب سے شروع ہوتی ہے۔ اس شہر کے لوگ نے یہ جرم کرلیا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے کیا۔ اور اس جرم کی کڑواہٹ کو۔ شربت بزور سمجھ کر پی گئے۔ اگر ایک مسکراہٹ پتھر دل کو موم کرسکتی ہے۔ تو ایک غفلت کی انگڑائی پورے جسم میں غرور وتکبر کا اکڑاؤ کیوں پیدا نہیں کرسکتی۔ وہاں تو غفلت ایک لمحے کی نہیں صدیوں پر محیط تھی۔ جب چند لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا دیتی ہے۔ تو صدیوں کی خطا کے اثرات نسل درنسل کیوں منتقل نہ ہوں گے۔

مالک اپنے محبوبوں کے دشمنوں کو معاف نہیں کرتا حق کی مخالفت میں، ان کا کبھی ٹھنڈا نہ ہونا۔ ان کی سزا ہے۔ اور اسی ٹھنڈک سے محرومی۔ ان کو دوزخ میں بھی ٹھنڈک نصیب نہیں ہونے دے گی۔ حق کی مخالفت، یا حق کے خلاف، کام کرتے رہنے سے۔ کلمہ طیبہ کی تکرار بھی سودمند نہیں ہوتی۔

ایک فقیر کوئی اللہ والا۔ گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک کتے نے۔ اس کی گدڑی کو پھاڑ دیا اس نے کتے سے کہا۔ بے وقوف۔ اور احمق کہیں کے۔ تیرے ساتھ تیرے بھائی۔ جنگل میں، ہرن کا شکار کررہے ہیں اور تو ایک اندھے فقیر کی گدڑی پھاڑ رہا ہے۔ بتا تجھے اس سے کیا ملا۔ سوائے لعنتوں کے، پھٹکاروں کے، دھتکاروں کے، اور ڈنڈوں اور پتھروں کے تف ہے تجھ پر۔

اس شہر کے لوگوں کا یہی جرم تھا۔ وہ ایسے اندھے، کہ اچھے اور برے کی تمیز سے محروم۔ لیکن خودسری وخودنمائی سے سرشار۔ وہ ایسے بہرے کہ اچھی بات اور اچھوں کی بات سننے والے کانوں سے محروم۔ لیکن محرومیوں، اندھی غاروں، جہنمی پاتالوں کی خبر کے لئے بے جان و بے قرار۔ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ (انفال:32) اے اللہ ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ زبان سے ایسے گونگے کہ قول ثابت کہنا۔ ان کے لئے وبال۔ لیکن کذب افترا اور فریب کے لئے ان کے منہ سے رال ٹپکتی تھی۔

Marfat.com

ایسے موسم میں، بادسموم چلتی ہے۔ یا سونامی طوفان آتے ہیں۔ پھر آخر کار، وہ سونامی طوفان آیا اور سب کچھ بہا کر لے گیا۔ نہ چاند رہا، نہ چاندنی، نہ علم کے نئے افق رہے اور نہ افق پر بکھرنے والی شفق سب کچھ نسیا منسیا ہو گیا۔ نہ چاہتیں رہیں۔ نہ چاہتوں کی سرزمین۔ نہ چاہتوں کی لہریں اٹھانے والے دل۔

اس کا مچھر، ایسی موسوی لاٹھی بن گیا۔ کہ سر غرور نیچا ہونے کے ساتھ ساتھ۔ گمنامی کی زمین میں سب کچھ دھنسا گیا۔ الامان والحفیظ

جب میں کہتا ہوں الٰہی میرا یہ حال دیکھ
حکم ہوتا ہے تو اپنا نامہ اعمال دیکھ

Marfat.com

سورج اور اس کی شعاعوں کا مرکز

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ سورج کی شعاعوں سے زمین میں سونا، تخلیق ہوتا ہے۔ شاید اسی لئے لوگ سورج کی پوجا کرنے لگے۔ اور ہر چڑھے سورج کی پرستش ان کی عادت بن گئی۔ اس چاہت میں کہ سورج ان کی چاہتوں کی زمین سونے سے بھر دے گا۔

نادان کہیں کے۔ پوجا تو اس کی کرنا چاہیے تھی۔ جس نے سورج کو بنایا ورنہ سورج کی شعاعوں سے تو، تعفن بھی پیدا ہوتا ہے ہر چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے کی، چاہتوں کی زمین سے اسی لئے لوگوں کو گھن آتی ہے۔

لوگ، تحریر کا حسن دیکھ کر، ہاتھوں کو چومنے لگتے ہیں۔ بھلے لوگو! ہاتھوں کو نہ دیکھو، اس کا نام چومو، جس نے ان ہاتھوں کو کمال بخشا ورنہ بعض ہاتھ صرف انگوٹھا چھاپ ہوتے ہیں۔

سورج، رات کو غروب ہو جاتا ہے۔ بیچارہ، اے سورج کے پوجنے والے۔ اگر اس وقت جب وہ خود ڈوب رہا ہوتا ہے اور ڈوبنے کے خوف سے اس کی اپنی رنگت، پیلی زرد پڑ چکی ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پڑے۔ تو کس کو پکارو گے۔ اس وقت وہ سورج تمہاری مصیبت کا علاج کرے گا۔ یا اپنی مصیبت کا؟

کیا ایسا نہ کرلیں کہ اس حضور۔ اپنا سر جھکا دیں جو ایسے میں سورج کو بھی۔ اس مصیبت سے نجات دینے پر قادر ہے۔ اور ہمیں بھی۔ ہر ڈوبنے والے کو پار لگانا۔ صرف اسی کا کام ہے۔ جو خود ڈوبنے اور فنا ہونے سے پاک ہے۔ اس نے اپنے ایسے باکمال بندے، تخلیق فرمائے ہوئے ہیں۔ جو صرف ایک انگلی کا اشارہ کریں۔ تو سورج ڈوبتا ڈوبتا بھی۔ واپس آئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم الفا الفا بعد الف۔

لوگو۔ اے لوگو! اس آفتاب سے دن روشن نہیں ہوتا۔ جیسے ٹارچ کا بلب خود، روشن نہیں ہوتا۔ اور نہ آگے روشنی پھیلانے پر قادر ہوتا ہے۔ بلکہ اس بلب کو روشن کرنے والا۔ پیچھے

Marfat.com

ایک بیٹری کا سیل ہے۔ اسی طرح سورج کے بلب سے شعاعیں نکال کر زمانے کو روشن کرنے والا کوئی اور ہے۔ اور وہ وہی ذات مطلق ہے۔ جس کی اپنی ذاتی کسی شعاع پر اگر نظر پڑ جائے۔ تو آدھی رات کو بھی۔ رات نہیں رہتی۔ اللہ والے یہ بات تو بتانے آئے تھے۔ علیہم السلام وعلیہم الرضوان۔

جب سورج، پورے جلال پہ ہوتا ہے تو جسمانی آنکھ، اس کا نظارہ نہیں کر سکتی۔ ایسی آنکھ، مشاہدہ حق کا نظارہ کیسے کر سکتی ہے۔ یہ نظارہ کرنے کے لئے نورانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ اور وہ کسی نورانی شخصیت سے ہی مل سکتی ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ (یاسین)

''اور سورج، اپنے معین مدار پر چلتا رہتا ہے۔ یہ تقدیر ہے۔ عزت والے علم والے کی اور چاند کے لئے (بھی) منزلیں ٹھہرائیں۔ حتیٰ کہ وہ پرانی باریک شاخ کی طرح ہو گیا۔ نہ سورج، چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات، دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ ہر ایک اپنے دائرے میں گردش کر رہا ہے''۔

کیا یہ سورج کی بے بسی نہیں۔ کہ وہ صرف وہی کام کر سکتا ہے۔ جو اس کے سپرد ہے۔ دوسرے کسی اور سیارے کا کام کر ہی نہیں سکتا۔ چاند، سورج سے مستنیر ہوتا ہے۔ اسی سے فیض لے کر بانٹتا ہے۔ چاند ہر اعتبار سے، سورج سے کم تر درجے کا حامل ہے۔ اس کے باوصف سورج، چاند کے کام نہیں کر سکتا۔ کام کرنا بھی ایک بہت بڑا کام ہوتا ہے وہ اس کی رفتار سے اس کے مدار سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

زنجیریں، دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ڈر کی، خوف و ہراس کی، اور دوسری عشق کی، محبت کی، الفت کی، ڈر اور خوف کی وجہ سے۔ بندہ دور ہوتا ہے۔ عشق اور محبت کی وجہ سے قریب۔

Marfat.com

دنیا دار لوگوں کو بے زنجیر نہ سمجھو۔ وہ بھی دنیا کی محبت کی زنجیر میں جکڑے ہوتے ہیں۔ اسی لئے دین سے دور، بہت دور ہوتے جاتے ہیں اور مالک سے، ہاں اپنے خالق سے، چاند کے، سورج کے ستاروں کے خالق سے دور جب کہ دین اور دینداروں سے، محبت کرنے والے، عشق کرنے والے، مالک کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ اور قریب ہوتے جاتے ہیں۔ مالک کی ہر چیز، ان کے قریب اور قریب تر ہوتی جاتی ہے۔

سورج ہو یا چاند، کہکشاں ہو یا ستاروں کی جھلمل، لوگ ان سے ہزار پیار کریں۔ ان کو چاہیں۔ ان کی پرستش کریں۔ ان کے حضور جھک جھک جائیں وہ کبھی ان کے قریب نہیں آئیں گے۔

ہاں۔ ان کے مالک کے قریب آنے والوں سے یہ دور ہی نہیں ہوتے۔ انگلیوں کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ لوگ ان تک پہنچنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور وہ خود ان کے حضور آنے قدموں پہ لوٹنے پر کو فخر محسوس کرتے ہیں۔

لوگ جائیں حجر اسود چومنے
حجر اسود نے تیرے بوسے لئے

اگر تو، دل کے کان کھول کر سنے۔ یہ ساری بلندیوں والے۔ یہ ساری پستیوں والے۔ ہر وقت، اپنے مالک کے حضور، سجدہ ریز رہتے ہیں۔ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (الاسراء:44) آسمان کہتا ہے۔ میرے مالک! مجھے مٹھی میں رکھ، ورنہ ٹوٹ پھوٹ جاؤں گا۔ میں ٹوٹا تو بڑی تباہی ہوگی۔

زمین کہتی ہے۔ میرے مالک! مجھے اپنی مٹھی میں رکھ۔ ورنہ ٹوٹ پھوٹ جاؤں گی۔ مجھے اپنی گرفت سے آزاد نہ کرنا۔ ورنہ ریزہ ریزہ ہو جاؤں گی۔

کائنات کی ہر چیز کہہ رہی ہے۔ میرے مالک! ہمیں اپنی نگاہ التفات و کرم کی مٹھی میں رکھ۔ ورنہ ہمارا کچھ نہ رہے گا۔ تیری سخا کا دروازہ تو تیرے دشمنوں کے لئے بھی کھلا رہتا ہے۔ تو اپنی پارٹی کے بندوں پر کیوں کرم نہ کرے گا۔

Marfat.com

سورج، بذات خود، ایک کائنات ہے۔ زمین کے حجم سے اس کا حجم تین لاکھ تیئس ہزار گنا بڑا ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ 9 کروڑ تیس لاکھ میل کا ہے۔ اس کا درجہ حرارت ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ اس کا قطر آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار میل ہے۔ جو زمین کے قطرے سے 109 گنا بڑا ہے۔ اس میں حیرانی والی کوئی بات نہیں۔ بعض ستارے، سورج سے صدہا گنا بڑے ہیں۔ کئی ایسے بھی ہیں۔ جن کا قطر سورج کے قطر سے آٹھ سو گنا بڑا ہے۔

زمین سے اتنا دور ہونے کے باوجود، وہ مناسب مقدار میں روشنی پہنچا رہا ہے۔ جس کے باعث زمین کا چپہ چپہ روشن ہے۔ مناسب مقدار میں حرارت پہنچا رہا ہے۔ جس سے انسانی، حیوانی، نباتاتی اور جماداتی زندگی برقرار ہے۔ زمین سے اس کی مناسب دوری۔ اس کے طلوع غروب کا نظام، موسموں کا تغیر وتبدل، رات اور دن کا آنا جانا، گھٹنا بڑھنا، یہ سب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ اس سورج کو، منبع نور وحرارت بنانے والا۔ اس کو مناسب دوری پر رکھنے والا۔ اس کے منظم طلوع وغروب کا لائحہ عمل طے اور مرتب کرنے والا۔ واقعۃ قادر مطلق ہے۔ وہ حکیم بھی ہے۔ علیم بھی۔

آثار، ذات تک رسائی عطا کرنے والے ہوتے ہی۔ اس کور مغز کو کیا کہتے ہیں۔ جو آثار ہی کو ذات سمجھ لے۔ جو سنگ میل کو منزل قرار دیدے۔

اگر تجھے کسی کمینے میں کوئی سعادت نظر آجائے تو میری طرف سے اس کی سعادت کو بھی سلام کہہ دے۔

وہ بادشاہ۔ انتہائی کم بخت ہے۔ جس کا وزیر بد بخت ہامان جیسا ہو۔ اور وہ شاہ مبارکباد کا مستحق ہے۔ جس کا وزیر، آصف بن برخیا جیسا ہو۔ شاہ فرعون ہو، وزیر ہامان ہو، دونوں پر تف، شاہ سلمان ہو، وزیر آصف بن برخیا، دونوں نور علی نور۔ یہ دونوں کردار اپنی اپنی زنجیروں میں جکڑے اپنے اپنے مدار کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ سورج ہو، یا چاند، كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (لقمان:29) نہ فرعون بن، نہ ہامان سلمان نہیں بن سکتا تو آصف تو بن۔

Marfat.com

ایک ''حسن'' نام کا وزیر تھا۔ وہ ایسا وزیر تھا۔ جس کے قلم سے بھی سخاوت ہوتی تھی۔ اور اتنی ہوتی تھی۔ کہ سائلوں کے پیٹ اور آنکھیں بھر جاتیں۔ ایک حسن نامی بادشاہ کا وزیر تھا۔ جس کی کنجوسی اور بدعادات وخصلت کی وجہ سے جی کرتا اس کی داڑھی کے بالوں سے رسیاں بانٹ لی جائیں۔

سورج، مالک کے آثار میں سے ہے۔ اس کے قریب ایسے ہو کہ تجھے بھی مالک کے قریب کردے۔ ایسا قریب نہ ہو کہ تجھے اتنا دور کردے جتنا وہ خود تجھ سے دور ہے۔ بلکہ اس سے بھی دور۔

بچہ گھوڑے کی حرص و چاہت میں لکڑی کو ہی گھوڑا بنالیتا ہے۔ لیکن جب بڑا ہوتا ہے تو خود ہی اپنی حرکتوں پر ہنسنے لگتا ہے۔ بچہ نہ بن۔ دانشور بن تاکہ تجھے وقت آنے پر اپنی ہی حرکتوں پر ہنسی نہ آئے۔ سورج ہو، یا چاند، مریخ ہو یا عطارد، پانی ہو یا آگ، سانپ ہو یا مور، ان میں سے کوئی عقیدتوں کا مرکز بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ذاتی خواہشیں ہو یا معاشرتی رسوم و روایات، حالات کی ستم ظریفیاں ہوں یا جابر کا ظلم و جبر، مطالبات گھریلو زندگی ہو یا اولاد و ذریت کے مسائل۔ ان کے سامنے جھکنے والے پھر جھکتے ہی چلے جاتے ہیں۔ کمر سیدھی نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ بوجھ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آ۔ اس کے حضور جھکیں۔ جس کے ہاتھ میں۔ ان سب پتلیوں کی ڈور ہے۔ تو اس کے حضور جھک وہ ان تمام حالات کی ستم ظریفیوں کو اور مجبوریوں کو رخ بدلنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

تیرا دل، تیری وہ انگوٹھی ہے۔ جس سے تو اپنے پورے جسمانی اعضاء پر حکومت کرتا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک انگوٹھی دی ہوئی تھی۔ جس سے وہ سب پر حکومت فرماتے تھے۔ اپنی انگوٹھی اپنا دل، اپنے قبضے میں رکھ، تاکہ تیری حکومت جاری و ساری رہے۔ اگر کوئی شیطان کوئی جن، خواہشات و حسرت کا جن، اس انگوٹھی کو چرا کر لے گیا تو پھر تیرے جسم کا کوئی عضو، تیرے قبضہ میں نہیں رہے گا۔ وہ تیری ہر چیز کا رخ موڑ دے گا۔ سر غیر کے آگے۔ آنکھیں کی ہوس میں، حیوانی چاہتیں۔

Marfat.com

کانوں کی سماعت میں فانی لذتوں کی امنگیں، زبان پر غیروں کے نغمے، معارف خداوندی سے محرومی۔ ہوسکتا ہے۔ تیرے ہاتھ مسجد تعمیر کررہے ہوں۔ اور صلہ کی امید غیروں سے لگی ہو۔ سرعین حطیم کعبہ میں زمین پر رکھا ہوا اور دھیان کسی اور ہی جانب لگا ہو۔

ہاں سن۔ دنیا کھیل ہے اور کھیل بھی چند لمحوں کا اس کھیل میں کام آنے والا۔ سات آسمانوں سے کہیں اوپر سے چمکنے والے سورج سے لے کر زمین کے گہرے پاتال کا کوئی ایک ادنیٰ سا ذرہ۔ سب اس کے کھلونے ہیں۔ کھیل کا وقت ختم ہو جائے۔ تو کھلونے سب بے کار ہو جاتے ہیں۔ بچہ نہ بن۔ جو کھلونے دے کر بہلایا جاتا ہے۔ دانشور بن۔ اپنے مالک کو پہچان، اس کی پہچان، اس پر یقین ہی بچاؤ کا راستہ ہے۔

اس واحد و یکتا ذات کے محرم راز ﷺ نے ہی ہمیں یہ راز بتایا ہے آپ ہی نے اس راز سے پردہ کشائی فرمائی ہے۔ کہ اس کی سب سے چھوٹی مخلوق مچھر، بھی نمرود کے لئے لاٹھی ہی تھا۔ ننھا ابابیل، ہاتھیوں کو کھایا ہوا بھوسہ بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔

عشق و محبت رسول اور عشق الٰہی کے دعوے کے ساتھ ساتھ کالے شیطان سے یاری عبرتناک انجام کا باعث بن سکتی ہے۔

ساری دنیا کی کھیتی میں مالک نے مومن، منافق اور مشرک سب کے لئے الگ الگ کیاریاں بنا رکھی ہیں۔ مومن کو اپنی ہی کیاری میں رہنا چاہئے۔ اگر مومن کسی اور کی کیاری کی طرف رخ کرے گا۔ تو اس سے بھی منافقت یا کفر و شرک کی بو آنے لگے گی۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (بقرہ) یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ ان سے آگے نہ بڑھو اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے بڑھے گا وہی ظالم ہوگا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا (آل عمران:8)

اے ہمارے کریم و مہربان رب! جو ہدایت آپ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اس ہدایت کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ فرمانا۔

Marfat.com

گاڑی پٹڑی سے اتر گئی

سارے دن، سارے ہفتے، سارے مہینے، اور سارے سال اور صدیاں سب اس کی ہیں۔ انسانوں کو بھی مختلف قبائل کا نام دیا گیا۔ لِتَعَارَفُوا میں۔ اس کا مقصد بیان کر دیا گیا۔ تاکہ پہچان باقی رہے۔ ان تعارفات کی پہچان یہ بھی تھی۔ کہ ہم اپنا نام اور تعارف وہ سامنے رکھتے جو نام رکھنے والے کو پسند آئے۔

اللہ تعالیٰ نے تقویم کو بارہ مہینوں میں خود تقسیم کیا۔ اس تقویم کے مہینوں اور دنوں میں سے کچھ نام بھی اپنی مقدس کلام میں رکھ دیئے۔ گویا اس کو بھی وہی تقسیم اور تقویم پسند ہے۔ جس میں یہ نام آئیں۔ جمعۃ المبارک کا نام اور رمضان المبارک کا نام قرآن پاک میں محفوظ کر دیئے۔ اس طرح شخصیات کے نام ہیں۔ اشیاء کے نام ہیں۔ حضرت پیر فضل شاہ کی تفسیر فاضلی میں ہے۔ کہ کلام مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے وہی الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ جو عربی کے اردو میں زیادہ تر مستعمل ہوں۔ کہ ترجمانی میں بھی قرب خداوندی کا تصور زیادہ تر موجود رہے۔ اس لئے ہمیں بھی زیادہ تر وہی نام۔ وہی تعارف سامنے رکھنا چاہئے۔ جو کلام مجید کے زیادہ سے زیادہ قریب ہے۔

اہل محبت نے اس لئے اسلامی مہینوں کے اسماء گرامی کو سامنے رکھ کر تقویم تشکیل دی ہے۔ اے کاش! ہم اپنی سابقہ روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ اپنے اسلاف کے قائم کردہ خطوط پر چلنے کو اپنے لئے طعنہ نہ سمجھ لیتے۔ بلکہ اس پر فخر کرتے۔ بدقسمتی سے ہم جدت پسندی کے شوق میں اپنی روایات حسین کو حقیر سمجھ کر چھوڑتے چلے گئے اور جدید اور اغیار کی چکاچوند سے مرعوب ہوتے گئے۔ لیکن یہ حقیقت ہر قیمت پر سامنے رہنی چاہئے۔

حقیر جان کے جن کو بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

Marfat.com

آیئے۔ ہم اپنی روایات حسین کا دور حاضر کی اپنائی ہوئی روایات سے تھوڑا سے موازنہ اور تقابل کر کے دیکھتے ہیں۔ کہ ہماری عزت وتوقیر اور چین وقرار کی گاڑی اصل پٹڑی سے اتر کر ہمارے سکون اور عزت کے کتنے کتنے ٹوٹے ہو گئے ہیں اور ہمارے تن بدن اور روح کے ان زخموں سے اٹھنے والی ٹیسیں ہمارا کیا حال کر گئی ہیں۔

یوم آزادی

اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت دیکھئے۔ کہ وہ اسلامی کلچر اور ثقافت جس کو آغاز پذیر ہوئے ایک ہزار چار سو سال ہو گئے تھے۔ اس ثقافت کی امین قوم نے اس کا نام لے کر لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگا دیا۔ غلامی سے آزادی کی جدو جہد میں کامیابی حاصل کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جس دن کا انتخاب کیا۔ وہ جمعۃ المبارک تھا۔ جمعۃ الوداع، جس مہینے کا انتخاب کیا۔ وہ ماہ رمضان المبارک، جس تقدس آمیز رات کا انتخاب کیا۔ وہ شب قدر۔ شب قدر کا اس سے زیادہ پایا جانا اور کیا ہوگا۔ کہ برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں کے لئے غلامی کی زنجیریں توڑ پھوڑ دیں۔ اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت پاکستان کا مالک بنا دیا گیا۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ 27 رمضان المبارک کے دن کو ہی یوم آزادی قرار دے لیتے۔ اس آزادی کے روز ہم اس پروردگار کے حضور سر سجدوں میں رکھ دیتے۔ اس کا شکر ادا کرتے۔ اور اس کی نعمتیں ہمارے لئے مزید دروازے کھولتے جاتیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم:7) لیکن بدقسمتی سے ہماری آزادی کے دن کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی گئی۔ اور ہم نے 14 اگست کی تاریخ کو اپنے لئے یوم آزادی قرار دے لیا۔ میں سوچتا ہوں۔ اگر انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا مقصود تھا اور ہندوؤں سے بھی آزادی کا حصول مقصود تھا تو پھر اپنی تقویم میں کیوں پناہ نہ لی اور ان کی جھولی میں کیوں جا گرے۔ اگر یہ منافقت کرنی ہی کرنی تھی۔ تو پھر کبھی ہندی تقویم کو بھی سامنے رکھ لیا جاتا۔ کبھی ساون، چیت، بیساکھ بھی رکھ لیا جاتا۔ آخر انگریزوں کی جھولی میں گرنے میں کیا مصلحت تھی۔ آیئے۔ آنکھیں کھولیں، سوچ اور فکر کے دروازے اور کھڑکیاں کھولیں۔ اور دیکھیں اس

Marfat.com

گاڑی کی پٹڑی سے اترنے میں جو ہمیں سزا ملی وہ اپنی اولاد، اپنے بچوں کو یوم آزادی مناتے ہوئے دیکھ لیں۔ جس انداز سے 14 اگست کو یوم آزادی منایا جاتا ہے۔ اس سے ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ اگر یہ یوم آزادی 27 رمضان المبارک کو منایا جاتا تو یہ انداز کبھی نہ ہوتے۔

سال نو کا آغاز

ہماری اسلامی تقویم کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ اور محرم الحرام کا جو تقدس، پاکیزگی اور جو نسبت ہمارے ذہنوں اور فکروں میں محفوظ ہے۔ اگر اس کو ہم سامنے رکھ کر۔ اپنے لئے نئے سال کا آغاز یکم محرم الحرام کو قرار دیتے۔ تو کیا واقعی ہم اپنے نئے سال کا آغاز اس طرح کرتے۔ جس طرح یکم جنوری کو کرتے ہیں۔ کیا ہم اخلاقی گراوٹ کا اس طرح شکار ہوتے۔ کیا یوں ہی شراب و کباب کی محفلیں سجتیں؟ کیا یونہی ہماری نئی نسل اور ان کے ذہنوں کی پرورش کرنے والے۔ محرم الحرام میں ایسی حرکتیں کرنے کی جرأتیں کرتے؟ کیا ایک اسلامی سلطنت کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں ہماری اپنی ثقافت کی دھجیاں یونہی اڑائی جاتیں؟ اب سوچ لیں کہ ہماری گاڑی پٹڑی سے اتری ہے اور کتنے کتنے زخم سہنے پڑ رہے ہیں

یکم اپریل

ہر سال کئی گھرانوں میں صف ماتم اچانک بچھ جاتی ہے رونا پیٹنا پڑ جاتا ہے۔ پھر جب گھر والے اپنے سکون اور چین کی دھجیاں اڑا چکے ہوتے ہیں۔ تو کہیں سے خبر آتی ہے۔ کہ یہ خبر سراسر مذاق تھا۔ یہ سزا ہمیں انگریزی تقویم کا لباس پہننے سے ملی ہے اور اگر بہار کے مہینے کے آغاز کا پہلا دن ربیع الاول کا ہمارے ذہنوں میں محفوظ رہتا تو ان سکون چھین لینے والی خبروں کی جگہ آمد مصطفیٰ مرحبا مرحبا کی خوشخبریاں سننے میں آتیں۔ ہر گھر میں بہاریں آ جاتیں۔

تیرے آنے سے بہاروں پر بہاریں آ گئیں
تیرے جانے سے بہاروں کو نہ جانے کیا ہوا

Marfat.com

غیروں سے یارانہ

غیر تو پھر غیر ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنا تو نہیں ہو سکتا۔ ایک غیر وہ ہے۔ جو میری دوستی کا دم بھرتا ہے۔ میرے دکھ میں، درد میں، شریک ہوتا ہے۔ میرا ہمراز بنتا ہے۔ ہمدردوں کے اظہار میں۔ میرا اعتماد لوٹتا ہے۔ عزائم سے آگاہ ہوتا ہے۔ منصوبوں میں شریک ہوتا ہے۔ سارے راز اپنے مکروفریب کاریوں کے ذریعے۔ وقت آنے سے پہلے راز افشاء ہونے کی صورت میں تمام منصوبہ جات خاک میں مل جاتے ہیں۔

ایسا یار...... مار آستین...... آستین کا سانپ...... ایسا ڈستا ہے...... کہ بعض اوقات مریض...... پانی مانگنے کی مہلت بھی نہیں پاتا...... اور دم توڑ دیتا ہے۔

ایسے یار اور دوست کے انتخاب میں...... یقیناً کہیں کوتاہی ہو جاتی ہے...... اپنے اور بیگانے پر اعتماد کرنے میں یقیناً...... امتیاز نہیں برتا گیا...... آنکھیں کھلی نہیں رکھی گئیں...... اندھے اعتماد نے ایسے ٹھوکر ماردی...... کہ الامان والحفیظ۔

ایسے دوست کے انتخاب میں...... کوتاہی...... جرم ہے...... لیکن اس جرم کی سزا یہ ہے...... جو دے دیا گیا...... قانون...... اس جرم کی سزا...... مقرر نہیں کرتا...... مخلص احباب کی طرف سے طنز کے تیر...... بھی چبھن دیتے ہیں...... لیکن پھر بھی...... وہ زیادہ موردالزام نہیں ٹھہرتے...... کہ خطا ہوگئی...... آئندہ کیلئے قدم...... پھونک پھونک کر...... رکھنے کے لئے...... ہر قدم میں ٹھہراؤ کے ساتھ بصارت کی صفت سے...... بھرپور فائدہ مشروط ہوتا ہے۔

ایک شخص نے...... منافقت کا لبادہ اوڑھا...... اس کے لباس سے...... اس کی حرکات و سکنات سے...... اس کی آنکھوں کے تیروں سے...... اس کی زبان سے نکلے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے...... کہ وہ غیر ہے...... لیکن روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے...... حرص کا مارا...... بھوک سے بلبلاتا ہوا...... اس ٹکڑے پر پل پڑتا ہے...... کتا ہوتا...... تو سونگھ لیتا...... وہ زہر ملا...... روٹی کا ٹکڑا نہیں کھاتا...... اس نے یہ امتیاز بھی نہ کیا۔ بس۔

Marfat.com

ہو گئے اسی کے ہمنوا
جس کسی سے بھی نوالہ مل گیا

ایسے شکار...... بدبخت...... خود شکاریوں کی تلاش میں ہوتے ہیں...... اور شکاریوں کو بھی ایسے لوگوں کی بہت ضرورت ہوتی ہے...... اور وہ ہر شکار کے منہ سے ٹپکنے والی رال ...... کو سمجھتے ہیں...... اور حسب ضرورت...... حسب موقع...... دانہ پھینکتے ہیں...... اور شکار کو اپنے جال کی گرفت میں لے لیتے ہیں...... اس دانے کی لذت میں کچھ ایسا رس گھول دیتے ہیں...... کہ شکار اس دانے کے حصول میں...... اپنے گھر کی...... اپنی جھولی کی...... ہر چیز پیش کر دینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔

صبح ہوتے ہی نکل آتے ہیں بازار میں لوگ
گٹھڑیاں سر پہ اٹھائے ہوئے ایمانوں کی

قادر مطلق نے...... ایسے دانہ پھینکنے والے شاطروں سے ہوشار رہنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔...... کہیں تفہیمی انداز میں...... کہیں تہدیدی انداز میں...... اور کہیں تعزیبی انداز میں...... حکم خداوندی ہے يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ (المائدہ: 51) اے اہل ایمان! یہود و نصاریٰ میں سے کسی کو دوست اور یار نہ بنالینا...... دیکھنا...... ہم منع کر رہے ہیں...... اگر اس آگاہی کی روشنی کے باوصف...... تم نے ان کی جھولی میں گرنے کو ترجیح دی...... تو وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (المائدہ: 51) اور جس نے پھر بھی ان کو ہی دوست بنانے کی کوشش کی...... تو وہ پھر انہی میں سے ہوگا۔

بدقسمتی سے شکاری کے جال کے جمالیاتی رنگوں میں اتنا جمال ہوتا ہے...... کہ جال میں پھنسنے کی حماقت کو حماقت نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس پر سب کچھ لٹا دینے...... اپنی عزت اپنی عظمت ...... اپنی قوت...... اپنی طاقت...... اپنے بچے...... اپنے بوڑھے...... پیش کر دینے...... سر اونچا کر کے چلنے کے حوصلہ بخشنے والے مہربانوں کی باقدر دستاریں اور ان کی داڑھیاں روندنے کی دعوت دینے کے شرف سے ''مشرف'' ہونا...... اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

اے کاش! ان کی غیرت جاگتی...... اور وہ سمجھ جاتے...... کہ یہ میٹھی بولیاں بول کر میٹھے شیرے میں ملفوف کڑوی...... زہریلی...... اور اندر ہی اندر چاٹ جانے والی گولیاں...... کھلانے والے...... شاطرانہ انداز کے ساتھ...... تیندوے کے جال میں تھپکیاں دے دے کر...... گرفتار کرنے والے...... ہمارے یار کبھی نہیں ہو سکتے...... کہ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ (المائدہ: 51) کا ناقوس جو صدیوں سے بجتا چلا آ رہا ہے۔...... اس کی آواز یہ سن لیتے...... بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا...... کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست تو ہیں...... ہمارے نہیں۔

جب ایسوں سے پوچھا جاتا ہے...... کہ تمہیں اپنی غیرت...... اپنی عزت...... اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے...... تو عقل مصلحت بیں سے کام لیتے ہوئے...... فوراً يَقُولُونَ نَخۡشٰىٓ اَنۡ تُصِيۡبَنَا دَآئِرَةٌ (مائدہ: 52) کہتے ہیں...... ہم ڈرتے ہیں کہ اچانک کسی گردش میں نہ آ جائیں...... ہمارا گھر کھنڈرات میں نہ بدل جائے...... کہیں مغرب سے کوئی آندھی نہ اٹھ جائے...... کوئی مشرق سے...... اس آندھی میں آگ اور تیل کی آمیزش کر کے...... ہمیں جلا کر راکھ نہ کر دے...... جس بنئے کی دھوتی کے پیچ ہمارے نعرہ تکبیر سے ہی ڈھیلے پڑ جایا کرتے تھے...... اس کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے لگا ہے...... جس کے گٹے گوڈے...... بیساکھیوں کے بغیر ہل نہ سکتے تھے...... اس نے ہمارے صاحب حسن و جمال کے گٹے گوڈے ہلا کر رکھ دیئے...... کشمیر کے خوبصورت حل پر خوشیوں سے ناچ گانے کے پروگرام بنائے جا رہے ہیں...... کہ کشمیری سارے ہمارے...... کشمیر سارا تمہارا...... سبحان اللہ...... سبحان اللہ!

ایک وقت وہ تھا۔ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ (آل عمران: 119) کہ جب وہ تنہائی میں ہوتے...... تو ہماری طاقت...... ہماری قوت اور اپنی بے بسی اور بے کسی پر غصے سے اپنی انگلیاں دانتوں میں چبا لیتے تھے...... اپنی ٹیسیں دبانے کے لئے اپنی زبان دانتوں میں دبا لیا کرتے تھے کہ جگ ہنسائی نہ ہو جائے۔

Marfat.com

نکل جاتی ہو جس کے منہ سے حق کی بات مستی میں
فقیر مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

ان شکار ہونے والوں......اور شکاریوں کو اپنے شکار کی دعوت دینے والوں کی آنکھوں سے پٹی کھولنے والا......کوئی ہوتا......تو ان کو دکھاتا......تمہارا شکار کرنے والا......شکاری یار کا حال کیا ہے۔ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا...... (آل عمران:120) تمہیں......ان کی اندرونی کیفیت کا علم ہے......کہ اگر تمہیں کوئی ذرا سی چھوٹی سی خوبی بھی نصیب ہوتی ہے......تو وہ جل بھن جاتے ہیں......اور اگر تمہیں کوئی تکلیف......کوئی مصیبت......کوئی پریشانی......آگھیرتی ہے......تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔

اگر تم جاگ رہے ہوتے......تو کم از کم صرف ایک دفعہ ان کے کرب کی حالت دیکھ کر......صرف ایک دفعہ کہہ دیتے موتوا بغیظکم کہ اپنے غصے کی آگ میں جل مرو۔ تو پھر دیکھتے ان کا عالم کیا ہوتا۔

ایسے شاطروں کے جال میں......بادل خواستہ یا نخواستہ......چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے پھنسنے والا......ایسا مجرم ہوتا ہے......جو کبھی معاف نہیں کیا جاتا......اگر لمحوں نے خطا کی ہو......تو صدیوں تک سزا بھگتنی پڑتی ہے......اور اگر یہ خطا......نصف صدی کے دائرے سے نکل کر بہت آگے جاری ہو......پوری ملت اسلامیہ......پوری دنیائے اسلام کی حسرتوں تمناؤں......امیدوں اور چاہتوں کا مرکز......بھیگی بلی کی طرح دم سادھ گیا ہو......یا سادہ لوح کبوتر وحمام کی طرح آنکھیں بند کر کے سو گیا ہو......تو امیدوں کے چراغ کہاں جلائے جائیں گے......یوم تکبیر کو نعرۂ تکبیر ہی بھول جاتے......نشان سطوت ہی گرا دیا جائے......تو کونسی دیوار ہوگی......جس سے کوئی ٹیک لگا کر بیٹھ سکے گا۔

میری مانو چلو منجدھار میں موجوں سے ٹکرائیں
وگرنہ دیکھنا ساحل پہ سارے ڈوب جائیں گے

Marfat.com

جنگل کا شیر

ایک تھا شیر...... جنگل کا شیر...... ہم میں بھی ہر شخص...... اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے......
ہم ایسے شیر ہیں...... جیسے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کہ جب ہوا کا جھونکا آتا ہے...... خوب پھڑ پھڑاتا ہے ہوا کا جھونکا ختم...... تو وہ ٹھنڈا ہو گیا...... ہوں نہ ہاں۔

اس جنگل کے شیر سے...... جنگل کے جانور بہت تنگ تھے...... جیسے ہم دنیا دار...... وہ جب چاہتا...... حملہ آور ہوتا...... اور کوئی نہ کوئی جانور شکار کر کے لے جاتا...... چیر پھاڑ کر کھا جاتا...... اور اپنے پیٹ کے جہنم کی بھوک مٹاتا...... جنگل کے جانوروں نے مل کر شیر کی خدمت میں عرضداشت پیش کی...... کہ آپ جب شکار پر نکلتے ہیں...... ہم سب کی جان پر بن جاتی ہے...... آپ بادشاہ ہیں...... آپ کا شکار...... ہر روز آپ کی خدمت میں پہنچ جایا کرے گا...... ہم سب جو ہر روز موت کا شکار ہوتے ہیں...... اس عذاب سے چھٹ جائیں گے...... موت کی دہشت سے ہر روز جو ہم پر ہر لمحہ موت کا خوف...... ہر ایک پر طاری ہو جاتا ہے...... یہ موت سے زیادہ خوفناک ہے۔ اس نے کہا...... سچ کہتے ہو...... کہ مکر کرتے ہو...... تمہیں یاد رکھنا چاہئے...... کہ مکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہیں مجھے دھوکا نہ دے جانا۔

انہوں نے کہا...... بادشاہ سلامت...... احتیاط کو چھوڑیں...... اس لئے کہ تقدیر کے فیصلے مٹا نہیں کرتے...... ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے...... اور وہ کام...... اسی وقت مقرر پر ہوتا ہے۔ ایک لمحہ اس میں آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

شیر نے کہا...... توکل اپنی جگہ اپنا مقام رکھتا ہے...... اس کی عظمت کا قائل ہوں...... لیکن اسباب اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ کوشش کرنا ہم پر لازم ہے لکھا مل جاتا ہے...... اور مل کر ہی رہتا ہے۔ لیکن کوشش کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

جانور بولے...... کوشش کرنا کمزوروں کا کام ہے۔ توکل میں...... غیر پر بھروسہ کرنا غلط ہے۔ رضا اور تسلیم سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کسب اس لئے کیا جاتا ہے کہ عقیدہ کمزور ہوتا ہے...... اپنی تدبیر سے بھی بعض اوقات...... لوگ اپنے ہی جال میں الجھ جاتے ہیں۔

شیر نے کہا...... اللہ تعالیٰ نے...... ہمارے قدموں کے نیچے سیڑھی رکھی ہے...... کہ احتیاط کے ساتھ قدم...... سیڑھی پر رکھتے جاؤ اور بلند مرتبہ پاتے جاؤ...... آقا نے...... نوکر کے ہاتھ میں کسی اور سے بیلچہ دے دیا...... نوکر کو خود بخود سمجھ جانا چاہئے...... کہ اسے کام میں لانا ہے...... درخت پر پھل لگا دیا گیا ہے...... شاخ ہلاتے جاؤ...... اور پھل کھاتے جاؤ...... خود کو محتاج سمجھ کر...... عین راستے کے درمیان سو جانا تو ڈاکوؤں کو خود دعوت دینے کے برابر ہے۔ دروازے کو تالا تو لگانا ہی چاہئے۔

انہوں نے کہا...... اگر کوشش سے ہی کام ہوتا...... تو ہر کام کرنے والے کو...... کوشش کرنے والے کو...... اس کی کوشش کا پھل مل جاتا لیکن ہزاروں ایسے ہیں...... کوشش کرتے ہیں...... اور کامیاب نہیں ہوتے...... یہ کوشش حریص لوگوں کا کام ہے...... اگر کوشش کرنا ہی مفید ہوتا تو لاکھوں انسان...... جو کوشش کر ہی نہیں کر سکتے...... وہ سب بھوکوں مر جاتے۔

سب اپنے اپنے دلائل دے رہے تھے...... آخر طے یہ پایا...... کہ شیر توکل کرے...... بھروسہ اور اعتماد کرے...... اور سارے جانور قرعہ اندازی کیا کریں...... جس جانور کا نام نکلے...... وہ شیر کا لقمہ بنا کرے...... سب اس پر راضی ہو گئے...... اور کام شروع ہو گیا۔

ایک دن...... ایک خرگوش کی باری آ گئی...... لیکن خرگوش...... صبح ناشتے کے وقت سے بہت دیر سے پہنچا...... سب جانوروں کو شیر کے ناراض ہونے کا ڈر تھا...... خوف زدہ تھے...... سب اس کو دھکیل رہے تھے...... اور وہ کسی سوچ میں گم تھا...... ایک سوچ...... اس کی نگاہ میں آنکھ کی پتلی کی طرح پوشیدہ تھی...... سب نے اسے کہا...... اے گدھے کے کان والے...... اپنے آپ کو خرگوش کے مرتبے پر ہی رکھ......

اس نے کہا...... ایک کمزور کے ذہن میں...... ایک مضبوط رائے بھی آ سکتی ہے...... جو

Marfat.com

بات شہد کی مکھی کو حاصل ہے...... وہ گدھے اور ہاتھی کو تو حاصل نہیں...... فکر نہ کرو...... میں ایک ایسی تدبیر رکھتا ہوں...... جسے جب استعمال میں لاؤں گا...... آپ حیران ہو جائیں گے۔اس نے اپنی فکر کے موتی کو چھپا کر رکھا...... اس پھول کی کسی کو مہک تک نہ آئے دی۔

خرگوش ......ایک گھنٹہ دیر سے پہنچا...... شیر غصے سے زمین پر پنجہ مار کر غرا رہا تھا...... وہ سوچ رہا تھا...... میں پہلے کہتا تھا...... ان کمینوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔وہ غصے میں پاگل ہو رہا تھا...... غصہ انسان کو اکثر اندھا کر دیتا ہے...... بعض اوقات راستہ صاف نظر آ رہا ہوتا ہے...... لیکن اس کے نیچے جال بچھا ہوا ہوتا ہے...... وہ غصے میں لال پیلا ہو رہا تھا...... میں ان کم بختوں کی چمڑی ادھیڑ دوں گا۔

اتنے میں شیر نے دیکھا...... خرگوش آ رہا تھا...... اس نے غصے کی آگ میں بھڑکتے ہوئے کہا...... او کم بخت...... گدھے کے کان والے تیری یہ حیثیت...... کہ حکم میں تاخیر کرے...... ذرا قریب آ...... دیکھ میں تیرا کیا حال کرتا ہوں۔

خرگوش نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا...... حضور! جان کی امان چاہتا ہوں...... میری کیا حیثیت ہے...... ایک عذر رکھتا ہوں...... اجازت ہو تو...... عرض کروں...... آپ بادشاہ ہیں اور میں غلام ہوں۔

شیر نے کہا...... بول! کیا عذر ہے...... احمق کا عذر تو...... اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے...... تاہم جو حماقت تو نے کرنی ہے کر۔

خرگوش نے کہا...... میں نالائق سہی...... لیکن مجھ نالائق کا عذر سن لے...... وہ دریا جو نہر کو پانی سے بھر دیتا ہے...... اس کا ظرف بادشاہوں جیسا اتنا بڑا ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مجھ جیسے حقیر تنکوں کو بھی اپنے سر پر اٹھائے رکھتا ہے۔

خوگوش نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا...... ہم صحیح وقت پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے...... ایک میرا دوسرا بھائی خرگوش...... جو صحت کے اعتبار سے مجھ سے دوگنا بڑا اور موٹا تازہ ہے...... وہ بھی میرے ساتھ تھا۔کہ راستے میں ایک شیر نے ہمارا راستہ روک لیا

Marfat.com

ہم نے کہا ہم اپنے بادشاہ کے حضور پیش ہو رہے ہیں ...... ہمارا راستہ نہ روک ...... وہ شیر بولا ...... کونسا شیر ...... اس کی کیا حیثیت ہے ...... میں اس کو بھی چیر پھاڑ کھاؤں گا ...... لاؤ ...... اسے میرے پاس ...... میں دیکھوں تمہارے بادشاہ کو ...... اس نے کہا کہ اس شیر میں میرے ساتھی کو یرغمال بنا لیا ہے ...... ذرا مہربانی فرمائیں اس کم بخت ...... ذلیل اور کمینے کا خاتمہ فرمائیں ...... آپ کے ہوتے ہوئے ہم کسی اور کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنے سے نفرت کرتے ہیں۔

شیر غصے کی آگ میں اور اندھا ہو گیا ...... غصہ کی آگ ...... سوچ اور فکر کے سارے تنکے جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اس نے کہا ...... چل آگے آگے چل ...... میں اس کی خبر لیتا ہوں ...... اور اگر یہ بات غلط ہو ...... تو تجھے سزا دے سکوں۔

خرگوش آگے آگے چل پڑا ...... تاکہ اسے اپنے مکر کے جال تک لے جائے ...... اس نے ایک گہرے کنویں کو ...... شیر کی جان کا ...... جال بنا رکھا تھا ...... وہی اندھا کنواں ...... اس کے مکر کا جال ...... شیر کے گلے میں ...... موت کا پھندا تھا ...... عجب خرگوش تھا ...... شیر کو اچک کر لے گیا ایک موسیٰ ...... اتنے بڑے فرعون کو ...... اور اس کے سارے فرعونی لشکر کو ...... دریائے نیل تک لے گیا ...... وہ کمال مچھر تھا ...... کہ حقیر ہو کر بھی ...... نمرود بادشاہ کو ذلیل کرنے پر قادر ہو گیا۔

جب قضا آتی ہے ...... تو دوست اور دشمن ...... اپنے اور بیگانے ...... خوب اور ناخوب کی تمیز ختم ہو جاتی ہے ...... خرگوش ...... جو آگے آگے جا رہا تھا ...... کنویں کے قریب پہنچا ...... تو پیچھے کو ہٹا ...... اور کہنے لگا ...... ڈر کے مارے ...... میرا رنگ زرد پڑ رہا ہے ...... روح کانپ رہی ہے میرا خوف سے برا حال ہو رہا ہے ...... آپ میری پیشانی سے پڑھ سکتے ہیں ...... خرگوش نے کہا ...... وہ شیر اس کنویں میں ہے ...... اور میرا دوست اس کے پاس ہے ...... اگر آپ مجھے اپنی بغل میں لے لیں ...... تو میں آگے جا سکتا ہوں۔

شیر نے خرگوش کو بغل میں لیا ...... پھر غصے میں آ کر ...... کنویں کے اندر جھانکا ...... تو اپنا

Marfat.com

عکس اسے پانی کے اندر نظر آیا...... اس نے خرگوش کو چھوڑا اور کنویں کے اندر چھلانگ لگا دی...... یہ وہی کنواں تھا...... جو اس نے خود ظلم کر کے کھودا ہوا تھا۔

ظالموں کا ظلم...... اندھیرا کنواں ہی ہوتا ہے...... جو جتنا بڑا ظالم ہوگا...... اس کا کنواں بھی اتنا گہرا ہوگا...... اگر تو ظلم کر رہا ہے...... تو سمجھ لے...... ایک گہرے کنویں میں گرتا جا رہا ہے۔

Marfat.com

صراط مستقیم پر چلنے کا طریقہ

وہ شیطان، جو براہ راست اسرار و رموز معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان پر شہاب ثاقب کے بم اور میزائل گرائے جاتے ہیں۔ کہ بلا واسطہ رابطے کرنے والے کو کچھ ایسی ہی سزا ملنی چاہیۓ۔ ان کو یہ سبق دیا جاتا ہے۔ کہ اسرار و رموز کی باتیں۔ حاصل کرنے کے لئے انبیاء و رسل سے رابطہ قائم کیا جائے یا ان کے ہی ہو کر رہنے والے اتقیاء و اذکیاء اولیاء کرام سے رابطہ کیا جائے۔ گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازے بنائے جاتے ہیں۔ دیواروں اور چھتوں کو پھلانگ کر آنے والے چور اور ڈاکو کہلاتے ہیں۔ جن کی سزا، شہاب ثاقب سے کم نہیں ہونی چاہیۓ۔ جیسا کہ اہل شرک، دور جہالت میں، اہل مکہ، حج کے بعد گھروں میں داخل ہونے کے لئے دروازے استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مکانوں کے پیچھے سے عقب سے چھلانگیں لگا کر یا دیواریں پھلانگ کر گھروں میں داخل ہوتے تھے۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے۔ کیا حج کا صلہ اور حج کا اجر چور بننا ہوتا ہے۔ ہاں اپنی ناپختہ عقلوں سے گھڑے طریقوں پر عمل کرنے والے۔ یا براہ راست علم و دانش کا دعوے دار بننے والوں کا حج ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے گھر کے آداب پوچھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نبی کے دروازے پر آتے۔ تو حاجی بن کر کبھی چوروں اور ڈاکوؤں کا راستہ اختیار نہ کرتے۔ کہ دروازوں سے آنا سعد کا کام ہے۔

گھر کے باہر دروازے اسی لئے بنائے جاتے ہیں۔ کہ اگر تیرا دل گھر میں داخل ہونے کو چاہے۔ یا صاحب خانہ سے ملنے کو جی چاہے۔ گھر والے سے محبت کرنے اسرار و رموز سے واقف ہونے کو جی چاہے۔ تو دروازے کی کنڈی کھڑکا۔ پھر انتظار کر اپنائیت کے انداز اختیار کر۔ اگر دروازہ کھل جائے اور گھر والا گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دے۔ تو گھر میں داخل ہو جا۔ ورنہ انتظار کر۔

Marfat.com

یہ بات کھل کر کہہ دی گئی ہے۔ کہ اب تمہیں عرش پر آنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم اس کے پاس جاؤ۔ جس نے عرش بھی دیکھ لیا ہے اور عرش والا بھی دیکھ لیا ہے۔ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ (النجم) کا عمل بھی ہو چکا ہے۔ کو جو اسرار و رموز بتانا ضروری تھے۔ وہ خلوت کی رات سب بتا دیئے ہیں۔ اب تم آسمان کا طویل راستہ کیوں اختیار کرو۔ نہ تمہارے پاس براق۔ نہ رف رف نہ جبریل جیسے ہزاروں قدسیوں کا ساتھ۔ بتاؤ تم اوپر کیسے آسکتے ہو۔

تمہارے متعلق جو جو بات بتانا ضروری تھی۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ۔ ہم نے ایک بے مثل خاکی ﷺ کو سمجھا دیا ہے اب عرش کے راز عرشیوں سے نہیں۔ خاک نشینوں سے پوچھو۔ وہ خاک نشیں۔ تمہاری خاک کے تودوں میں بھی سبزہ اگا سکتا ہے۔

طوفان نوح میں غرقابی سے بچنے کے لئے۔ اپنی عقل سے راستہ بنانے والوں کے راستے محفوظ نہ رہ سکے۔ نہ انکے اپنے بنائے طریقے کام آسکے۔ جو بھی ان کے راستے پر چلا۔ غرق ہوا۔ اس کا نام ونشان مٹا۔ عبرت وافسوس کا دوسرا نام ہوا۔ کشتی نوح اسی لئے بنائی گئی تھی۔ کہ اب ہر سرکش کو اپنا سر اٹھا کر چلنے کی سزا ملنے والی ہے۔ جو کشتی میں بیٹھا نجی یعنی وہ نجات پا گیا۔ اپنی فکر سے نجات کا راستہ تلاش کرنے والے کی بات۔ آج بھی صفحات و سطور مقدسہ میں محفوظ ہے۔ اور اس کا جواب بھی قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ (ہود:43) کہنے لگا۔ میں کسی پہاڑ کی اوٹ میں پناہ لے لوں گا۔ جو یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ تو واقف راہ داناء از الٰہی حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ربی آج اللہ کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ ہاں وہی بچے گا۔ جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ یعنی اس کے چاہنے والوں کی صفوں میں آ بیٹھے۔ اور اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ والوں کی قطار میں شامل ہو جائے۔

تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں

Marfat.com

اگر تو نبی نہیں۔تو امتی بن، بادشاہ نہیں،تو رعایا بن، خودسری چھوڑ، من مانی کرنے سے آنکھوں میں خود پسندی کے پڑوال پڑ جاتے ہیں۔آنکھ کے ساتھ بینائی بھی زخمی ہوئی۔اور راستہ بھی کھودیا۔ہاں اس راہ میں راہبر کے بغیر چلنا۔اپنے آپ کو ہی کھودینا ہے۔

دشت طلب میں تنہا نکلو یا پھر اس کے ساتھ چلو
جس کی ٹھوکر راہ نکالے راہ میں ٹھوکر کھائے کم

مرید اور مرید میں بظاہر تو حرکتوں کا فرق ہے۔لیکن ان دونوں کے درمیان صدیوں کی دوریاں ہیں، مرید فرمانبردار حکم ماننے والا، اطاعت گزار، اور مرید، سرکش، باغی، خود سری اور من مانی کرنے والا۔مرید بن، مریض نہ بن، مرید کا چپ رہنا۔اور شیخ کامل کی ہدایات پر عمل کرنا ہی بہتر ہے۔اپنی طرف سے بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا۔اپنی بڑائی جتانا۔تباہی ہے، جب اپنی ہی کرنی ہے۔تو پیر کا کیا مطلب۔امتی خود نبی بن بیٹھے۔تو یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (الحدید:29) کے فیصلے کو چیلنج کرنا ہے۔اور عتاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔مغضوب اور ضالین کی صفوں میں سب سے آگے جا کر کھڑا ہونا ہے۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۝

(یوسف)

میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا۔میں نے دیکھا۔وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔یہ اشارہ تھا۔کہ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ کے فیصلے کے مطابق یوسف کو مرتبہ بلند ملنے والا ہے۔لیکن اسی چراغ کے نیچے اندھیرے میں رہنے والے۔کنعانی آنکھوں اور کانوں پر مہریں لگ گئیں۔نصیحت نہ قبول کرنے والوں کی کتاب کے سرورق بن گئے۔اور مامور من اللہ باپ سے بھی تقدم کرنے لگے۔اپنی فکر، اپنی سوچ، اپنی عقل اور تدبیروں میں ایسے الجھے۔کہ چالیس سال تک گھر میں، بھرے گھر میں، جدائیوں کے پہرے رہے۔اداسیاں بال کھولے اطمینان سے دلوں کے اطمینان چھینتی رہیں۔بے چینیوں، بے قراریوں اور ہجر و فراق کے کرب میں۔خود بھی تڑپے۔بزرگوں کو بھی تڑپایا۔یعنی جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔

Marfat.com

وہ کان کنعانی بھی ہوں۔تو ان پر مہریں لگا دی جاتی ہیں۔اہل اللہ کے قدموں کی خاک بن۔ان کے قدموں کی خاک کا سرمہ بصارت کو نہیں۔بصیرت کو عام کرتا ہے۔یہ بصیرت انسان کو اوندھے منہ گرنے سے بچالیتی ہے۔اونٹ کانٹے چباتا ہے۔تو اس کی نظر تیز ہوتی ہے۔اگر تو بھی اس راہ کی ناگواریاں برداشت کر لے۔تو تیرے اندر بھی معرفت کے گل بوٹے اگنے شروع ہو جائیں گے۔آگے نہ بڑھ کہ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (الحجرات:1) اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا۔راہ راہ کی ناواقفیت کی وجہ سے ایسی کھائی میں گرائے گا۔کہ کوئی نکال نہ سکے گا۔اور نہ بھائی بن کر برابر برابر چلنے کی کوشش کر۔بلکہ ان کے نقش قدم۔کی خاک کو بوسہ دے اور مقدر کی آنکھ کی روشنی تیز کر۔اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است۔

جو مبتدی یا مقتدی اپنے قول کو۔اپنے صاحب کے قول کے برابر جاننے لگے۔تو وہ بات کرتے وقت۔ادب کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ سکتا۔جب وہ اپنے اعمال کو۔اپنے شاہد کے اعمال کے برابر جاننے لگے۔تو ناصح سے محبت کا دعویٰ بے معنی ہو جاتا ہے۔ایسا بندہ۔اپنے اعمال کا نام۔جو چاہے رکھ لے۔عند اللہ وعند الرسول سے تقدم اور برابری کے زمرے میں آکر خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ (الحج:11) کی سزا ضرور پاتا ہے۔

اللھم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۠

آمین ثم آمین

Marfat.com

کٹہرا ءعدالت اور انصاف

روحانی مرشد اقبال، حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور کتاب مثنوی شریف میں۔ ایک کہانی لکھی ہے۔ کہانیاں بچوں کے لئے ہوتی ہیں۔ شاید ان سے بڑے بھی سبق حاصل کر لیں۔ لیکن بچے ہزار اچھے ہوں۔ ان میں بھی تو ایک خرابی ضرور ہوتی ہے۔ کہ وہ بڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بچپن کی سنی اور پڑھی کہانیاں۔ ذہن کے روشندان میں سے جھانکی جا سکتی ہیں۔

ایک شخص سخت بیمار ہوا۔ اسے حکیم صاحب کے پاس لے جایا گیا۔ حکیم صاحب نے مریض کی حالت زار دیکھی۔ اور امید صحت کو مشکوک جانتے ہوئے کہا۔ کہ اس مریض کو لے جاؤ۔ اب یہ چند روز کا مہمان ہے۔ اس پر کوئی قدغن نہ لگائی جائے۔ جو کھانا چاہتا ہے۔ کھلایا جائے۔ جو پینا چاہتا ہے۔ پلایا جائے اور جو کام یہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے کرنے دیا جائے۔

کتنے اچھے تھے۔ وہ حکیم لوگ جو مریض کی حالت دیکھ کر بھانپ جاتے تھے۔ پھر اپنے اہل خانہ میں چند سانس سکون سے لینے کی اجازت دے دیتے تھے۔ اے کاش وہ مسیحا لوگ آج بھی ہمارے ہسپتال میں ہوتے...... جو جان کنی کی حالت سے پہلے ہی مریض کی ناک میں سے نالیاں گزار کر انتہائی تکلیف دہ عمل میں گرفتار کر کے آخری سانس بھی سکون سے نہیں لینے دیتے۔ آخری لمحات پر بھی لاکھوں روپیہ لواحقین کا صرف کرانے پر دل میں کسک محسوس نہیں کرتے۔ مریض پر تو جاں کنی کا وقت آ ہی رہا ہوتا ہے۔ لواحقین کی جو جان نکل رہی ہوتی ہے۔ اس کا حساب کون لگائے۔

مریض کو حکیم صاحب نے چھٹی دے دی۔ اتفاق سے مریض نے ایک موٹے تازے صوفی کو گردن جھکائے مصروف وظائف پایا۔ خوبصورت چٹا گورا جسم، موٹی گردن جھکائے بیٹھا ہونا۔ مریض کو بھا گیا۔ اور نہ جانے کیا سوجھی۔ کہ اچانک ایک زور دار تھپڑ صوفی کی گردن پر دے مارا۔ صوفی صاحب۔ اس اچانک حملہ سے بوکھلا اٹھے۔ اس نے

Marfat.com

جواباً قصاص میں مریض کو تھپڑ لگانا چاہا۔ لیکن جب اس نے مریض کی حالت دیکھی۔ تو تھپڑ لگانے سے ہاتھ روک لیا۔ کہ کہیں خون اسی کے سر نہ چڑھ جائے۔

حالات کو دیکھ کر صبر وضبط سے کام لینا ہی دانشمندی ہے صوفی صاحب نے خود انتقام لینے کی بجائے۔ عدالت سے رجوع کیا۔ عدالت نے فریقین کو، حاضری کا نوٹس بھی بھیجا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ فریقین کے بیانات لئے۔ دعویٰ سچا تھا۔ مدعی علیہ نے اعتراف جرم کیا۔

جج نے۔ نہیں قاضی نے، جج اس لئے نہیں کہہ سکتا۔ کہ توہین عدالت پر۔ زبان گدی سے کھنچوانا نہیں چاہتا۔ ساری زندگی عدالتوں کے کٹہروں کے کانٹوں پر گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میری عقل ابھی تھوڑا سا کام کرتی ہے۔

قاضی نے، مدعی سے پوچھا۔ قصاص چاہتے ہو۔ مدعی نے کہا۔ حضور قصاص اس جاں بلب مریض سے کیا لیا جا سکتا ہے۔ تو قاضی صاحب نے۔ مدعی علیہ سے پوچھا تمہارے پاس کوئی رقم ہے۔ اس نے کہا۔ جناب ہاں! میرے پاس چھ درہم ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا۔ تین درہم اپنے پاس رکھ لو۔ اور تین قصاص میں صوفی صاحب کو دے دو۔

لوگ قاضی صاحب کے اس فیصلے پر حیران رہ گئے۔ مریض مدعی علیہ بھی آخر انسان تھا۔ سمجھ گیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ کہ فیصلہ جلد ہو گیا۔ ورنہ کس کس عدالت کے دھکے کھانے پڑتے۔ اور آخر کہیں عین عدالت میں قاضی القضیٰ کے سامنے خود سوزی نہ کرنا پڑتی۔ اور جان پھر نہ نکلتی۔ آخر اس۔ نے جیب سے رقم نکالی۔ اور قاضی صاحب کے قریب ہوا۔ جیسے کچھ کان میں کہنا چاہتا ہو۔ قاضی صاحب نے اس کی بات سننے کیلئے سر اور گردن کو جھکایا۔ مدعی علیہ نے ایک زوردار تھپڑ قاضی صاحب کو لگایا۔ قاضی صاحب "بھنائے" لیکن مدعی علیہ نے کہا حضور۔ گستاخی معاف۔ یہ تین درہم صوفی کو دے دیں اور تین درہم خود آپ رکھ لیں۔

یہ تھپڑ۔ آپ کے اس چھوٹے سے فیصلے کی اس دنیا میں سزا ہے ہر فیصلہ ہی غلط کرتا رہا۔ آخر اس شہر بے حساں میں اتنی تعلیم کے حصول کا مشورہ کس نے دیا تھا۔ جہاں آج تک

Marfat.com

نصاب تعلیم ہی ترتیب نہیں دیا جاسکا۔

ایڈووکیٹ صاحب نے۔ اپنے شہر میں، گوجرانوالہ میں، لاہور میں، کچہریوں میں، تھانوں میں، پنچائیتوں میں، ہائی کورٹس میں، سپریم کورٹس میں، عدالتوں میں، اسمبلیوں میں، سینٹ میں لاکھوں انسان لٹتے، دھکے کھاتے، مارے مارے پھرتے، گھر زمین بیچ بیچ کر دیوالیہ ہوتے نہیں دیکھتے تھے۔ دیوانی عدالتوں میں دادا کے کیس میں پوتوں کو جرموں کی سزائیں ملتے نہ دیکھی تھیں۔ کہ خود بھی عدالتوں میں کالا کوٹ پہن کر آ دھمکے، نادان کہیں کے لو دیکھ لیا محبت کا نتیجہ۔

جس ملک میں انصاف کی پکار ''صدا بصحرا'' ثابت ہوتی ہو۔ ایسی حکومتوں میں ایسی عدالتوں میں ایسے منصفوں کے کٹہروں میں، انصاف کی بھیک مانگنے والے پڑھے لکھے لوگوں کو یہی سزا ملنی چاہئے۔ کہ جل جائیں یا پھر مر مر کر جیتے رہیں اور جی جی کے مرتے رہیں۔

ان کی عدالت، ان کا دعویٰ، اور انہی کی تعزیرات

ان کا دوست سارا زمانہ، اپنا دوست خدا کی ذات

مبارکباد دیتا ہوں۔ اس پولیس کو، جس نے ایسے ناہنجار اور نادان سردار بلال کو، جس نے اس زمانہ میں انصاف کی بھیک مانگی، ایک مقدمہ خودکشی میں گرفتار کرلیا۔ کم بخت خدا کا نام لیتا ہے۔ اس زمانے میں۔

قاضی القضیٰ کی مسند پر بیٹھنے والے۔ اگر انسان ہی ہوتے ہیں۔ تو ان کے سامنے۔ ایک بلکتا ہوا انسان، ایک تڑپتا ہوا انسان سسکتا ہوا انسان، کیسے جل گیا۔ فریاد کرنے والا۔ فریاد کرتے کرتے موت کی دہلیز پر پہنچنے کے لئے آخری حدوں کو کیوں کراس کر گیا۔

سردار بلال احمد نے یہ راستہ بھی غلط اختیار کیا۔ اسے چاہئے تھا وہ عدالت میں نہ جاتا وہ کرسی عدالت پر بیٹھنے والے شاہ کی رانی کے گھر جاتا اور فریاد کرتا۔

رانی! سولہ سال گزر گئے یہ زنجیر ہلاتے

شاہ سے پوچھ اجازت ہو تو فریادی گھر جائے

Marfat.com

نئے سال کی آمد اور جشن

اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کی اطلاعات کے ذریعے معلوم ہوا۔ کہ پاکستان میں، ہوٹلوں، پارکوں، ہالوں، کوٹھیوں اور ٹی وی ہالز میں بڑے وسیع پیمانے پر جشن نوروز منانے کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ اور جب یہ تحریر پڑھ رہے ہوں گے۔ اس وقت جشنوں کی باقیات السمیات منائی جا رہی ہوں گی۔ کیونکہ یکم جنوری 2005ء بیت چکی ہو گی۔ وہ ہلہ گلہ جو یکم دو تاریخ کو ہوتا ہے۔ وہ گزر چکا ہو گا۔

ہم پرانے لوگ، اگلے وقتوں کے لوگ۔ جشنوں، خوشیوں اور مسرتوں کا جو تصور رکھتے تھے۔ وہ تھا۔ عید آزاداں، شکوہ ملک ودیں، اور ان کے منانے کے انداز بھی پرانے، دقیانوسی ہوتے تھے۔ سجدہ شکر، شکر وسپاس بارگاہ ربوبیت میں، سراپا عجز و نیاز، تسبیح وتہلیل، چاند دیکھ لیا، تو نئے چاند کی خوشی میں، چاند طلوع کرنے والے کے حضور ہاتھ پھیلا دیئے۔ مالک! تیرا شکر! نیا چاند دکھا دیا۔ یہ چاند ہمارے لئے خیر وخوبی کا باعث ہو۔ یہ بھلائیوں کا چاند ہو۔ پھر ایک دوسرے کو ہر ماہ نئے چاند کے طلوع پر مبارکباد دیتے اور بس، رمضان المبارک کا چاند ہوتا۔ تو خوشیاں دوبالا ہو جاتیں۔ اور مبارکبادیاں بھی بڑھ جاتی۔ اور اگر یہ چاند عید کا ہوتا۔ تو پھر تو۔ مسلمانوں کے تمتماتے چہرے۔ روزہ داروں کے چہرے۔ معتکفین کے چہرے، دیکھنے والے ہوتے۔ رنگ ونور، تقویٰ و پرہیزگاری اور تقدس و پاکیزگی، چہروں سے، عادات سے، حرکات، گفتگو سے، یوں ٹپک رہی ہوتی۔ جیسے جلیبی سے شیرہ۔

نیا سال، ہمارا تو محرم الحرام سے شروع ہوتا تھا۔ جس کے پہلے روز سے دسویں روز تک خوشی و مسرت کا کوئی ایک لمحہ بھی ہمارے سامنے نہ ہوتا۔ یکم محرم الحرام کو حضرت امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دسویں محرم الحرام تک خاندان نبوت کی شہادت تک کا ایک ایک لمحہ غم وآلام کے چرکے لگا جاتا۔ خوشیاں کیسے مناتے۔

Marfat.com

اپنے آنسو سچے موتی ، موتی سچے موتی
ہم ہیں شاہ عرب کے چاکر ہم سچے بنجارے

آپ کہیں گے۔ نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں۔ بابا! جاؤ۔ اس پرانے دور میں۔ آپ نے ہی ہمیں۔ چودہ اگست کا یوم آزادی دیا ہے۔ حالانکہ سنا ہے یوم آزادی 27 رمضان المبارک کو تھا۔ جمعۃ الوداع تھا۔ ہم ان دنوں روزے سے ہوتے تھے۔ اگر آپ ہمیں یہی دن یوم آزادی کے طور پر دیتے۔ تو ہم بھی اس کو۔ اسی تقدس اور پاکیزگی سے مناتے۔ آپ نے 23 مارچ دیا ہے۔ 14 اگست دیا ہے۔ تو اب آزادی بھی اسی طرح منائیں گے۔ جس طرح وہ قوم مناتی ہے۔ جن کی یہ تقویم ہے۔

اک مدت سے پڑا نہیں ہے ہمیں درد کا دورہ
یوں لگتا ہے باغوں میں اب آتی نہیں بہاریں

اسی قوم کے ''احسانات'' نے ہماری پرانی اقدار سے ہمیں غافل کر دیا ہے۔ غافل نہیں۔ بے نیاز کر دیا ہے۔ سنا ہے۔ مسجد کے قریب سے۔ اللہ کے گھر کے قریب سے۔ کبھی کوئی گانا باجا۔ بلند آواز سے بجا کر نہیں گزرتا تھا۔ اب ہم اس پابندی سے آزاد ہیں۔ جیسے چاہیں گزریں۔ سنا ہے استادوں ، ماں باپ اور بزرگوں کے احترام میں ہم کھیل بھول جاتے ہیں۔ ادھر ادھر کھسک جاتے تھے۔ یا چھپ جاتے تھے۔ لیکن اس قسم کی پابندیوں سے بھی اب ہماری جان چھوٹ گئی ہے۔ وقت کے تیز دھارے نے۔ ہمیں اتنا ماڈرن بنا دیا ہے۔ کہ یہ پرانے انداز بھولی بسری باتوں کی طرح ہو گئے ہیں۔

ہو سکتا ہے۔ کبھی ہوتا ہو۔ کہ انگلی کے ناخن کے بیمار ہونے سے سارے جسم کی جیسے نیند اڑ جاتی ہے۔ اس طرح کسی مسلمان کے تکلیف میں مبتلا ہونے سے سارے محلے کی نیند اڑ جاتی ہو۔ اب تو ہم نے ایسا ہوتا کبھی نہیں دیکھا۔ اگر کوئی مہذب شیشہ آپکے پاس ہے۔ تو بابا جی۔ اس سے دیکھ کر ہمیں بھی دکھا دیجئے۔ ہم آج کے اس دور میں بھی۔ آپ کے ہاتھ بھی چومیں گے۔ اور وہ مہذب شیشہ بھی۔ جس نے کوئی ایسی گلی کوئی ایسا محلہ۔ کوئی بستی

Marfat.com

تلاش کر لی۔ ہمیں تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ میرا درد میرا ہی درد ہے۔ میرا دکھ میرا ہی دکھ ہے۔ میری خوشی میری ہی خوشی ہے۔ تو پھر میں چیخیں ماروں۔ لوٹوں یا تڑپوں، قہقہے لگاؤں، دھمال ڈالوں، ناچوں یا گاؤں، جو مرضی کروں۔ کسی کو کیا حق حاصل ہے۔ کہ اعتراض کی مقراض اور قینچی سے میرے دامن کو کاٹنے لگے۔

بابو، منشی، صوفی، تاجر، چوکیدار، گوالے
اپنے اپنے پیٹ کا دھندا پھریں گلے میں ڈالے

عراق لہولہو ہے، ب۔ٹیاں اڑ رہی ہیں۔ لاشے بکھرے ہوئے ہیں۔ فلسطینی خودکش حملوں میں کٹ رہے ہیں۔ یا کاٹ رہے ہیں۔ کشمیر جنت نظیر میں کشمیری نصف صدی سے جس انداز سے اپنے مشن پر لگے ہوئے ہیں۔ محاذ جنگ میں یتیم بچوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ بہنوں کو بے آسرا۔ ماؤں کو بے سہارا اور بیویوں کو بیوہ اور بوڑھے باپوں کی کمریں توڑ رہے ہیں تو ہمیں بتائیں۔ اخبارات و رسائل اور ٹیلی ویژن پر کربناک تصویریں دیکھ دیکھ کر بھی کس کے گھر میں رات کو چولہا اس لئے بجھا دیا گیا ہے۔ کہ آج کا آٹا، آج کے چاول، آج کی بریانی، پراٹھے والا خرچہ، کسی زخمی اور مجروح اور دکھی مجاہد کے لئے۔ یا شہید کے بچوں کے لئے۔ اس کی بیوی کے لئے۔ اس کے بچوں کے لئے بھیجنا ہے۔ کوئی گھر ہے تو دکھا دو۔ اگر نہیں۔ تو اس بے حسی پر ہمیں کیوں کوسا جا رہا ہے۔ ہم جس طرح چاہیں ہمیں جشن منانے دیں۔

ہندو اپنی سازش سازشی چالوں کا رخ اگر صرف ہماری طرف کر رہا ہے۔ تو ہمیں تکلیف اس لئے نہیں ہوتی۔ کہ ہمارے بڑے تو برے برے کچھ کے کھا کے بھی۔ انہی پر مر مٹے جا رہے ہیں۔ ان کے دامن تزویر میں۔ خوشی و مسرت کے ساتھ۔ بے دام قید ہوتے جا رہے ہیں۔ تو تکلیف کا احساس ہمیں کیوں ہو۔ اے بے حسوں کی دنیا میں رہنے والو۔ آؤ ہمارے ساتھ یکم جنوری آنے والی ہے۔ اٹھو۔ کسی ہوٹل میں ناؤ نوش کی محفل جما کر بے حسی کا جشن منائیں۔

Marfat.com

چپہ چپہ چھانا ہم نے سارا شہر کھنگالا
ستر لاکھ کی آبادی میں ایک نہیں اللہ والا

اگر یہ حقیقت ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ ہے یعنی ساری ملت کفر یہ ایک ملت ہے۔ تو اس پر یقین کامل کے ساتھ اعتبار کیوں نہیں کر لیتے۔ اس ملت کفر کو اپنا دشمن کیوں تصور نہیں کر لیتے۔ دشمن کی دشمنی کے سارے حربوں کے پیچھے ان کی بچھائی ہوئی سازشوں کو پڑھ کر ان سے نفرت کیوں نہیں کر لیتے۔ ان کی ان سازشوں کا توڑ کیوں نہیں کرتے۔ یہ ہمارا نہ کرنا۔ بلکہ مزید انہی بین الاقوامی اٹھنے والی بڑی طاقتوں کے چرنوں میں بیٹھنے کی ریت میں اضافہ کرتے جانا ہے۔ تو ہمارے ساتھ مل کر نئے سال کی خوشی میں جشن منانے میں کیا قباحت ہے۔ ہاں بابا جی ہاں! ذرا غور سے سوچیں، توجہ دیں۔

جرم وفا مجھ پردیسی پر ہو تو گیا ہے ثابت
اب کاہے کی دیر ہے لوگو پتھر لے کر آؤ

Marfat.com

اسلام اور پاکستان

وطن عزیز پاکستان، اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی باگ ڈور کچھ ایسے ہاتھوں میں ہے۔ جنہیں شاید دوقومی نظریہ کی وضاحت و گہرائی و گیرائی سے آشنائی نہیں۔ وہی ہندو بنیا۔ جس کی شاطرانہ چالوں۔ محبتوں اور الفتوں کے ظاہری شیرے میں بھرے ہوئے زہر کو دیکھ کر قائداعظم محمد علی جناح بانی پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے کانگریس سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں شمولیت فرمائی تھی۔ اسی کی شاطرانہ چالوں اور ان کی ثقافت ہی نے ہمیں ان سے الگ ہونے پر مجبور کیا تھا۔ ان کا کلچر ہم سے مختلف ہے۔ ان کے عقائد ہم سے مختلف ہیں۔ وہ بت پرست ہیں۔ ہم بت شکن ہیں۔ وہ سانپ، گائے اور دیگر اشیاء کی پوجا کرتے ہیں۔ ہم انہیں خادم سمجھتے ہیں۔ سانپ کو مارنا ہمارے ہاں عبادت ہے۔ گائے ان کے ہاں قابل احترام، ہم گائے کو ذبح کرتے ہیں۔ اور اس کی بوٹی بوٹی کھا جاتے ہیں۔ وہ اس کا پیشاب تک احترام سے پیتے ہیں۔ ان کے کھانے پینے کے اوقات میں کوئی غیر ہندو، خواہ وہ ہم جیسا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے ہاں آجائے۔ تو ان کا کھانا ناپاک ہو جاتا ہے۔ ہم ایک اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ ہزار چوکھٹ پر سجدہ کر کے بھی سیر نہیں ہوتے۔

اتنے واضح فرق کے باوجود ہمارے سربراہ حضرات ان سے محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ وہ قدم قدم پر واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔ وہ آزاد کشمیر پر بری نظر رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے لاکھوں مسلمان بھائی شہید کر چکے ہیں۔ وہ بارڈر لائن تعمیر کر چکے ہیں وہ ہر قدم ہماری مخالفت میں ثابت قدمی سے، چاپلوسی سے، شاطرانہ چالوں سے رکھ رہے ہیں اور ہم ان سے مذاکرات کے نام پر ان کے قدموں میں بچھتے چلے جا رہے ہیں۔

ان کا باوا امریکہ جس نے 1970ء میں ہمارا ایک بازو کاٹ کر الگ کر دیا۔ اور جب

Marfat.com

کا چلا ہوا امریکی بحری بیڑا ابھی تک نہیں پہنچا۔ جس نے ہمارے بھائی عراقیوں کو تباہ کر دیا۔ افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اب ایران وشام پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ جس نے اسرائیل کی زہریلی لوہے کی کیل ہمارے فلسطین کے سینے میں ٹھونک رکھی ہے۔ جس نے ہمارے صدر صاحب کو گھر بلا کر وائٹ ہاؤس میں بٹھا کر ایف سولہ پر قبضہ دھونس سے جمائے رکھنے کا اعلان کیا ہوا ہے۔ ہماری رقم پر بھی قبضہ اور مال پر قبضہ کئے رکھا ہے۔ جو ہمارے گھر کے ہر معاملہ میں زبردستی مداخلت کرنا اپنا حق تصور کرتا ہے۔ جس نے انڈیا کو ہر سہولت و ہر امکانی معاونت کا یقین دلایا ہے اور ہمیں ہمیشہ وعدوں پر ٹرخایا ہے۔ اس ہندوستان کے ''باواجی'' کے ایماء پر ہم نے اپنے وطن عزیز کے نام کی سرخی بدل ڈالی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے۔ اسلامی جمہوریہ حذف کر دیا۔ ہمارے مصنف ہماری بزرگ شخصیات ہمارے کریم ورحیم مولا کی شان میں گستاخوں کا منہ بند کرنے کے لئے بنائے ہوئے متفقہ قانون ناموس رسالت کے قانون 295/c میں ترمیم کر ڈالی۔ پاسپورٹ سے اپنی شناخت دین و مذہب کا خانہ نکال باہر کیا۔ نظام تعلیم پر فحاشی کے پانی کے تیندوے کی تاریں پورے معاشرے کی جڑوں میں بکھیرنے کے لئے آغا خاں فاؤنڈیشن کو مسلط کر دیا گیا۔ غیر مسلم اقلیت مرزائیت کو خوش کرنے کے لئے کئی ڈرامائی اندازوں سے ان کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ اور ان تمام پستی کی کہانیوں کو اپنی ترقی اور اپنے عروج کی داستاں بنا کر سنایا جا رہا ہے۔

راہرو ہیں کہ چل پھر کر آ جاتے ہیں رستے پر
راہبر ہے کہ رستے میں ہر بار بھٹکتا ہے

اگر اسلامی جمہوریہ سے اسلامی کا لفظ مٹانا تھا۔ تو پاکستان کے لفظ سے پاک بھی مٹا دیں، پتہ تو چلے۔ پاکیزگی کس کو راس نہیں۔ پاسپورٹ پر سے مذہب کا خانہ نکالنا تھا۔ تو بد مذہبی کا لیبل لگنے سے گھبراہٹ کیوں ہے۔ غیر مسلم اقلیت مرزائیت کو نوازنے کے بہانے تراشنے ہیں۔ تو کہہ کیوں نہیں دیتے۔ ہمارے اہل ایمان بزرگوں سے خطا ہو گئی تھی۔ جوان

Marfat.com

کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ نظام تعلیم کو آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد کرنا بھی یقیناً سیکس کی تعلیم کو آٹھویں ونویں اور دسویں جماعت کے نصاب کا حصہ بنانا ہے۔ جب بھی تو ننھے معصوم بچوں سے انٹرویوز میں جنسی بے راہروی کے سوالات پوچھے گئے۔ اور پوچھے جا رہے ہیں۔

ٹوٹے دلوں کی کتنی صدائیں ڈوب گئیں آواز جرس میں
رات یہاں پر دن کہلائے جیسی دنیا ویسی رسمیں

ان دکھتے مسائل میں۔ ان رستے زخموں میں، ہر مسئلہ، ہر دکھ اور ہر زخم اپنی اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ان میں مرزائیت کا ناپاک پودا۔ چچا سام کا لگایا ہوا پودا اپنی ظاہری ہریالی، اپنے ظاہری خول سے۔ عوام سادہ لوحوں کو اپنے سائے فراہم کرتا ہے۔ بعض گوشت خور پودوں کی طرح ہر قریب آنے والوں کو ہضم کر جاتے ہیں۔ عوام پوچھتے ہیں۔ ہم مرزائیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں اور مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کیوں کہتے ہیں۔ اس کا سادہ سا جواب دینے کے لئے اپنے ایک برخوردار عزیز محمد طاہر رزاق کا مضمون ''قادیانی خود کو مسلمان کیوں کہتے ہیں'' اگر پڑھ لیا جائے تو اس مار آستین سے آشنائی ہو جائے۔ اور ہر پختہ عقیدہ والے مسلمان کی طرح ان میں بھی ان سے صحیح نفرت کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ آپ بھی مضمون پڑھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

Marfat.com

قوم کے درد کا مستقل علاج

بے سبب ہر بات پر آزردگی
کیا بری عادت تمہاری ہو گئی

مرض کو، درد کو، تکلیف اور دکھ کو، جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہی تو دراصل مرض کا علاج ہے، انگلی زخمی ہو جائے۔ تو اس کی مرہم پٹی تو کوئی علاج نہ ہوا۔ اصل علاج۔ اس کا یہی ہے۔ کہ انگلی ہی جڑھ سے کاٹ دی جائے۔ کم بخت، نہ انگلی ہوتی، نہ زخمی ہوتی۔

کیا مستقل علاج کیا میرے درد کا
وہ مسکرا دیتے مجھے پریشان دیکھ کر

دل کوئی، خوش منظر چیز دیکھتا ہے۔ تو خوش ہوتا ہے۔ اچھی بات ہے۔ لیکن اگر اسے کوئی منظر اچھا نہیں لگتا تو جائے جہنم میں۔ اب دنیا سے نئی روشنی، نئے تقاضے، نئے انداز، جدید روشنی، جدید فیشن کے آنے والی بہار کو نہ دیکھیں اور اس کم ظرف دل کی خاطر لوگ اپنا مزا کرکرا کیوں کریں۔

اگر لوگوں کی آنکھوں کو، اپنی بیٹیاں، اپنی قوم کی بیٹیاں، نیکر پہن کر، دوڑھتی بھاگتی ہندوؤں سکھوں کے ساتھ، بوس و کنار کرتے، جپھیاں ڈالتے، رقص و سرور میں مسرور ہوتے دیکھنا۔ اچھا نہیں لگتا۔ تو انہیں کس نے کہا ہے کہ آنکھیں کھول کر رکھیں۔ میرے خیال میں ٹی وی کا بٹن آف کرنے سے۔ بات نہیں بنے گی۔ ایسی آنکھوں کو پھوڑ دینا چاہئے۔ نہ رہے درد، نہ درد کا سامان، نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری، وطن کا سربراہ، وطن کا باپ ہوتا ہے۔ اگر باپ کی نگاہ میں، اس کی قوم کی بیٹی کا اس انداز سے، بے پردہ ہونا، اس طرح غیر محرموں اور خصوصاً غیر مسلموں، اور اپنے ازلی دشمنوں ہندوؤں اور سکھوں کے سامنے، بے پردہ ہونا، ان کے ساتھ میل ملاپ کرنا، بوس و کنار کرنا، جپھیاں ڈالنا، نہیں چھبتا تو عوام

Marfat.com

کالانعام جائیں بھاڑ میں، غیرت غیرت کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا ہوتی ہے غیرت؟

یوں قتل پہ بچوں کے بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یوم بدر منانا، یوم احد منانا، یوم شہادت شہداء منانا، اب چودہ سو سال کی پرانی کہانیاں ہیں۔ قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ (القلم) ہیں۔ نئے زمانے کے نئے تقاضے ہوتے ہیں اب اپنی تاریخ فرسودہ، اور فرسودہ تاریخ کے تابندہ ستارے، انکی چمک اور ان دلوں کی دنیا میں روشنی پھیلانے والے چراغوں کو بجھا دو۔ کہیں کسی کے دل کے نہاں خانہ میں کوئی جہاد کی کرن نہ پھوٹ پڑے۔ اب پوری قوم اپنے باپ، خواہ وہ سوتیلا ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے ساتھ غیر مسلموں کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے۔ میراتھن جیسی کھیلوں میں دوڑو بھاگو، نیکریں پہنو، دوپٹے اتارو، مردوں اور عورتوں کے درمیان حجاب ختم کرو۔ جشن مناؤ، عیش کرو، بابر بہ عیش کوش، کہ عالم دوبارہ نیست، یعنی اس دنیا میں دوبارہ کہاں آنا نصیب ہوگا۔

حسن کب ان کو نظر آتا ہے
آنکھ جن کی ہو قباحت کی طرف

کشمیر و فلسطین، عراق و افغانستان میں تڑپتے، بلکتے، چیختے، چلاتے، کٹتے مرتے، لوگوں کے ساتھ یوم یکجہتی مناتے ہیں۔ لیکن قوم کے غیور شاہ نے، ان شہیدوں کو خوش کرنے۔ ان کو مبارکباد دینے۔ ان کی شہادت پر انکو داد عیش دینے۔ ان کی بیوہ ہونے والی بیویوں کی چیخوں ان کے یتیموں کو اور ان کی ماؤں بہنوں کو ان کی چیخ و پکار کو داد عیش دینے کا، دور جدید کا کتنا خوبصورت انداز نکالا ہے۔ کہ رقص و سرود، شراب و کباب، ڈھول ڈھمکا، کی دھوم میں موسم بہار کے دن پتنگیں اڑائی جائیں۔ قوم کے اباجی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر دھمالیں ڈالی جائیں۔ وہ کم ظرف لوگ، جن کو اس نظریاتی مملکت میں۔ یہ انداز یکجہتی، یہ انداز بہار نہیں بھاتا، انکو چاہیے۔ ٹی وی بند کر دیں۔ آنکھیں بند کر لیں۔ کان بند کر لیں۔ زبان بند کر لیں۔ نہیں تو گدی سے کھینچ لی جائے گی۔ ریاض الرحمٰن ساغر صاحب نے کیا

Marfat.com

خوب لکھا ہے۔

ڈور دھاتی پر ہے پابندی مگر
دبدبہ قانون کا ہے بے اثر
شہر کے حاکم مناتے ہیں بسنت
اور عیاشی کا کرتے ہیں وہ انت
کون نوٹس لے گا دھاتی ڈور کا
چور کیا پیچھا کرے گا چور کا

بھنڈارا سنٹر، جل کر تباہ ہوا۔ سینکڑوں گھروں میں صف ماتم بچھی، کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ تو کیا۔ اتنے بڑے شہر میں، جہاں ستر لاکھ سے زیادہ آبادی ہو۔ وہاں اس قسم کے چھوٹے موٹے لایعنی سے واقعات کا ہو جانا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ یہ سیاستدان قسم کے لوگ، قوم کے درد کے بہانے اپنی دکانیں چمکانے کی ناپاک کوشش کرنے والے۔ اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ شہر یار لاہور نے دبی زبان میں۔ جنہوں نے کچھ عرصہ، پتنگ بازی پر پابندی لگائے رکھی تھی۔ ایک کھوکھلی سی دھمکی دی۔ کہ اگر دھاتی تار سے پرہیز نہ کیا گیا تو پھر پابندی لگا دی جائے گی۔ لیکن دوسرے ہی دن یہ دل آویز خوشخبری پورے میڈیا کو دے دی گئی۔ جناب یہ تو ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب تو مرکز میں، شاہ کے گھر میں بھی یہ جشن منایا جائے گا۔ اگلے سال اسلام آباد میں جدید اسلام، جدید طریقہ، جدید فیشن جدید روشنی، کے ساتھ ساتھ پوری قوم کے ہر مرد وزن کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر قوم کا باپ نہ صرف پتنگ اڑائے گا۔ بلکہ جشن بہاراں بھی منائے گا۔ اس سے اگر کسی کم ظرف کی پگڑی اچھلتی ہے۔ تو اس کو چاہئے۔ کہ پگڑی سر پہ نہ باندھا کرے۔ یا اپنا سر ہی شاہ کے حضور پیش کر دے۔ اگر کسی کی آنکھ یہ نظارہ دیکھ کر دکھتی ہے۔ تو اپنی آنکھ کا علاج کرائے۔ یا پھر اپنی آنکھیں اندھی کر لے۔ اگر کسی کا دل دکھتا ہے تو دل کا مرکز تبدیل کرے۔

اتارا سر جو ظالم نے   تو "اترا" بوجھ گردن سے

Marfat.com

اس دور کے مولویوں کی زبانیں بھی بہت لمبی ہوگئی ہیں۔ کم بخت خدا کا نام لیتے ہیں اس زمانے میں، اب ہر تھانے میں۔ ہر اکبر کے خلاف، ہر مولوی کے خلاف، رپورٹ درج ہونی چاہیئے۔ ان کے ہاں استعمال ہونے والے آلہ صوت پر نہیں۔ ان کی زبانوں پر تالے لگانے چاہئیں۔ ہر روز ایک نیا مسئلہ کھڑا کیا ہوتا ہے۔ عریانی کا، فحاشی کا، بے حیائی کا، میڈیا کا، مہنگائی کا، بے روزگاری کا، اس کا اس کا، یہاں کا، وہاں کا، جدت پسندی انہیں راس نہیں۔ جو زمانے کی ہوا کے رخ نہیں چلتے، زمانہ انہیں ٹھکرا کے نکل جاتا ہے۔ اس لئے انہیں خود اپنے آپ کو سنبھال لینا چاہیئے۔ ورنہ جدت پسندی کی اندھی آنکھیں ان کو بھی اندھا کر دیں گے۔

بکھرے ہوئے انداز ہیں بگڑے ہوئے تیور
رکھ دے کوئی آئینہ ذرا سامنے ان کے

کہتے ہیں۔ کسی گاؤں میں سرکس جا پہنچی۔ اس گاؤں میں کوئی چار اندھے بھی رہتے تھے۔ سنا ہے۔ اس گاؤں میں صرف چار ہی اندھے تھے۔ لوگوں کے کہنے پر۔ ان چار اندھوں نے بھی سرکس دیکھی۔ اندھوں نے ہاتھی بھی دیکھا۔ لیکن بالکل انوکھے نرالے انداز سے دیکھا۔ دنیا بھر کے دانا و بینا حضرات ہاتھیوں کو جس انداز سے دیکھتے آئے تھے۔ ان سب سے جدید انداز میں دیکھا۔ جدید زمانہ، جدید ماحول، نیا زمانہ، نئے خدوخال، ایک نے ہاتھی، ستون کی طرح دیکھا، ایک نے دیوار کی مانند دیکھا۔ ایک نے ٹیڑھی شاخ کی طرح دیکھا۔ اور ایک صاحب نے چھاج کی طرح دیکھا۔ اور اس دیکھنے میں وہ اتنے پر اعتماد تھے۔ کہ دنیا بھر کے دانا و بیناؤں کا صدیوں سے ہاتھی کو دیکھنے کے دقیانوسی انداز کی ان کے سامنے کوئی اہمیت نہ تھی۔ سارے گاؤں والے حیران تھے۔ کہ اب انہیں کیا کہا جائے۔ البتہ وہاں متفقہ طور پر دانا و بینا حضرات نے جو قرارداد پیش کی۔ وہ یہ تھی کہ جدت پسندی کے لئے اندھا ہونا ضروری ہے۔

لہو برسا، بہے آنسو، لٹے راہرو، کٹے رشتے
ابھی تک نامکمل ہے مگر تعمیر آزادی

Marfat.com

تکبر۔ عزازیل راخوار کرد

تکبر اور غرور کی خوفناک وادی میں سب سے پہلا قدم شیطان نے رکھا۔ قَالَ يَآاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص:75) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابلیس! جس کو میں نے خود اپنے ہاتھوں تخلیق کیا اس کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا۔ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (ص) کیا تو نے اب تکبر کیا ہے یا پہلے متکبرین میں سے ہے۔ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ (ص:76) کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ تکبر اور غرور نے اس کی عقل پر ایسا پردہ ڈالا کہ عذر گناہ پر دلیل پیش کرتا ہے اور دلیل بھی اس کے سامنے جو خود خالق کائنات ہے کہنے لگا۔ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (ص) کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا (ص:77) فرمایا نکل جا یہاں سے۔ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (ص) تو تو ہے ہی راندہ درگاہ۔ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (ص) اور تجھ پر قیامت تک کے لئے میری طرف سے لعنتیں ہی لعنتیں ہیں۔

ابلیس نے غرور کیا لعنتوں اور پھٹکاروں کے طوق اس کے گلے میں ڈال دیئے گئے۔ ہمارے دین میں اجازت نہیں کہ ہم کسی ایک شخص کو مخاطب کر کے کہیں کہ تجھ پر لعنت لیکن اس کا جرم ہی اتنا بڑا تھا۔ ایک تو حکم خداوندی کی نافرمانی کی اور پوری انسانیت کے باپ کو، جو وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ جو انبیاء و رسل کے باپ ہیں، جو خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں ان کے سامنے اپنی عظمت کے گن گانے لگا۔ اس بدترین جرم پر خود خالق کائنات نے فرمایا جا تجھ پر میری طرف سے لعنت اور پھٹکار اور وہ بھی قیامت تک کے لئے۔

فرعون نے فرعونیت سے اپنا بیڑہ غرق کر لیا۔ اس کے تکبر میں اس کو غرق کر دیا گیا۔ مخدومیت اختیار کرنے والے دھتکار دیئے جاتے ہیں اور خادم بننے والے آنکھوں پر

Marfat.com

بٹھائے جاتے ہیں۔

عاجزی اختیار کر، اللہ تعالیٰ کو عاجز بندے بہت پسند ہیں کمزور دھڑے والوں کے ساتھ اور کوئی ہو نہ ہو اللہ تعالیٰ ضرور ہوتا ہے۔

تو اگر اپنے آپ کو ہاتھی سمجھتا ہے طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ (الفیل) کی سزا بھی تو تیرے ہی لئے ہے۔ عاجزی اختیار کر کہ تیری کہانی عبرتوں کا نشان نہ بن جائے ورنہ لوگ تیری عبرتوں کی کہانیاں پڑھیں گے۔ لعنتوں پھٹکاروں کا تذکرہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ خوش ہو کر تجھے ہر ہر حرف پر کم از کم دس نیکیوں کی خیرات بانٹنے لگے گا۔

سخت چیز کو ہتھوڑے سے کوٹا جاتا ہے۔ نرم چیز ہتھوڑے کی ضرب سے بچ جاتی ہے۔ عاجزی اختیار کر بچ جائے گا۔ عاجزی ایسی اختیار کر جیسی کسی بے بس عاجز اور مجبور کی ہو۔ خلوص کے ساتھ رونا عرش الٰہی کے کنگروں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ بناوٹی رونے سے پاس بیٹھے لوگ بھی نفرت کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی شام کو روتے آئے تھے۔ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ (یوسف) اور وہ رات کو اپنے باپ کے حضور روتے ہوئے آئے۔ ان کے اس مکاری کے رونے نے باپ سے قریب کرنے کی بجائے اور دور کر دیا، بداعتمادی پیدا کر دی ماحول میں وِس گھول دی۔

جو لوگ تکبر اور نخوت سے اپنے دامن دل کو داغدار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (اعراف:146) یعنی جو لوگ بغیر کسی وجہ کے اس زمین میں ہماری آیات اور نشانیوں سے تکبر کرتے ہیں ہم ان کے ذہنوں فکروں اور سوچوں کا رخ ہی موڑ دیں گے۔ اور ان کی حالت یہ ہو جائے گی کہ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا (اعراف:146) کہ وہ ہر قسم کی نشانی دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہیں لا (سکیں) گے۔ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا (اعراف: 146) وہ صحیح معنوں میں ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اس راستہ کو اختیار نہیں کر سکیں گے۔ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا (اعراف:146) اور اگر کہیں ٹیڑھا راستہ دیکھ

Marfat.com

لیں تو فوراً اسے اختیار کرلیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اعراف:146) اور یہ سزا ا
کے لئے صرف اس لئے ہے۔ کہ انہوں نے مسلسل ہماری آیات کو جھٹلایا۔ وَ كَانُوْا عَنْ
غٰفِلِيْنَ (اعراف) اور ان واضح نشانیوں سے غافل ہی رہے۔

متکبرین، مکذبین اور غافلین کی یہی سزا ہوتی ہے کہ ان کا رخ ہی موڑ دیا جاتا ہے
بنانے والے نے شمع سے کہا، میں نے تجھے فنا ہونے کے لئے بنایا تھا۔ اس نے کہا، اسی لئے
فنا ہوگئی ہوں۔ بنانے والے کا دل باغ باغ ہوگیا۔ حضرت انسان کے خالق نے اس سے کہا
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات) کہ میں نے تمہیں اور جنوں
اپنے حضور جھکنے کے لئے پیدا کیا تھا۔ جو نہ جھکا وہ تو بنانے والے کی نظروں سے گر گیا۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا (لقمان:7) جب اس کے سامنے ہماری آیت کی تلاوت
جاتی ہے۔ وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا (لقمان:7) تو تکبر و غرور سے منہ پھیر لیتا ہے۔ كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْ
(لقمان:7) گویا کہ اس نے انہیں سنا ہی نہیں۔ كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا (لقمان:7) یا جیسے
اس کے کانوں میں کوئی بوجھ پڑ گیا ہے۔ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (لقمان:7) تو ایسے شخص
کو انتہائی دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔ کہ تکبر و غرور کرنے والے آگ
عذاب کے ہی مستحق ہیں۔

میں نے گاؤں کے پنڈال میں دیکھا لوگ گول دائرے میں بیٹھے ہیں، درمیان میں
حقہ پڑا ہوا ہے اس کی جھکی ہوئی نالی کو ہر شخص آگے بڑھ کر پکڑتا ہے۔ ہاتھ میں لیتا ہے
اپنے لبوں سے لگا لیتا ہے گویا اس کے بوسے لے رہا ہے۔ اور دوسرا اس کے بوسے لینے
بے چین ہے۔ حقہ کی دوسری نالی بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ اس کی طرف کسی کی کوئی توجہ
تھی۔ میں نے دیکھا، اس کے سر پر آگ سے بھری ٹوپی دھری ہوئی تھی۔ لوگوں میں
ایک سیانے بوڑھے نے بتایا۔ دیکھ! جھکنے والے کو لوگ چومنے کو ترستے ہیں اور اکڑ
والے کے سر پر آگ ہے۔ کہ ہر اکڑنے والے کے سر پر آگ ہی ہوتی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (غافر) یقیناً وہ لوگ جو ہمار

Marfat.com

آیات سے تکبر کرتے ہیں ہم ان کو ذلیل ورسوا کر کے جہنم میں داخل کریں گے۔

سورج اتنی بلندی پر ہوتے ہوئے بھی اپنی توجہ نیچے زمین کی طرف رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تخلیق کو کئی نوری سال بیت گئے۔ اس کی چمک پر گدلا پن غالب نہیں آیا۔ وہ میلا نہیں ہوا اس کی دھوپ میں پھیکا پن پیدا نہیں ہوا شاید یہ اس کے اس جھکنے ہی کی کرامت ہے، کہ وہ اگر گندگی کے ڈھیر پر بھی توجہ دیتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ وہ گندگی آلائش سے آرائش بن جاتی ہے۔ مٹی کے ڈھیر سے پھل پھول خوبصورت نباتات اور بہترین غلے پیدا کرتا ہے۔

تو عجز کی کرامت دیکھ۔ دریا اور سمندر اپنے وسیع دامن اور گہرائیوں کے باوصف، مغرور نہیں ہوتا۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے تنکوں کو بھی اپنے سر پہ اٹھائے رکھتا ہے۔ اس کا یہی عجز خالق کی نظر میں بھا گیا اس کے بطن میں ہیرے رکھ دیئے، جوہر رکھ دیئے، موتی رکھ دیئے یعنی دنیا کی ہر قیمتی چیز اس کی جھولی میں رکھ دی۔

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے۔ پیمانہ صراحی کے اندر کے پانی سے اس وقت تک سیراب نہیں ہوتا، جب تک وہ اپنا سر نہ جھکائے، اس کا جھک جانا ہی پیاسوں کی پیاس بجھاتا ہے تو کسی اور کی پیاس نہیں بجھا سکتا نہ سہی خود تو پیاسا نہ رہ۔ اکڑنے والے کو شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ (یونس:4) یعنی کھولتا ہوا۔

پانی ملے گا جب کہ جھکنے والے کے لئے فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ (الرحمٰن) دو جاری چشمے منتظر ہیں۔ کوا طویل عمر مانگتا ہے۔ گندگی کھانے کے لئے۔ تو مختصر زندگی مانگ اور کوے پن سے پناہ مانگ۔ آ اپنے خالق کے حضور عجز کا پیکر بن کر آ۔ تو جتنا جھکے گا، اتنا ہی پھل پھول سے لد جائے گا۔

اگر تو شیطان کی اولاد نہیں تو بتا! سجدے سے محرومی کی وراثت تجھے شیطان سے کیسے مل گئی۔ تو آدم کی اولاد ہے اور آدم کی اولاد کی شان اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ) ہے۔

مصور، دیکھنا تصویر میری یوں بنائی ہو
ادھر حکم الٰہی ہو، ادھر گردن جھکائی ہو

Marfat.com

ہر دور کے ملا فیضی و غامدیوں کا کردار

ایک تھا بادشاہ۔ بادشاہوں کے مزاج میں۔ شاہی مزاج کی آمیزش۔ ان کا شاہی ور
ہوتی ہے۔ پل میں کچھ اور پل میں کچھ۔ کبھی گالی دینے پر خوش ہو جاتے ہیں اور انعام
اکرام سے نوازتے چلے جاتے ہیں۔ کبھی تعریف و توصیف پر خشمگیں ہو جاتے ہیں۔
ناراضگی اور غیض و غضب سے بھر جاتے ہیں۔ مزاج شاہی تاب سخن نہیں رکھتا۔

بادشاہ تو اپنے مزاج میں ملنے والی وراثت کے ہاتھوں میں۔ بے مزہ گناہوں کی لذت
سے سرشار رہتے ہی ہیں۔ لیکن ان کے حواری۔ ان کے کاسہ لیس یعنی جوٹھے برتن چاٹنے
والے اور خوشامدی ہوسِ آشیر بادی میں۔ ان میں سے بھی آگے بڑھنے اور لمبی جست
لگانے میں اپنے مقام و مرتبہ کو بھولنے کی خفت سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ بایں عقل و
دانش بباید گریست۔

اس بادشاہ کے باورچی خانہ میں ایک دن معروف و مشہور سبزی بینگن پک کر دستر خوان
شاہی کی زینت بنی۔ جب کہ شاہی مزاج میں مرغ گوشت، مرغ پلاؤ، بریانی وغیرہ کھانے
کی ہوس نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ شاہ نے بینگن دیکھتے ہی رکابی اٹھائی اور باورچی کے منہ پر
دے ماری۔ اٹھالو یہاں سے کیا پکا کر لے آئے ہو۔

ان کا ایک حواری، ایک خوشامدی اور کاسہ لیس یعنی جھوٹے برتن چاٹنے والا بھی موجود
تھا۔ خاموش نہ رہ سکا۔ وہ مقام حواریت اور مقام خوشامدیت اور مقام کاسہ لیسیت سے
ایسے موقع پر گرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس سبزی کے خلاف جو منہ میں آیا۔ کہہ گیا۔ حضور!
بندہ پرور یہ کالی کلوٹی سبزی شاہی دستر خوان کی زینت بننے کی ہوس میں، میری طرح اپنی
حیثیت بھول گئی۔ بدمزہ، بدذائقہ، بادی، صفراوی مزاج کی حامل۔ اس کا کیا کام کہ شاہی
دستر خوان کی زینت بنے۔ کم بخت کہیں کی حضور یہ ایک سو ایک بیماری پیدا کرنے والی ہے۔

Marfat.com

اسی لئے تو اس کو بے گن کہتے ہیں یعنی جس میں کوئی خوبی نہ ہو۔

ایک بار پھر ایسا ہی ہوا۔ کہ وہی سبزی بینگن پک کر، تیار ہو کر، زینت دستر خوان شاہی ہوئی۔ باورچی نے پکاتے ہوئے اپنے فن کا بھرپور استعمال کیا۔ اس کے ذائقے میں نہ جانے کیا بھر دیا۔ کہ بادشاہ اعلیٰ لحمی سالن تک بھول گیا اور باورچی کو بلا کر شاباس دی اور انعام واکرام سے بھی نوازا۔

وہی حواری، وہی خوشامدی، وہی کاسہ لیس۔ یعنی جھوٹے برتن چاٹنے والا، بھلا، کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔ فوراً بول اٹھا۔ حضور! واہ کیا خوب ہے۔ نہ جانے کس کم بخت نے اس کا نام بے گن رکھ دیا۔ ورنہ اس میں تو ہزاروں خوبیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اعلیٰ سبزیوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں سب سے بڑا کمال یہ ہے حضور! کہ یہ ایک سو ایک بیماری کا تریاق ہے۔

نہ جانے۔ شاہ کو اچانک اس کا پہلے کا کہا ہوا جملہ یاد آ گیا۔ اس نے اس کی طرف منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ اوئے کم بخت۔ جب تو تو کہتا تھا۔ کہ یہ ایک سو ایک بیماری پیدا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی سبزی ہے۔ جس میں کوئی گن اور کمال نہیں۔ اور آج تو یہ کہہ رہا ہے کہ اس میں ہزار خوبی ہے۔ اور ایک سو ایک بیماری کا علاج ہے۔

خوشامدی نے، حواری نے، کاسہ لیس یعنی جھوٹے برتن چاٹنے والے نے قدموں کو بوسہ دیا۔ قدموں کی زمین چومی اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور! بندہ پرور بندہ نواز۔ فقیر آپ کا نوکر ہے۔ بینگنوں کا نوکر نہیں۔ میں تو آپ کے مزاج کی تھالی کا بینگن ہوں۔ جدھر آپ کا مزاج شاہی ہو گا۔ فقیر بھی شاہی منافع بخش نوکری کی ہوس میں ادھر کو ہی لڑھک جائے گا۔

ہر شاہ کو، ہر دور میں، ایسے علامہ فہامہ مولوی فیضی وغامدی ملتے رہے۔ حتی کہ دین الٰہی کی پیدائش میں۔ اپنی کاسہ لیسی کی ہوس کا پانی دیتے رہے۔ بلکہ اپنی چرب زبانی کے سحر میں، بادشاہوں کو کبھی ہوش نہ آنے دیا، کہ وہ مسلمان ہو کر، مسلمان کہلا کر بھی، ہندوؤں اور

Marfat.com

مسلمانوں میں تفریق کر سکیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی شادیاں کروائیں۔ قشقے لگائے۔ سجدے کروائے اور کاسہ لیس اپنی نوکریاں پکی کرانے کے شوق میں۔ فتوے پر فتوے دیتے رہے۔ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا (البقرہ: 174) کے زمرے میں آتے رہے۔ یعنی چند سکوں میں اپنے دین، اپنے ایمان کا سودا کرتے رہے۔ لیکن ان کی ہزار کوششوں کے باوجود فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ (البقرہ: 16) ان کی تجارت نے ان کو خسارے میں ہی رکھا اور کوئی نفع نہ دیا۔

اے کاش۔ ہر دور کے شیخ عبداللہ۔ ہر دور کے مولوی فیضی اور ہر دور کے غامدیوں کو اللہ تعالیٰ ہوش کے ناخن دیتا۔ اور بادشاہوں کے چرنوں میں بیٹھ کر دنیا کی چندروزہ لہو ولعب کی لذت میں ڈوبنے نہ دیتا۔ اور اہل دل کی تعریف و توصیف میں قصیدے نہ لکھتے۔ بلکہ ان کو شاہ بنانے والے کے انعام و اکرام پر نظر رکھتے۔ یا اس کی طرف سے عذاب الیم پر نظر رکھتے۔ تو دنیا نت نئے دین الٰہیوں کے پنپنے کے عذاب سے بچ جاتی۔ ہندوؤں کی، یہودیوں کی اور دیگر اقوام مشرک کی دوستی کی چاہت میں ڈوب مرنے سے خود بھی بچ جاتے۔ بادشاہوں کو بھی بچا لیتے اور اپنی قوم کو بھی کسی مستقبل کے خطرناک عذاب میں مبتلا ہونے سے بچا لیتے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

Marfat.com

ہم لوگ جو اب تک زندہ ہیں
اس جینے پر شرمندہ ہیں

عالمی دنیا، عالمی میڈیا، اخبارات ورسائل صیہونی و یہودی لابی نے ناپاک انگڑائی لی۔ مغربی اقوام نے مشرقی اقدار اور مذہبی و دینی اقدار کی مخالفت میں انسانی و اخلاقی حدود عبور کر دیں۔ خبث باطن کی خباثتیں اگل کر باہر پھینک دیں۔ یہ سارا گند، پاکیزہ و مطہر ماحول اسلام کو متعفن کر گیا۔ اور ہمارا اپنا ظالم سماج اس گند پر ناک منہ سکیڑنے بھی نہیں دیتا۔ منہ پر رومال رکھنا۔ پاکیزہ فطرت کی جبلت میں شامل ہے۔ تعفن پھیلانے والی گندگی سے تنفر ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ ہماری فطرت میں شامل ہے۔ ہم سے یہ حق بھی زبردستی چھین لیا۔ چیخ و پکار۔ آہ و فغاں کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا۔ ناموس رسالت ﷺ کے دفاع میں اٹھنے والے ہاتھ۔ کلائیوں سے پکڑ کر مروڑ دیئے گئے۔ اٹھنے والے سر پھوڑ دیئے گئے۔ اٹھنے والی آواز کے گلے دبا دیئے گئے۔ آنسو بہانے والی آنکھوں کی تضحیک کی گئی۔ قلم توڑ دیئے گئے۔ جن شہروں میں سارا سارا دن بادلوں کی طرح کتے آوارہ پھرتے رہتے ہیں۔ وہاں حضرت انسان کا بند بند باندھ دیا گیا۔

قرآن پاک کے مقدس اوراق پامال کیے جا رہے ہیں اور اس پر اظہار افسوس و ناراضگی و خفگی کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس اظہار کا نام شرپسندی اور ناقابل معافی جرم رکھ دیا گیا۔ مساجد کے فرش، ناپاک جوتوں سے پامال کیے جا رہے ہیں۔ نہ جانے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے، وفاداری شہریار میں، یہ تمیز بھول کر اتنے بدتمیز کیوں ہو جاتے ہیں۔ مساجد کے میناروں سے اٹھنے والی حق کی آواز پر پہرے بٹھائے جا رہے ہیں۔ جب کہ فحاشی و عریانی پھیلانے والے غلیظ گانوں کے لئے کھلے عام کان پھاڑ دینے والے ڈیک استعمال کرنے کی کھلی اجازت ہے۔ اغیار کا رونا، کیا روئیں۔ جب اپنی ہی مملکت خداداد

Marfat.com

میں گستاخ و منہ پھٹ ناشکرے شاکر نام رکھ کر دندناتے پھرتے ہیں۔ یارو۔تمہاری غیرت کو کیا ہوا۔

ناموس رسالت ﷺ پہ کیچڑ اچھالنے والے۔ تاریخ کے عبرتناک حادثات کیوں بھول جاتے ہیں۔ کہ جب بندے دفاع کرنے سے عاجز آجاتے ہیں۔تو خود مالک حقیقی ننھی چڑیوں کی فوج ظفر فوج بھی بھیج دیا کرتا ہے اور متکبر ہاتھی والوں کو یوں کر دیتا ہے **كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ**۔ جیسے کھایا ہوا چارہ یا بھوسہ۔

کس وطن کی بات کرتے ہو، کس شہر کی بات کرتے ہو، کس گلی کی بات کرتے ہو، اس وطن، اس شہر اور اس گلی کی، جس میں پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں گونجتی رہیں۔ جس کو دنیا، دور حاضر کا مدینہ سمجھ کر، دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کا روپ دے کر اپنا مرکز و محور قرار دیتی رہی۔ جس میں عشق محمد ﷺ کے دھارے بہنے چاہئیں تھے۔اب اس ملک میں، اس کے شہروں میں اور اس کی گلی گلی میں غیروں کی پیٹھ ٹھوکنے پر یا وفاداری کے کارٹون بنا بنا کر شاباش لینے کی ناپاک لذت میں ڈوب کر ناموس رسالت ﷺ پر گند اچھالنے والوں کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

یوں تو "سید" بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

تصویر کا دوسرا رخ۔ اس سے بھی بھیانک ہے۔غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ کا جذبہ جن سینوں میں موجزن ہونا چاہیے۔ وہ اپنے سینوں پر، غیروں کی تصویریں سجائے پھرتے ہیں۔اپنے چہروں پر مغربی تہذیب کے ماسک چڑھائے پھرتے ہیں۔اپنی جبینوں کو غیروں کی چوکھٹ پر رکھے نظر آتے ہیں۔ان کے کانوں میں دن میں پانچ بار نہیں۔اب تو ہزار بار، ہر مسجد کے مینار سے کئی بار جو آواز رسول ﷺ کے غلاموں کو بلانے کے لئے اٹھتی ہے۔اس میں چاشنی نہیں رہی۔ بلکہ پاپ سنگروں کے گانے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔اب مساجد بھی مرثیہ خوانی کرتے گھگھیا چکی ہیں۔ جب کہ قحبہ خانوں کے غلیظ صحن

Marfat.com

بھرپور آباد ہو چکے ہیں۔ کیا یہی غلامی کا انداز تھا۔ کہ پیٹ کی بھوک بڑھ گئی۔ اس بھوک کو مٹانے کے لئے حل وحرمت کی تمیز سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور جس نے یہ ذمہ اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا تھا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود:6) کا ناقوس طاق نسیاں ہو گیا۔ وفاداری اس کو کہتے ہیں؟ وفاداری میں تو ہم سے کتا بھی آگے نکل گیا۔ وہ جس کے دروازے سے کبھی ایک دو ٹکڑے کھالیتا ہے۔ اسی کی چوکھٹ کو چومتا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتا۔ کہ پٹہ تو کسی کا گلے میں ڈالے پھرے اور رکھوالی کسی اور کے دروازے پر کرے۔ وہ جس کا کھاتا ہے۔ اس کے گیت گاتا ہے۔ وہ اس کے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اپنے مالک کے گھر میں بلکہ اس کے دروازے کے سامنے سے بھی کسی غیر کو گزرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ہماری یہ دوغلی پالیسی ہمیں لے ڈوبی۔ محبتوں چاہتوں اور الفتوں کا اظہار کسی اور سے اور وفاداریوں، پسندیدگیوں اور چاہتوں کا مرکز کوئی اور۔ ٹکڑے کھانے کے لئے ہر وقت حاضر اور سلامی کے اوقات میں غیر حاضر۔ زبان پر تسبیح اور دلوں میں گاؤ خر کی محبتیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم شرمندہ ہیں۔ ہم عہد وفا میں جھوٹے ہیں۔ لیکن آپ سچے ہیں۔ سچوں کے بادشاہ ہیں۔ ہمارے حال پر رحم فرمایئے۔ اپنے مالک سے عرض کیجئے۔ ہم مجبوروں مقہوروں پر رحم فرمائے۔ گنہگاروں سے صرف نظر فرماتے ہوئے اپنے گھر کی حفاظت فرمانے والے۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے ایک بار پھر ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج اور وہ تیرے دین کے دشمنوں کو، تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں کو ایسے کر دیں كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ جیسے کھایا ہوا چارہ و بھوسہ۔

یا رسول اللہ انظر حالنا۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا

اننا فی بحر ھم من مغرق۔ خذیدنا سھلنا اشقالنا

Marfat.com

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاءالمصنفین

بھیرہ شریف کی زیرنگرانی

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر در منثور 6 جلد

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

کتاب رشد وہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے
نور وسرور اور جذبہ حب رسول ﷺ پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت
اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی وتفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں
مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔
اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز
اور عوام وخواص کے لئے قیمتی سرمایہ
آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری 10 جلد

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ "ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف" نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:۔ 7220479 -042-7221953 فیکس:۔ 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411

Marfat.com

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ذخیرہ

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

اہل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

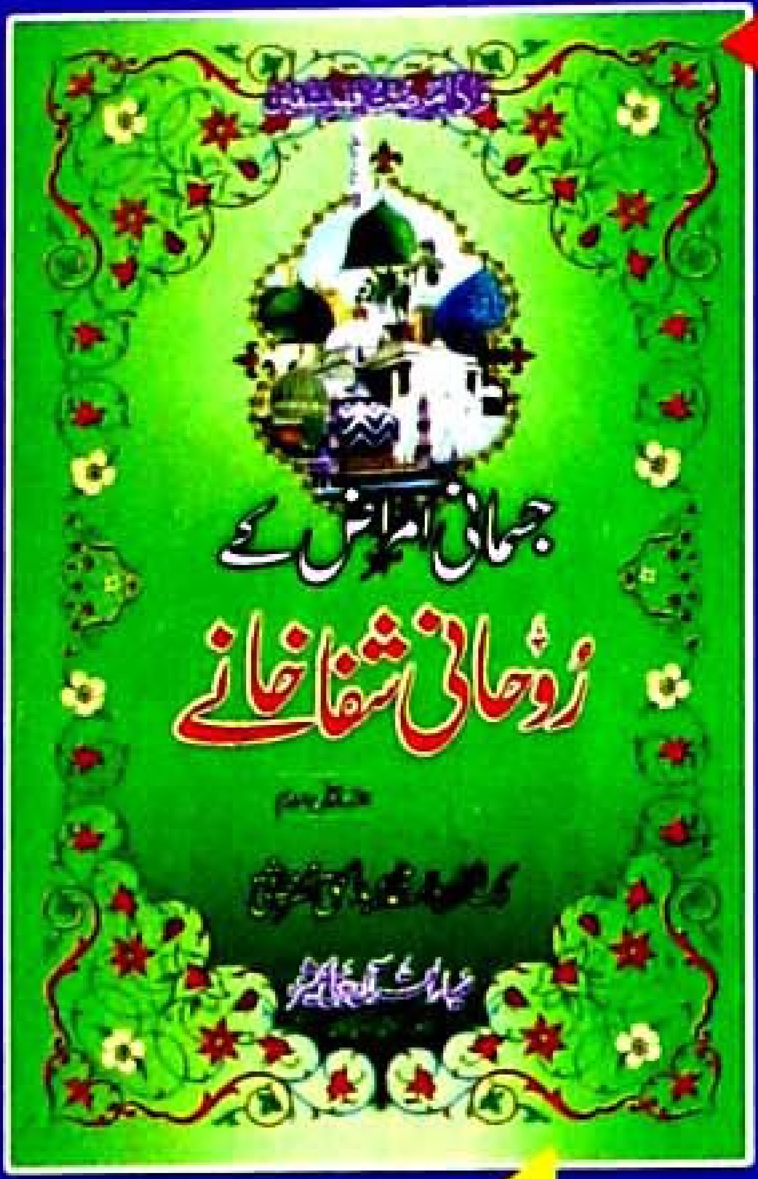

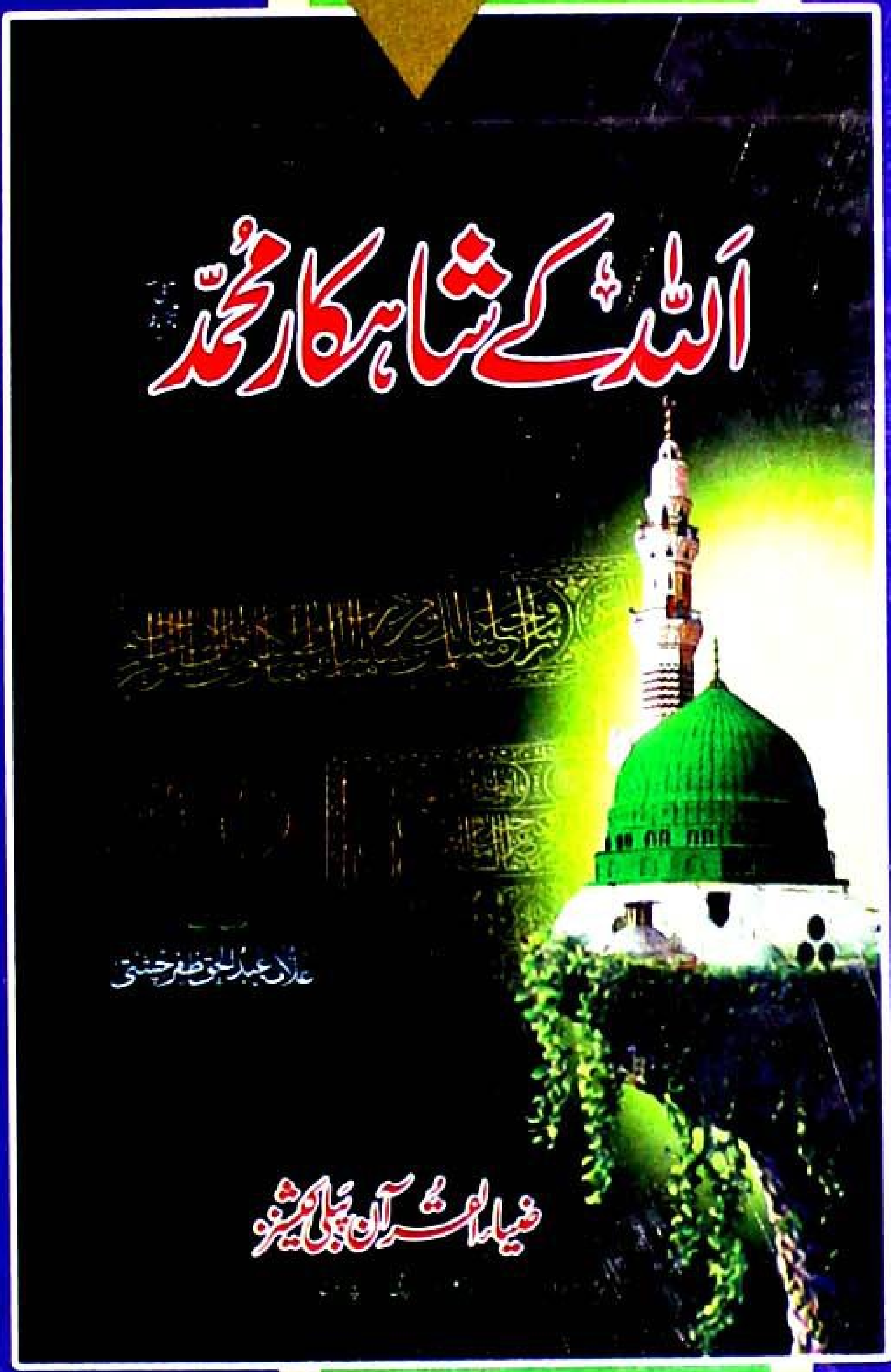

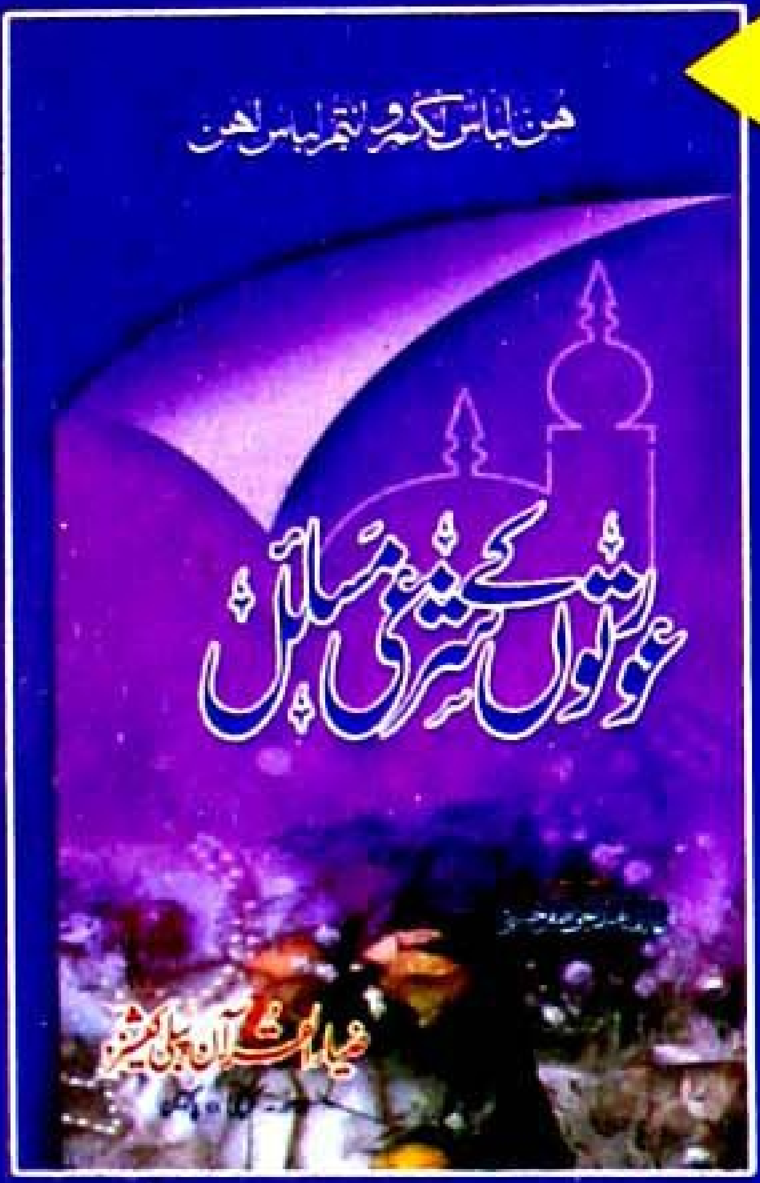

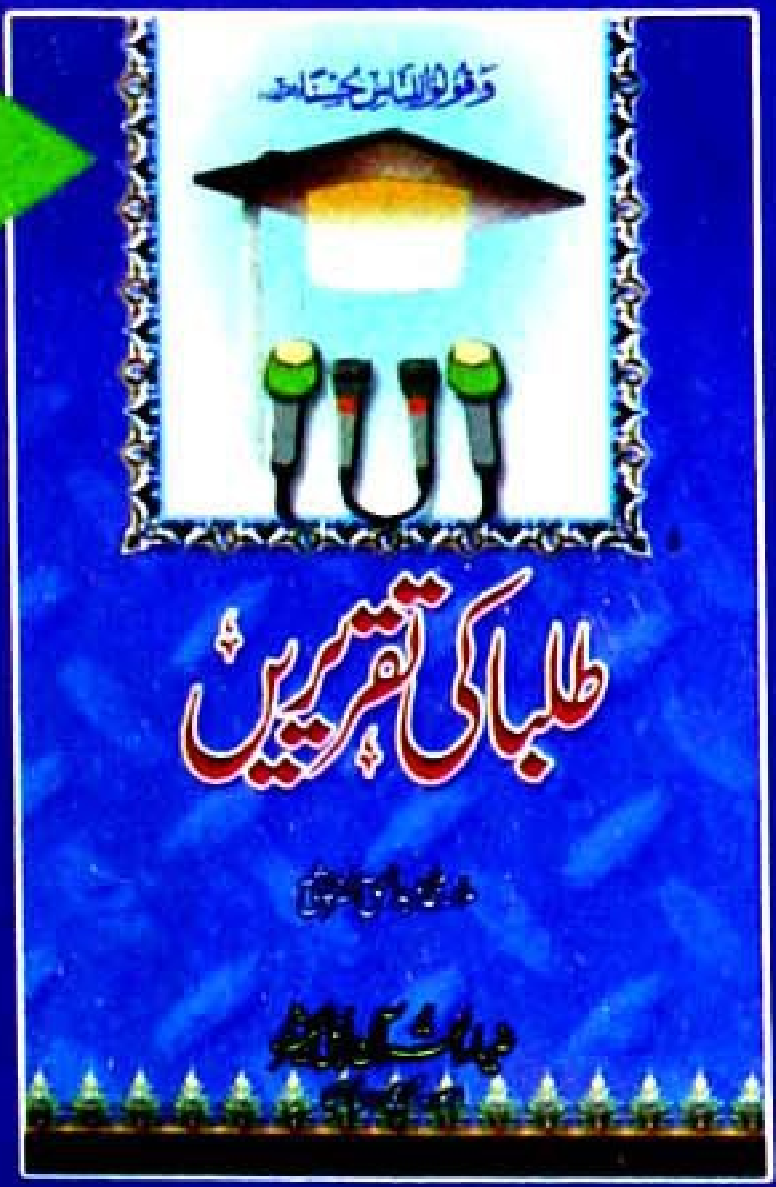

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2630411-2212011
فیکس 2210212

1Z 35

Marfat.com